اُردو کی نعتیہ شاعری

کا

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مصنّفہ

ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہینؔ

ایم۔اے (انڈین ہسٹری اینڈ کلچر)

ایم۔اے (اردو ادب) پی۔ایچ۔ڈی

اردو کی نعتیہ شاعری
کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مصنّفہ

ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ

ایم۔اے (انڈین ہسٹری اینڈ کلچر)

ایم۔اے (اردو ادب) پی ایچ۔ڈی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲

© جملہ حقوق بحق مصنفہ و ناشرہ محفوظ

URDU KI NATIYA SHAERI KA TAHQIQI WA TANQIDI MUTALA'A

By

Dr. SHAHEDA PARWEEN "SHAHEEN"

M.A. (INDIAN HISTORY& CULTURE)
AND M.A URDU LITERATURE
Ph.D. URDU KI NATIYA SHAERI KA TAHQIQI WA TANQIDI MUTALA'A

Year of Edition 2023
ISBN 978-81-19225-53-8
Price ₹ 450/-

نام کتاب	:	اُردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
مصنفہ	:	ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ
ساکنہ	:	لال حویلی امام گنج، سامنے جی۔آئی۔سی فتح پور، (یوپی)-212601
موبائل نمبر	:	6393038618 - 9415157070 - 9170440642
سنہ اشاعت	:	۲۰۲۳ء
قیمت	:	۴۵۰
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

(کتاب ملنے کے پتے)

۱۔ شاہدہ لاج، ۱۳۰ مہاجری، فتحپور (یوپی) 212601
۲۔ لال حویلی امام گنج، جی۔آئی۔سی فتح پور کے سامنے فتح پور، یوپی
۳۔ انجمن اعانت الانصار، لالہ بازار، فتح پور (یوپی) 212601

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.O. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)
B.O. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 41418204, 45678286, 45678203, 23216162
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

انتساب

راقمہ اپنی اس کتاب:

’’اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ‘‘

کا

انتساب اپنے محترم ومکرم خسر

عالی جناب حافظ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ

کے

نام کرتی ہے، جو اللہ والوں سے محبت کرتے تھے

اللہ پاک موصوف کو جنت الفردوس

میں

مقام عطا فرمائے۔ اللھم آمین!

راقمہ ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ

۲۱؍اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارکہ ۹ بجے شب

بر موروثی مکان نمبر ۱۳۰ محلہ مہاجری فتح پور، یوپی۔ 212601

فہرست مشمولات

چند لفظ کتاب سے پہلے ۴

حرف آغاز ۱۶

پہلا باب: نعت کا تعارف ۲۴

۱۔ نعت کا مفہوم ۳۰

۲۔ نعت لفظ کا کلام رسول میں استعمال اور اس کا محل وقوع ۳۲

۳۔ حضرت علیؓ کے ذریعہ نعت کے مادّہ کا استعمال ۳۳

۴۔ مروجہ معنوں میں صنف ستایشِ پیغمبر کے لیے

لفظ نعت کا سب سے پہلے استعمال اور اس شاعر کا نام ۳۳

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلیۂ شریفہ ۳۳

۶۔ حضرت علیؓ اور حب علیؓ ۳۴

۷۔ نعت کے اجزائے ترکیبی ۳۷

۸۔ مضامین نعت کے مختلف ماٰخذ ۴۰

۹۔ احادیث میں قطعات نعت ۴۱

۱۰۔ مضامین نعت ۴۲

۱۱۔ نعت کا تلمیحاتی ورثہ ۴۳

۱۲۔ نعت وسوانح حیاتی عناصر ۴۹

۱۳۔ آدابِ نعت ۵۲

۱۴۔ **دوسرا باب**: اردو کی نعتیہ شاعری کے بنیادی مآخذ ۵۷
۱۵۔ دوسرا باب (الف) اسلام سے قبل کی کتابوں میں نعتیہ عناصر کی تلاش ۵۹
۱۶۔ دوسرا باب (ب) عربی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ۶۱
۱۔ حضرت ابو طالب ۶۲
۲۔ حضرت فاطمہؓ ۶۴
۳۔ حضرت علیؓ ۶۵
۴۔ حضرت کعب بن مالکؓ ۶۶
۵۔ عبداللہ بن رواحہ ۶۸
۶۔ حسان ابن ثابت ۶۸
۷۔ دختران قبیلہ بنی نجار ۷۰
۸۔ عباس بن مرداس ۷۱
دوسرا باب (د) دور نبوی کے بعد کی نعتیہ شاعری ۷۱
۱۔ فرزدق ۷۲
۲۔ علامہ بوصیری ۷۲
۳۔ ابن جابر اندلسی ۷۳
۴۔ ابن نباتہ مصری ۷۴
۵۔ شیخ عبدالرحیم برعی ۷۴
۶۔ عبدالرحمٰن بن خلدون ۷۵
۷۔ شیخ عبدالغنی نابلسی ۷۵
دوسرا باب (ہ) عربی ادب کے ہندوستانی شعرائے نعت ۷۶

۸۔ شاہ ولی اللہ ۷۶
۹۔ شیخ احمد تھانیسری ۷۷
۱۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن ۷۷
دوسرا باب (و) فارسی ادب میں نعت گوئی ۷۸
۱۔ فردوسی ۷۹
۲۔ حکیم سنائی ۷۹
۳۔ عطار ۸۱
۴۔ خاقانی ۸۱
۵۔ نظامی ۸۴
۶۔ عراقی ۸۵
۷۔ مولانا روم ۸۶
۸۔ سعدیؔ ۸۶
۹۔ جامی ۸۸
۱۰۔ قدسی ۸۸
۱۱۔ قاآنی ۸۹
۱۲۔ امیر خسرو ۸۹
۱۳۔ عرفی ۹۰
۱۴۔ شیخ علی حزیں ۹۲
۱۵۔ غالب ۹۳
۱۶۔ عزیز لکھنوی ۹۴

۱۷۔ ڈاکٹر اقبال ۹۴
۱۸۔ **تیسرا باب**: اردو کے دبستان دکن کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ۹۷
۱۹۔ صوفیائے کرام ۱۰۰
۲۰۔ ملا داؤد ۱۰۲
۲۱۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ۱۰۲
۲۲۔ شمس العشاق میران جی شاہ ۱۰۴
۲۳۔ فخر دین نظامی ۱۰۵
۲۴۔ صدرالدین ۱۰۶
۲۵۔ محمد قلی قطب شاہ ۱۰۶
۲۶۔ غوّاصی ۱۰۹
۲۷۔ شیخ احمد تھانیسری ۱۱۰
۲۸۔ سیّد بلاقی ۱۱۱
۲۹۔ مختار ۱۱۳
۳۰۔ ابن نشاطی ۱۱۴
۳۱۔ فتاحی ۱۱۵
۳۲۔ عبدل ۱۱۶
۳۳۔ شاہی ۱۱۷
۳۴۔ نصرتی ۱۱۷
۳۵۔ قدرتی ۱۱۹
۳۶۔ ولی ۱۲۰

۳۷۔ سراج اورنگ آبادی ۱۲۴
۳۸۔ عبدالمحمد ترین ۱۲۵
۳۹۔ امجد ۱۲۶
۴۰۔ طوفان ۱۲۹
۴۱۔ جلیل مانک پوری ۱۳۰
۴۲۔ انیسہ بیگم ۱۳۴
۴۳۔ نوشابہ ۱۳۵
۴۴۔ تہنیت النساء تہنیت ۱۳۵
چوتھا باب: شمالی ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ ۱۳۸
۱۔ ملا داؤد ڈلموی ۱۳۹
۲۔ ملک محمد جائسی ۱۴۰
۳۔ سودا ۱۴۳
۴۔ میر تقی میر ۱۴۹
۵۔ مصحفی کا دور ۱۵۰
۶۔ میر غلام حسن حسن ۱۵۰
۷۔ مصحفی ۱۵۱
۸۔ انشاء اللہ خاں انشاء ۱۵۴
۹۔ سعادت یار خاں رنگین ۱۵۵
۱۰۔ شہیدی کا عہد ۱۵۶
۱۱۔ مرزا علی بیگ نازنین ۱۵۷

۱۲۔ ظفر۔ آخری مغل تاجدار	۱۵۹
۱۳۔ اسماعیل شہید	۱۵۹
۱۴۔ حکیم مومن خاں مومن	۱۶۰
۱۵۔ غلام امام شہید	۱۶۵
۱۶۔ مولوی کرامت علی خاں شہیدی	۱۶۹
۱۷۔ محمد لطف علی خاں لطف بریلوی	۱۷۳
۱۸۔ محسن کاکوری کا دور	۱۷۶
۱۹۔ منیر شکوہ آبادی	۱۷۷
۲۰۔ امیر مینائی	۱۸۱
۲۱۔ محسن کاکوروی	۱۸۸
۱۔ حالی کا عہد	۱۹۷
۲۔ علامہ شبلی نعمانی	۲۰۴
۳۔ اسماعیل میرٹھی	۲۰۶
۴۔ مولوی عبدالرحیم رحیما فتح پوری	۲۰۹
۵۔ مولانا ظفر علی خاں	۲۱۱
۶۔ عزیز لکھنوی	۲۱۳
۷۔ حفیظ جالندھری	۲۱۴
۸۔ حمید صدیقی	۲۱۶
۹۔ بہزاد لکھنوی	۲۱۷
۱۰۔ اختر شیرانی	۲۱۸

اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

۱۱۔ سلیم پانی پتی	۲۱۹
۱۲۔ اقبال سہیل	۲۲۰
۱۳۔ عزیز الحسن مجذوب	۲۲۱
۱۴۔ اصغر گونڈوی	۲۲۱
۱۵۔ جگر مرادآبادی	۲۲۲
۱۶۔ ڈاکٹر اقبال	۲۲۲
۱۷۔ جوش ملیح آبادی	۲۲۷
۱۸۔ جمیل مظہری	۲۲۸
۱۹۔ محشر رسول نگری	۲۲۹
۲۰۔ عبدالکریم ثمر	۲۲۹
۲۱۔ عمیق حنفی	۲۲۹
۲۲۔ عبدالعزیز خالد	۲۳۰
۲۳۔ ابرار بدایونی	۲۳۳
۲۴۔ فنا کانپوری	۲۳۳
۲۵۔ عمر انصاری	۲۳۴
۲۶۔ ماہر القادری	۲۳۵
۲۷۔ ضیاء القادری	۲۳۷
۲۸۔ بیکل اتساہی	۲۳۸
۲۹۔ زیب غوری	۲۴۰
پانچواں باب: اردو کی نعتیہ شاعری میں ہندوؤں کا حصہ	۲۴۴

۱۔ میمون ابن قیس اعشیٰ ۲۴۷

۲۔ تبع یمنی (مرد صالح) نزد بعض نبی اللہ ۲۴۹

۳۔ لچھمی نرائن شفیق ۲۵۳

۴۔ مکھن لال ۲۵۴

۵۔ منشی شنکر لال ساقی ۲۵۵

۶۔ مصرا رام داس قابل لاہوری ۲۵۷

۷۔ لالہ تارا چند تارا ۲۵۷

۸۔ لالہ اروڑہ رائے، رائے ۲۵۸

۹۔ دلورام کوثری ۲۵۸

۱۰۔ مہاراجہ کشن پرساد شادؔ ۲۶۲

۱۱۔ ہمدم اکبر آبادی ۲۶۵

۱۲۔ مصر پربھودیال ۲۶۵

۱۳۔ پنڈت گنیشی لال خستہؔ ۲۶۶

۱۴۔ پنڈت راگھوندر راؤ جذبؔ ۲۶۶

۱۵۔ بابو روشن لال نعیم ۲۶۷

۱۶۔ ماسٹر مہادیو پرساد سامیؔ ۲۶۷

۱۷۔ عرش ملسیانی ۲۶۹

۱۸۔ پنڈت ہری چند اخترؔ ۲۷۱

۱۹۔ بوادئی ۲۷۲

۲۰۔ بابو شمبھودیال دانش ۲۷۲

۲۱۔ کنور مہیندر سنگھ بیدی ۲۷۳

۲۲۔ پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ ۲۷۳

۲۳۔ بابا گرودت صاحب گروداس ۲۷۴

۲۴۔ بابا چھیٹو داس ۲۷۴

۲۵ بابا بھاگو داس ۲۷۴

محققین و ناقدین:

۱۔ محمد الدین فوقی ۲۷۵

۲۔ محمد محفوظ الرحمٰن ۲۷۵

۳۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد ۲۷۶

۴۔ ڈاکٹر نگار سلطانہ فتح پوری ۲۷۶

۵۔ نور احمد میرٹھی رحمۃ اللہ علوی پاکستانی ۲۷۶

چھٹا باب: نعت کا فنی و معنوی تجزیہ ۲۷۸

۱۔ جاگیردارانہ نظام کا زوال، قصیدہ نگاری کے زوال کا اہم سبب ۲۸۴

۲۔ نعت اور غزلیہ شاعری ۲۸۶

۳۔ دنیائے نعت کے پہلے شاعر جناب ابوطالب بن عبدالمطلب ۲۸۷

۴۔ نعت اور سلام ۲۹۰

۵۔ نعت، گیت، ترانہ اور ٹھمری ۲۹۱

۶۔ عورت کی زبان سے عشق رسولؐ کا اظہار ۲۹۱

۷۔ نعتیہ شاعری میں ہندوستانی ماحول کا نقشہ ۲۹۴

۸۔ ہندوستانی رسوم و رواج اور نعت ۲۹۴

۹۔	ہندی الفاظ وتراکیب اور نعت	۲۹۹
۱۰۔	فوق فطری عناصر اور نعت	۳۰۰
۱۱۔	نعت اور اقوال نبی	۳۰۴
۱۲۔	ذات محمدؐ اور قرآن پاک	۳۰۶
۱۳۔	اوتاروادی ذہنیت اور اردو نعتیں	۳۰۷
ساتواں باب:	نعت کی اہمیت وافادیت اور اردو ادب میں اس کا مقام	۳۱۰
۱۔	نعت سب سے مفید صنف سخن	۳۱۱
۲۔	نعت پر ۱۸۵۷ء کے اثرات	۳۲۳
۳۔	نعت اور ۸؍فروری ۱۹۲۷ء کا اہم واقعہ	۳۲۵
۴۔	نعت شعروشاعری کی مقبول صنف سخن	۳۲۶
۵۔	نعت اور محافل سمع	۳۲۹
۶۔	نعت اور اردو شاعری کو اس کے عطیات	۳۳۰
۷۔	کتابیات	۳۳۲

چند لفظ کتاب سے پہلے

اللہ پاک کی بیکراں حمد وثنا اور اس کے رسول پاک محمدؐ اور آپؐ کی ازواج، واہل بیت کرام علیہم السلام پر لاتعداد درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ راقمہ کی دانست ودانش کا نقطۂ آغاز ۲۰؍اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز دوشنبہ کی شب کا وہ ننھا سا لمحہ ہے، جب کہ وہ ایک چھوٹا سا سہ حرفی لفظ ''ہاں'' بول کر ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاؔد ایڈوکیٹ کی شریک حیات بن گئی۔ وہ ان دنوں بی۔اے سال اول کی متعلّمہ تھی اور ڈاکٹر صاحب پیشۂ وکالت میں فتح پور کے سربلند سول وکیل شری کیشوسرن شریواستو کے شاگرد اور ان کے جونیر تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی زوجیت میں آنے کے بعد اس کی زندگی کا رخ بالکل بدل گیا اور اس پر واضح ہوا کہ علم وادب اور تعلیم وتعلّم کی دنیا بالکل الگ دنیا ہے۔

راقمہ باقاعدہ طور پر ڈاکٹر صاحب کی ایک مخصوص طالبہ بن گئی اور اس نے اپنے شریک حیات کی زیر سرپرستی بی۔اے ۱۹۷۱ء میں، انڈین ہسٹری اینڈ آرکیالوجی میں ایم۔اے ۱۹۷۳ء میں اور اردو ادب میں ایم۔اے ۱۹۷۵ء میں فرسٹ ڈویژن اور کانپور یونیورسٹی میں فرسٹ پوزیشن کے ساتھ پاس کر کے عالی مرتبت ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی، ریٹائرڈ استاذ لکھنؤ یونیورسٹی کی زیر نگرانی، اپنے کو اردو میں پی ایچ۔ڈی کے لیے انرولڈ کرالیا۔ وہ ایک گرانقدر اسکالرشپ سے بھی نوازی گئی۔

راقمہ نے اپنے استاد ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی کے مشورہ سے ''اردو کی نعتیہ شاعری پر مقامی اثرات'' موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لیے کانپور یونیورسٹی میں ایک خاکہ داخل کیا، لیکن یونیورسٹی نے موضوع تحقیق میں ترمیم کر کے ''اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' کو اس کے لیے موضوع تحقیق مجوّز کیا اور اس طرح اس نے مجوّزہ موضوع پر مفصل خاکہ داخل کر کے تحقیق وتنقید کی سنگلاخ وادی میں قدم رکھا اور اپریل ۱۹۸۹ء میں اپنا تحقیقی مقالہ یونیورسٹی آف کانپور میں داخل کر دیا، جس پر اسے

۱۹۹۰ء میں کانپور یونیورسٹی نے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ یہ ہے راقمہ کی ساری تعلیمی روئداد کا مجمل خاکہ۔

راقمہ اپنے والدین عالی جناب محمد طاہر مرحوم، فتح پور کے استاد شاعر اور محترمہ حسنیٰ بیگم طال اللہ عمرہا کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے جنھوں نے اسے دل سے چاہا، اس کی بہترین تربیت کی اور اس کے لیے لائق و فائق اور ہر گوشہ میں ممتاز، بہترین شریک حیات کا انتخاب کیا۔

راقمہ اپنے معزز و مکرم خسر عالی جناب حافظ محمد جمیل اعلی اللہ کی شکر گزار ہے، جو ایک متمول صاحب جائداد خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ وہ خود بھی ایک مالدار، کشادہ دست، مخیرؔ، علم پسند، مہمان نواز اور خدا ترس انسان تھے، موصوف نے راقمہ کو اپنی بہو بنایا، اور تا زیست اسے اپنی بے نہایت محبت اور اپنے بیکراں اشفاق سے نوازتے رہے۔ وہ اپنی خوشدامن مرحومہ، محترمہ نجیب النساءؒ کی بے حد ممنون ہے۔ وہ تا حیات اس کے سرد و گرم کا لحاظ رکھتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ **اللھم آمین ثم آمین۔**

راقمہ اپنے خانوادہ کے بہی خواہان عالی جناب معظم و مکرم الحاج محمد معین الدین ایڈوکیٹ، محترمی و مکرمی مولانا مولوی محمد عبداللہ شہید الاسلام قاضئ شہر اور محترمی و مکرمی زعیم قوم و ملت عالی جناب محمد وسیم انصاری ایڈوکیٹ کی شکر گذار ہے اور ان سب کی درازئ عمر کے لیے دعا خواہ ہے۔

ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ

۲۱/اکتوبر ۲۰۲۲ء

بروز جمعۃ المبارکہ بوقت ۹ بج کر ۱۵ منٹ شب۔

☆☆☆

حرف آغاز

نعت عالمی ادب کی مفید اور کار آمد صنف سخن ہے۔ اس کا شمار شعر کی موضوعاتی تقسیم کے تحت ہوتا ہے۔ نعت ہر اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور آپ کے متعلقات و منسلکات کو موضوع سخن بنایا گیا ہو۔ اس میں ہیئت کی کوئی قید نہیں ہے۔ یہ غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی مثلث، مخمس، مسدس، ترکیب بند، ترجیع بند، سلام، مستزاد ترانہ اور گیت غرض کہ جملہ مروجہ ہیئات و اصناف سخن میں کہی گئی ہے۔

لیکن اس کے باوجود اتنی گرانمایہ اور وقیع صنف سخن کے ساتھ، جس قدر بے اعتنائی برتی گئی ہے، اتنی کسی دوسری صنف شاعری کے ساتھ نہیں برتی گئی۔ نعت سے کم تر درجہ کے اصنافِ نظم و نثر پر صدہا تحقیقی و تنقیدی کتابیں تخلیق کی گئیں، لیکن اس موضوع پر صرف تین مطبوعہ کتابیں ملتی ہیں: (ا) ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاقؔ کی ''اردو میں نعتیہ شاعری'' جو تحقیقی و تنقیدی سے زیادہ تاریخی نوعیت کی تخلیق ہے۔ (۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ''اردو کی نعتیہ شاعری'' جس کے کل ۲۰۸ صفحات میں سے ۱۱۸ صفحات تک نعت کی تاریخ اور اس کا طائرانہ جائزہ ہے اور بقیہ صفحات میں بغیر کسی خاص اصول و اہتمام کے فارسی اور اردو نعتوں کا انتخاب ہے۔ مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ ''انتخاب میں کسی خاص اصول و اہتمام سے بھی میں نے کام نہیں لیا۔''

(۳) ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ کی ''اردو کی نعتیہ شاعری'' جس میں کل قدرت ۹۹ صفحات ہیں۔

اردو شاعری پر ایک عام سا اعتراض کیا جاتا ہے کہ اردو کا شاعر ملکی اور مقامی رنگ سے بے اعتنائی برتتا ہے۔ وہ ہندوستان میں رہ کر عرب و ایران کے ندی نالے، پھول پودے، چرند پرند کی خیالی دنیا میں مگن رہتا ہے۔ وہ گنگا جمنا کے بجائے دجلہ و

فرات، بیلا اور لجالو کے بجائے یاسمن و نسترن، شاما اور ہریل کے بجائے کبک و دراج اور سیتا و پدمنی کے بجائے لیلیٰ و لبنیٰ کی بات کرتا ہے۔ اردو کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اعتراض کم از کم اردو کی نعتیہ شاعری کی حد تک غلط اور بے معنی ہے۔

نعتیہ شاعری کی تحقیق و تنقید سے متعلق اردو کی اسی بے بضاعتی سے راقمۃ الحروف کو تحریک ملی کہ وہ اپنے تحقیقی کام کے لیے اردو کی نعتیہ شاعری کا انتخاب کرے چنانچہ اس نے عظیم المرتبت استاد ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی کے مشورے سے ''اردو کی نعتیہ شاعری میں مقامی اثرات'' کے موضوع پر کام کرنے کے لیے کانپور یونیورسٹی میں اجمالی خاکہ داخل کیا لیکن آر۔ ڈی۔ سی نے موضوع تحقیق میں ترمیم کر کے ''اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' کو بہ حیثیت موضوع تجویز کیا۔ اور اس طرح راقمۃ الحروف نے اسی موضوع پر مفصل خاکہ داخل کر کے تحقیق کی سنگلاخ وادی میں قدم رکھا۔

یہ تحقیقی مقالہ سات ابواب اور کتابیات پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلے باب میں نعت کی ماہیئت کی تفہیم و تفہم کی کوشش کی گئی ہے۔ لغات و قوامیس کی معاونت سے نعت لفظ کی لغوی و معنوی تحقیق کے بعد اس بات کی بازیافت کی گئی ہے کہ ستائش پیغمبر کے لیے نعت لفظ کا اوّل اوّل استعمال حکیم سنائی نے کیا ہے۔ نعت کی جامع و مانع تعریف کی گئی ہے اور اس کی قسموں کی نشاندہی کی گئی ہے مضامین نعت کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ نعتیہ مضامین کا سرچشمہ قرآن و احادیث ہیں۔ نعت کی تلمیحاتی افادیت سے بحث کی گئی ہے۔ نعت اور سوانح حیات کے مابین کے رشتہ کا مطالعہ کیا گیا ہے اور آداب نعت کا تعین کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں اردو کی نعتیہ شاعری کے بنیادی مآخذ پر بحث کی گئی ہے اور اسلام سے پیشتر کے صحائف اور قدیم کتابوں میں تلمیحات کے دبیز یا رقیق پردوں کے

پیچھے مخفی نعتیہ عناصر تلاش کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ویدوں کا بھی مطالعہ کیا گیا ہے۔ عربی و فارسی کی نعتیں اردو ادب کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے عربی و فارسی ادب کے نعتیہ ذخائر کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ عہد نبوی اور مابعد عہد نبوی کے شعرائے نعت کا الگ الگ تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ ان کے فکری نہج اور ان کے اسالیب بیان میں واضح فرق ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری عربی کی نعتیہ شاعری کی بہ نسبت فارسی کی نعتیہ شاعری سے زیادہ متاثر ہے۔ فارسی کی نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے اور ایرانی شاعری کے ہر ممتاز اور عہد ساز نعت گو شاعر پر بحث کی گئی ہے، جنھوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے اردو کی نعتیہ شاعری کو متاثر کیا ہے۔ فردوسی کی وہ نعت، جو شاہنامہ میں شامل ہے، نعت کے اجزائے ترکیبی (مدح اور اظہار عقیدت و محبت) کے وجود کی وجہ سے مکمل نعت ہے، ایران کے (۱۱) قد آور نعت گو شاعروں کی نعتیہ شاعری پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ فارسی کے ہندوستانی نعت گو شعراء میں عرفیؔ نے اپنی نعتوں میں آداب نعت بیان کیے، غالبؔ نے نعتوں کو جدت و بداعت اور تروتازگی دی، عزیز نے نعت کو ترنم اور عالی موسیقیت سے ہم آہنگ کیا اور اقبال نے فلسفہ اور سائنس سے مالا مال کیا نیز نعت کو تعقّل اور معقولیت سے روشناس کیا۔ ان شعراء پر بھی تفصیل سے بات کی گئی ہے۔

تیسرے باب کے آغاز میں اردو کی پیدائش اور اس کے اسباب و علل سے بحث کی گئی ہے۔ اردو کی ترویج میں صوفیائے عظام کی بیش بہا خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اردو میں نعتیہ شاعری کے نقطۂ آغاز کو تلاش کر کے پہلے نعت گو شاعر کا تعین کیا گیا ہے۔ اردو زبان کی ترویج میں دکن کا نمایاں ہاتھ ہے۔ دکن کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے اس زبان کو کنگھی چوٹی سے سنوار کر اس وقت محلوں اور درباروں میں جگہ دی جب کہ وہ شمال میں سرجھاڑ منہ پھاڑ دلی کے گلی کوچوں میں بے ٹھکانہ، بازار ہاٹ میں پریشاں حال، ماری ماری پھر رہی تھی اور کوئی اس کو منہ لگانے کو تیار نہ تھا۔ سرزمین دکن میں ولی

کے دلی آنے سے قبل نعتیہ شاعری جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی اور ہیئتی و موضوعاتی اعتبار سے نعت کے کافی نمونے معرض وجود میں آ چکے تھے۔ اس باب میں دکن کے ۲۴ مابہ الامتیاز شعراء و شاعرات کا انتخاب کیا گیا ہے اور ان کے نعتیہ سرمایہ کا بھرپور تحقیقی و تنقیدی جائزہ لے کر ان کے مواہب و عطایا نیز اضافیات سے بحث کی گئی ہے تاکہ دکن کی نعتیہ شاعری کے خدوخال نمایاں ہو جائیں۔

چوتھے باب کا عنوان ''شمالی ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' ہے۔ اس باب میں شمالی ہند کے پہلے نعت گو شاعر سے لے کر آج تک کے نمائندہ نعت گو شعراء کا تذکرہ ہے۔ سہولت کی خاطر اس باب کو سات ذیلی سرخیوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ پہلی سرخی کے تحت سوداؔ سے قبل کے شعرائے نعت کو رکھا گیا ہے۔ دوسری سرخی سودا کے نام سے قائم کی گئی ہے،، کیونکہ سوداؔ نے اردو کی نعتیہ شاعری میں سب سے پہلے باقاعدگی سے قلم اٹھایا ہے اور کئی ہیئتوں اور ساختوں میں اپنا نعتیہ سرمایہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے نعت پر نظریاتی اور عملی تنقید بھی کی ہے۔ مصحفیؔ کے دور سے میر حسنؔ، انشاءؔ، مصحفیؔ، نظیرؔ، رنگینؔ اور ممنونؔ کا انتخاب کیا گیا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے نعت کو کچھ نہ کچھ دیا ہے۔

شہیدیؔ کے عہد میں نعت کی ہمہ جہتی ترقی ہوئی اور چند ایسے شاعر بھی سامنے آئے، جنھوں نے اپنی تمام تر کاوشاتِ شعری، نعت کے لیے وقف کر دیں۔ مرزا علی بیگ نازنین نے ایک نعت ریختی میں کہی ہے، جو قدسیؔ کی مشہور غزل پر خمسہ ہے۔ نازنینؔ نے ریختی میں نعت کہہ کر یہ ثابت کر دیا کہ کوئی صنف سخن نہ آبرو باختہ ہے اور نہ آبرو افزا۔ آبرو باختگی تو خیالات میں ہوتی ہے۔

پانچویں ذیلی سرخی ہے ''محسن کاکوروی کا دور'' اس سرخی کے تحت منیرؔ، امیرؔ داغؔ اور محسنؔ کاکوروی کو شامل کیا گیا ہے۔ محسنؔ کا دور اردو کی نعتیہ شاعری کا عہد زرّیں کہا جا سکتا ہے۔ اس دور کی اردو نعت مقامی ماحولی اور زمانی رنگ سے شرابور ہے۔

چھٹی ذیلی سرخی ''حالیؔ کا عہد'' ہے حالیؔ نے نعت سے اصلاح قوم کا کام لیا

ہے۔ انھوں نے نعتیہ ادب کو مقصدیت سے روشناس کیا۔ اس ذیلی سرخی کے تحت (۱۵) ممتاز شاعروں کے نعتیہ خصائص سے بحث کی گئی ہے۔

ساتویں سرخی اقبالؔ کے نام سے قائم کی گئی ہے اور اس سرخی کے ذیل میں آج تک کے ممتاز و معروف شعرائے نعت کا نعتیہ کلام شامل ہے۔

پانچویں باب کا عنوان ''اردو کی نعتیہ شاعری میں ہندوؤں کا حصہ'' ہے اس باب میں ان نعت گو شعراء کے نعتیہ کلام کا تجزیہ کیا گیا ہے، جنھوں نے غیر مسلم ہوتے ہوئے رسولِ اسلام کی ذات و شخصیت اور آپ کے احسانات و عطیات کو اپنی فکری کاوشوں کا محور بنایا ہے۔ مذہبی قدغن اور اسلامی قیود و حصار سے آزاد ہونے کی بنا پر ان کا سارا فکری سرمایۂ نعت، احتیاط کی چھلنی اور مصلحت کی چھان پھٹک سے بے نیاز ہو کر اپنی اصلی صورت میں قارئین کے سامنے موجود ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری میں مقامی، ماحولی اور شخصی معتقدات کے اصلی خدوخال دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں ان کا اپنا ایک امتیازی مقام ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اردو کی نعتیہ شاعری کی کوئی مستند اور مکمل تاریخ ہندو نعت گو شعراء سے بے نیاز ہو کر نہیں لکھی جا سکتی۔ اس باب میں (۳۲) ان سورماؤں کا انتخاب کیا گیا ہے، جنھوں نے نعتیہ ذخیرہ میں اپنی ایک پہچان بنائی ہے۔

چھٹا باب نعت کے فنّی و معنوی تجزیہ سے وابستہ ہے نعت کا تعلق موضوع سے ہے اور ہیئت و ساخت کے اعتبار سے وہ تمام مروجہ اشکال و ہیئات میں کہی گئی ہے۔ شاعروں کے مختلف اصناف و ہیئات کی نظموں میں نعتیہ سرمایہ تلاش کیا گیا ہے اور ہر صنف میں کہی جانے والی اچھی نعتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

معجزات نبویہ پر بحث کی گئی ہے اور نعتوں میں منظر نگاری، جذبات نگاری، مرقع نگاری اور شخصیت نگاری کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مولود ناموں، معراج ناموں، وفات ناموں، شمائل ناموں، کا تجزیہ کیا گیا ہے، جن میں منظر نگاری، جذبات نگاری، مرقع نگاری، شخصیت نگاری اور کردار نگاری کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔

ساتویں باب کا عنوان نعت کی اہمیت و افادیت اور اردو ادب میں اس کی مقبولیت'' ہے۔اس باب میں نعت گوئی کے محرکات وعوامل کی تلاش کی گئی ہے،جن کی وجہ سے یہ صنف اہم مفید اور کارآمد بنی۔ انسان دوستی اور اصلاح جذبات کے عناصر جتنے اس صنف میں ملتے ہیں۔اتنے اردو کی کسی دوسری صنف شاعری میں نہیں ملتے۔ الفاظ کے انتخاب، تراکیب کے رکھ رکھاؤ، موضوع کے توازن اور اظہار کی آنچ میں جتنی ہوشداری اور صبر آزمائی اس صنف کے لیے درکار ہے، اتنی کسی دیگر ذریعۂ اظہار کے لیے درکار نہیں ہے۔تشبیہات و استعارات کے انتخاب میں بے انتہا جدت و ندرت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ جو کسی دیگر وسیلۂ ابلاغ و ترسیل میں نہیں ملتی۔

اس باب میں نعت کی مقبولیت میں حب رسول، ذریعۂ نجات کے تصور، نعت سے علماء وصوفیا کی وابستگی، میلادناموں، نعتیہ مشاعروں اور محفل سماع کے حصے سے بحث کی گئی ہے اور مستقبل میں نعت کے توقعات پر غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا گیا ہے کہ نعت کے وجود کا دامن، دامنِ قیامت سے وابستہ ہے اور اس کا مستقبل بہت تابناک ہے۔

نظریات کے ابطال و تعمیر میں ایمان بالغیب سے انحراف کیا گیا ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے، تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ لینے اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہا گیا ہے۔

کتابیات کے تحت صرف ان کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ اور مجلّات کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے، جن کے اقتباسات بطور استشہاد اس مقالہ میں مندرج ہیں، کلیات و دواوین اور مجموعہ کلام کے نام چونکہ مقالہ میں خود موجود ہیں اس لیے اس فہرست میں انھیں شامل نہیں کیا گیا۔

یہ مقالہ استاد مکرم ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ریٹائرڈ لکچرر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ کی زیرنگرانی لکھا گیا ہے۔ راقمۃ السطور کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کو اتنا لائق وفائق استاد ملا۔ راقمہ نے موصوف کی علمی بصیرت، ان کے ذوق عمل اور ان کے بے مثال خلوص ومحبت سے بیکراں فیض اٹھایا ہے۔موصوف نے پدرانہ شفقتوں کے ساتھ راقمہ کی علمی وعملی رہنمائی کی ہے۔ یہ بات از راہ اعتراف حقیقت ہے کہ اگر

موصوف کی عنایات بے پایاں شامل حال نہ ہوتیں، تو یہ تحقیقی وتنقیدی مقالہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔ راقمہ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنے شفیق استاد کا شکریہ کس طرح ادا کرے؟ درحقیقت ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ قاصر ہیں۔

یہ تحقیقی سفر حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور سے وابستہ رہ کر طے کیا گیا۔
راقمہ کالج مذکور کے شعبۂ اردو کے جملہ اساتذہ کا شکریہ ادا کرتی ہے، جنھوں نے وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا۔ کالج کے پرنسپل عالی جناب ڈاکٹر عبدالحلیم مدظلہ العالی ایک وضعدار، بے لوث اور دوسروں کے کام آنے والے عظیم انسان ہیں۔موصوف کی خصوصی توجہ سے راقمہ کو عزم وحوصلہ ملا۔ راقمہ موصوف کی بہت شکرگزار ہے۔یہیں پر بطور جملہ معترضہ عرض ہے کہ راقمہ کی اس کتاب میں کہیں کہیں پر پی ایچ ڈی کے مقالہ میں ردوبدل اور عزل واخذ بھی کیا گیا ہے۔

میں اپنے والدین کی ممنون ہوں، جنھوں نے میری تعلیم وتربیت خصوصی توجہ سے کی۔ شعروشاعری سے میری دلچسپی والدمحترم جناب محمد طاہر صاحب طاہرؔ کی دین ہے۔ وہ ایک اچھے شاعر تھے۔ میں نے آنکھ کھولتے ہی گھر پر مقامی اور بیرونی شعراء کی آمدورفت دیکھی اور ان سے کسب فیض کیا۔

راقمہ کے خسر حافظ محمد جمیل اعلیٰ اللہ درجاتہ ایک سیدھے سادے خداشناس اور خداترس انسان تھے، مرحوم کو صدقہ وخیرات اور داد ودہش میں مزہ آتا تھا۔ انٹر پاس کر لینے کے بعد راقمہ کی شادی ہوگئی تھی۔مرحوم راقمہ کو لڑکی کی طرح چاہتے تھے انھوں نے مشرقی ہونے کے باوجود راقمہ کو مغربی علوم کی تحصیل کی اجازت دے دی تھی اور وہ اس کے لیے تحریض وترغیب سے بھی کام لیتے رہے۔مرحوم کافی دوراندیش اور باشعور انسان تھے۔ انھوں نے راقمہ کو تدریسی پیشہ کی اجازت بھی دے دی تھی۔ راقمہ نے انٹرمیڈیٹ کے بعد کی ساری تعلیم سسرال میں حاصل کی۔ راقمہ مرحوم کی بہت ممنون ہے اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہے۔

راقمہ اپنے شوہر کی بہت متشکر ہے، جنھوں نے راقمہ کو وہ پرسکون ماحول عطا کیا،

جس سے وہ تحقیقی کام پورے انہماک سے کرسکی۔ موصوف کے بغیر راقمہ ہرگز وہ نہ ہوسکتی تھی، جو آج وہ ہے۔

آخر میں راقمہ خداوند قدوس کی منت شناس ہے جس کے بیکراں فضل و کرم سے یہ ہفت خوان سر کیے گئے۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

شریمتی شاہدہ پروین شاہیںؔ
ریسرچ اسکالر
کانپور یونیورسٹی، کانپور
۱۵/اپریل ۱۹۸۹ء

☆☆☆

پہلا باب

نعت کا تعارف

نعت کا لفظ وصف اور صفت کے مترادف ہے۔ وصف کے لیے کسی نہ کسی موصوف کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ وصف یعنی صفت عرض ہے اور عرض اپنے وجود اور اظہار کے لیے کسی نہ کسی ذات کی محتاج ہے۔ مثلاً سفیدی، سیاہی، گرمی اور خنکی صفات ہیں۔ یہ اپنے خارجی وجود کے لیے کسی نہ کسی ذات کا سہارا لیتی ہیں۔ سیاسی، سفیدی آدمی میں ہوگی، کاغذ میں ہوگی، دیوار میں ہوگی، کپڑے میں ہوگی، پھول میں ہوگی وقس علی ھٰذا۔ وصف کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالسلام ندوی رقم طراز ہیں:

> ''لغت میں وصف کے معنی کشف و اظہار کے ہیں اور شاعرانہ اصطلاح میں کسی چیز کے عوارض و خصوصیات کو نمایاں کرنے کا نام وصف ہے۔ [۱]
>
> بہترین وصف نگار شاعر وہ ہے، جو اپنے اشعار میں ان اوصاف کے اکثر حصے کو لائے، جن سے موصوف مرکب ہے۔ اور اس کے بعد وہ اوصاف اس قسم کے ہوں جو موصوف میں زیادہ نمایاں ہوں اور اس کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھتے ہوں۔ [۲]

وصف کی سب سے مختصر اور موجز تعریف ابن رشیق نے کی ہے۔ موصوف کتاب العمدہ''میں لکھتے ہیں کہ " **ابلغ الوصف ما قلب السمع بصراً** "[۳] یعنی سب سے بلیغ وصف وہ ہے جو کان کو آنکھ بنادے یعنی جس طرح منظر اپنے خدوخال کے ساتھ دیکھنے والے کے سامنے ہوتا ہے، اسی طرح سامع متکلم کے بیان کو کانوں سے سن کر منظر کے ایک ایک جزئیہ کا علم حاصل کرلے۔

جہاں تک نعت کی لغوی تحقیق کا سوال ہے علامہ مجد الدین محمد فیروز آبادی

۱ شعرالہند جلد دوم مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ص۔۳۹۱

۲ نقدالشعرص۔۲۱ بحوالہ شعرالہند ج۔۲،ص۔۳۹۱

۳ کتاب العمدہ ج۔۲ص۔۲۲۶۔

شیرازی نے قاموس میں نعت کی لغوی تحقیق اس طرح کی ہے:

> **"النعت کالمنع الوصف کالانتعات والفرس العتیق السباق کالمنتعت ۔ والنعت والنعیت و النعیته ونعت تکرم ۔ نعاته وامانعت کفرح فلمتکلفه واستنعته استوضعه وانعت حسن وجهه** [۴]"

ترجمہ نعت۔منع کے وزن پرصفت کے معنی میں مستعمل ہے انتعات تعریف کرنا، متصف ہونا، منتعت نعت۔نعیت ،نعیتہ کی طرح۔گھوڑ دوڑ میں سبقت لے جانے والا گھوڑا جس کی سب تعریف کریں۔فرح کے وزن پرنعیت کے معنی ہیں بہ تکلف عمدہ صفات دکھانا اور استنعتہ کے معنی بیان کرنے کو کہنا ہیں۔ اور انعت کے معنی ہیں خوبصورت چہرہ والا ہونا۔

محمد غیاث الدین مصطفیٰ آبادی عرف رامپوری نے غیاث اللغات میں نعت کی معنوی تشریح اس طرح کی ہے:

> ''نعت بالفتح، تعریف و وصف کردن از منتخب۔ اگر چہ لفظ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال این لفظ بمعنی مطلق ستایش وثنای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است و بمعنی صیغۂ اسم فاعل و اسم مفعول صیغۂ صفت مشبہ نیز می آید۔نعوت بضمتین جمع نعت۔[۵]

ترجمہ: زبر کے ساتھ نعت کے معنی تعریف اور تعریف کرنا ہیں (منتخب سے) اگر چہ لفظ نعت مطلق وصف کے معنی میں ہے لیکن اکثر اس کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق تعریف وثنا کے معنی میں آیا ہے اور اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت

۴ القاموس: علامہ مولانا سعدالدین محمد الفیروز آبادی،ص۔۱۰۰اور۱۰۱ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ۔۱۲۹۷ھ

۵ غیاث اللغات: محمد غیاث الدین ص۔۵۲۷فصل نون مع عین مہملہ۔مطبع قیومی کانپور ۱۲۴۲ھ

مشبہ کے صیغوں کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔نعوت شروع کے دوحرفوں کے پیش کے ساتھ نعت کی جمع ہے۔

مولانا عبدالمجید کتاب الصراح فی لغۃ الصحاح میں لکھتے ہیں:

''نعت،صفت، یقال نعتہ وانتعتہ ای وصفہ۔٦''

ترجمہ: نعت،صفت، کہا جاتا ہے نعتہ وانتعتہ یعنی وصفہ،اس نے اس کی تعریف کی۔

مولوی کریم الدین کریم اللغات میں نعت کی بابت یوں رقم طراز ہیں:

''نعت،تعریف،صفت۔٧

فرہنگ آصفیہ میں نعت کی لغوی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

''نعت ۔ ع۔ اسم مونث، صفت ثناء، تعریف، توصیف، مدح ثنا مجازاً خاص سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف۔٨

حافظ ابو موسیٰ نے نعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

" النعت وصف الشئ بمافیه من حسن ماله الجلیل ولا یقال فی المذموم الابتکلف متکلف فیقول نعت سوءٍ فاما الوصف فیقال فیهما ای فی المحمود والمذموم۔٩"

ترجمہ: نعت کسی چیز میں اس کے بڑے حسن کی تعریف کرنا،نعت عام طور پر بری

٦ کتاب الصراح فی لغۃ الصحاح: فاضل ادیب مولانا عبدالمجید فصل نون ص ٥٦۔
٧ کریم اللغات: مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر لاہور ١٦٩۔ بانکش مشن پریس آگرہ ١٨٦١ء
٨ فرہنگ آصفیہ ج ٤۔ ص ٥٧٩ کالم نمبر ٢ خاں صاحب مولوی سید احمد دہلوی۔ ترقی اردو بورڈ اڈیشن ١٩٧٤ء
٩ خصائل نبوی: حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث ص ٧ حاشیہ نمبر ٤ کتب خانہ یعبوی سہارنپور

صفت کے لیے مستعمل نہیں ہے۔ ہاں تکلف کے ساتھ ''نعت سوء'' بری نعت کہا جاتا ہے۔لیکن وصف کا استعمال اچھی اور بری دونوں صفتوں میں ہوتا ہے۔

محمد عبداللہ خویشگی نے نعت کے معنی ''تعریف ١٠'' صفت سردار دو عالم کی منقبت ج نعوت'' لکھے ہیں۔

نعت کے سلسلہ میں یہ بات اہم ہے کہ شعر و شاعری میں اس صنف سے بہت بے اعتنائی برتی گئی ہے اور اس طرف کما حقہ توجہ نہ دے کر اس کو محض مذہب کی چیز سمجھا گیا ہے۔ انشاء اللہ خاں انشاؔ نے اپنی تصنیف ''دریائے لطافت'' میں شاعری کی دس قسمیں بتلائی ہیں لیکن وہ بھی نعت سے چشم پوشی کر گئے اور ان قسموں میں نعت کا تذکرہ نہیں کیا۔ رام بابو سکسینہ نے ''تاریخ ادب اردو'' میں نعت کی طرف اچٹتی ہوئی نگاہ اس معنی کر کے ڈالی ہے کہ انھوں نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

''نعت اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں پیغمبر اسلامؐ کی مدح میں اشعار کہے جائیں،''١١

آغا محمد باقر نے بھی رام بابو سکسینہ کا تتبع کرتے ہوئے اپنی تصنیف میں جہاں شعر و شاعری اور نثر کی دیگر اصناف واقسام پر کچھ لکھا ہے، وہیں نعت کی بھی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

''نعت اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں پیغمبر اسلام کی تعریف کی جائے۔١٢''

ابھی حال میں شعری اصناف وہیئات پر شمیم احمد کی کتاب طبع ہو کر منظر عام پر آئی ہے جس کا عنوان ''اصناف سخن اور شعری ہیئتیں'' ہے اس کتاب میں قدرے بسط کے ساتھ نعت پر لکھا گیا ہے، موصوف نعت کی بابت رقم طراز ہیں:

''نعت: ایسے اشعار جن میں سرور کائنات پیغمبر اسلام کے اوصاف بابرکات کا

١٠ فرہنگ عامرہ: محمد عبداللہ خویشگی ص۔ ٥٤٠۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ نمبر ٢
١١ تاریخ ادب اردو: رام بابو سکسینہ، مترجمہ مرزا محمد عسکری ص۔ ٢٨٨۔ مطبع نول کشور لکھنؤ۔
١٢ تاریخ نظم ونثر: آغا محمد باقر ص۔ ٣٣۔ ٣٤ ناشر آزاد بک ڈپو امرتسر

ذکر بہ توصّف و عقیدت ہو شعری اصطلاح میں نعت یا نعتیہ اشعار کہلاتے ہیں۔ نعتیہ اشعار بالعموم کسی نظم یا مثنوی کے شروع میں لائے جاتے ہیں۔ ویسے نعتیہ نظمیں علاحدہ سے بھی لکھی گئی ہیں اور یوں ہمارے یہاں نعتیہ شاعری کی خاصی مقبول روایت رہی ہے۔ نعتیہ قصائد بھی بکثرت لکھے گئے ہیں۔''۱۳؎

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے نعت کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

''نعت کے معنی یوں تو وصف کے ہیں، لیکن ہمارے ادب میں اس کا استعمال مجازاً حضرت رسول کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف محمود و ثنا کے لیے ہوا ہے، جس کا تعلق، دینی احساس اور عقیدت معنوی سے ہو۔۱۴؎''

ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''نعت اس کلام منظوم کو کہتے ہیں، جو حضور انور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں زیب قرطاس ہو۔۱۵؎''

اگر نعتیہ سرمایہ کو مدنظر رکھتے ہوئے نعت کی ان تمام تعریفوں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نعت کو تعریف کے حصار میں مقید کرنے کی یہ تمام کاوشیں نامکمل اور ادھوری ہیں۔ تعریف کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جامع و مانع ہو یعنی جس کی تعریف کی جارہی ہے، اس کی کوئی شق یا قسم تعریف کے قلم رو سے باہر نہ نکل پائے اور کسی دوسری صنف کی کوئی شق یا قسم اس کی حد بندی توڑ کر اس میں داخل نہ ہو جائے۔ نعت کی مرقومہ بالا تعریفیں اس معنی کر کے مانع تو ہیں کہ غیر نعت اس کے سرمایہ میں داخل نہیں ہو پاتی لیکن یہ تعریفیں جامع نہیں ہیں کیونکہ ان تعریفوں کی رو سے وہ تمام

۱۳؎ اصناف سخن اور شعری ہیئتیں شمیم احمد ص۔۲۸و۲۹: کوالٹی آفسیٹ پرنٹنگ پریس نرینا نیو دہلی ۱۹۸۱ء
مرزا محمد عسکری نے آئینۂ بلاغت کے صفحہ ۳۸ پر نعت کی تعریف رقم کرتے ہوئے لکھا ہے ''نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار'' اکاڈمی اڈیشن ۱۹۸۴ء

۱۴؎ اردو میں نعتیہ شاعری: ڈاکٹر سید رفیع الدین ص۔۳۰: اردو اکیڈمی مورخہ اکتوبر ۱۹۷۶ء

۱۵؎ اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ ص۔۵و۶ ناشر دانش اکیڈمی ملکی محلّہ آرہ (بہار)

نعتیہ ذخیرہ نعت کے حصار سے نکل جائے گا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے متعلق دلی جذبات کا اظہار ہو یا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات منسلکات کو محور موضوع بنایا گیا ہو۔ واضح ہو کہ قلمرو نعت میں اس قسم کے ذخیرہ کی تعداد معتدبہ اور وافر ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ نے اپنی تصنیف ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں نعت کی تعریف قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لغوی اعتبار سے ہر صفت کو نعت کہیں گے، لیکن شعراء کی اصطلاح میں نعت اس صنف کو کہتے ہیں جس کا مطمح فکری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور اس کے متعلقات ہوں۔ نعت میں بہت وسعت ہے، کیونکہ اس میں ہر قسم کے مضامین، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے متعلق ہوں، بیان کیے جاسکتے ہیں اور اس طرح عشق نبوی اور فنا فی الرسول میں طاری ہونے والے جملہ جذبات کی ترجمانی نعت کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ ایسی نعتوں میں بلا کا سوز و گداز ہوتا ہے۔۔۔ نعت نے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میمنت لزوم کے شعری بیان ہی میں اپنے کو محصور نہیں رکھا بلکہ اس نے پیغام محمدؐ کو عوام تک پہنچایا، مادی وسائل میں پست قوموں میں علوہمتی، آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ امیر و غریب کا فرق مٹا کر مساوات کا سبق پڑھایا، عداوت اور نفرت کی آگ میں جلنے والے سینوں کو اخوت اور ہمدردی کی بہترین دولت سے مالا مال کردیا۔ سارے عالم کے انسانوں کو پیغام دیا کہ ان کا رابطہ انسانی برادری سے ہے اور وہ عالمی برادری کے افراد ہیں۔۱۶؎

۱۶؎ نعتیہ شاعری کا ارتقاء (عربی و فارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ص۔۲۳ مطبوعہ فائن آفسیٹ ورکس الہ آباد ۱۹۸۳ء

نعت کی یہ تعریف جامع و مانع ہے، کیونکہ اس میں ''ذات گرامی اور اس کے متعلقات'' کے ذریعہ نعت کی تمام شقوں کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔

معروضات ماسبق کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ نعت کے معنی تعریف اور وصف بیان کرنا ہے۔ اس طور پر لغوی اعتبار سے یہ تشریح حمد و نعت، منقبت اور مدح سبھی کو اپنے حیطۂ فرماں روائی میں لیے ہوئے ہے نیز یہ نثر و نظم دونوں کو مشمول ہے۔ لیکن شعرو شاعری کی اصطلاح میں ہر ایک کا مفہوم جداگانہ ہے۔ اس نظم کو، جس میں ذات باری کی ثناخوانی کی جائے حمد کہا جاتا ہے جب کہ بزرگان دین کی تعریف و توصیف کو منقبت سے یاد کیا جاتا ہے اور دیگر سربراہ ملت اور عمائد قوم کے لیے مدح کا لفظ مستعمل ہے۔ محبوب رب العالمین کا تذکرہ نظم و نثر ہر دو اصناف ادب میں کیا گیا ہے۔ باعث تخلیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نثری تذکرہ کے لیے مغازی اور سیر کی اصطلاح متعین ہے۔

سیرت کی پہلی کتاب، ابن اسحاق نے مرتب کی تھی جن کی جائے ولادت مدینہ اور سن ولادت ۸۵ھ = ۷۰۴ء ہے۔ ابن اسحاق کی سیرت اب ناپید ہے سیرت کی دوسری کتاب ابن ھشام کی سیرت ہے، جس میں پوری سیرت ابن اسحاق آگئی ہے۔ ۱۷

مغازی کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دنیائے مغازی کے اولین تینوں علماء جنھوں نے مغازی کو کتابی شکل میں مدون کیا باہم معاصر ہم ذوق اور ہم وطن ہیں۔ عروہ ابن زبیر متوفی ۹۴ھ ابان بن عثمان متوفی ۱۰۵ھ اور محمد ابن شہاب متوفی ۱۲۴ھ۔ اس طور پر مغازی اور سیر کی تدوین کی ابتدا پہلی صدی کے نصف آخر میں ہوئی۔ ۱۸

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور متعلقات کا بیان جب شعرو شاعری میں ہوتا ہے تو اسے اصطلاحی معنی میں نعت کہتے ہیں۔ اس طور پر سیرت النبی کامل مرتبہ ابن اسحاق سیرت کے زمرہ میں آتی ہے، کیونکہ یہ نثر میں ہے اور اس سیرت کا منظوم ترجمہ، جس کے مصنف فتح الدین محمد ابن ابراہیم معروف بہ ابن شہید متوفی

۱۷ سیرت النبی کامل: مرتبہ ابن ہشام ص ۱۲۷ اعتقاد (پبلشنگ ہاؤس دہلی)

۱۸ معارف مارچ ۱۹۸۹ء ص۔۱۶۷: دفتر دارالمصنفین، اعظم گڑھ

۹۳۷ھ = ۱۳۹۱ء ہیں اور جس کا نام فتح الغریب فی سیرت الحبیب ہے نعت کے زمرہ میں آئے گی۔

معروف و مشہور شاعر عرفی نے نعت و مدح کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے:

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہ کونین و مدیح کے و جم را۔ ۱۹

نعت لفظ کا استعمال سب سے پہلے عباس مروزی متوفی ۲۰۰ھ کے یہاں ملتا ہے۔ یہ استعمال لغوی معنی میں ہوا ہے۔ عباس مروزی کے محولہ بالا اشعار رقم ذیل ہیں:

کس برایں منوال پیش از من چنیں شعرے نگفت
مرزبان فارسی را ہست مرایں نوع بیں
لیک زاں گفتم من ایں مدحت ترا تا ایں نعت
گیرد از مدح و ثنائے حضرت توزیب وزیں

مروجہ اصطلاحی معنی میں اس لفظ کا استعمال جیسا کہ صاحب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' نے واضح کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کا استعمال اپنی ذات، متعلقات اور منسلکات ہی کے معنی میں کیا ہے۔ شان ورود ملاحظہ ہو:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا، جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کرتا تھا، بیمار ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے لڑکے کے سرہانے اس کے باپ کو تورات پڑھتے ہوئے دیکھ کر اس سے (باپ

۱۹ قصائد عرفی ص۔۶ مطبوعہ قیومی پریس کانپور فروری ۱۹۱۶ء

ب نعتیہ شاعری کا ارتقاء، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ص۔۲۲۳

سے) فرمایا: اے یہودی! میں تجھ کو اس خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی، کیا تو تورات میں میری نعت، میری صفت اور میرے مخرج (بعثت، ہجرت، مدفن) کا تذکرہ پاتا ہے؟ اس نے جواباً انکار کیا تو لڑکا بول اٹھا کہ خدا کی قسم میں تورات میں آپ کی نعت، آپ کی صفت اور آپ کے مخرج کا تذکرہ پاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بلاشبہ آپ خدا کے رسول ہیں۔۲۰

جہاں تک نعت کے مادہ کے استعمال کا سوال ہے، تو اس کا جواب شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ایک حدیث میں ملتا ہے۔۲۱

اس حدیث کے راوی اوّل حضرت علیؓ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی مکمل حلیہ شریفہ بیان کی اور اس میں اپنے لیے ''ناعت'' لفظ استعمال کیا جو نعت کا اسم فاعل ہے۔ مناسب ہوگا کہ مکمل حدیث بغرض ملاحظہ نقل کر دی جائے:

ترجمہ: ابراہیم بن محمد جو حضرت علی کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے، تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے۔ آپ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ میں

۲۰ نعتیہ شاعری کا ارتقاص۔۲۳

۲۱ شمائل ترمذی صفحات ۱و۲

تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آپ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز۔ بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پر گوشت تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر بال نہ تھے۔ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ کے ہاتھ اور قدم مبارک پر گوشت تھے۔ جب آپ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ختم کرنے والے تھے نبیوں کے، آپ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ آپ کو جو شخص یکایک دیکھتا، مرعوب ہو جاتا تھا البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپ کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر آپ کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ کا ناعت (حلیہ بیان کرنے والا) صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال و باکمال حضور سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔۲۲''

اس طور پر اوپر نقل کی گئی حدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت علی نے حلیہ بیان کرنے والے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے والے کے لیے ناعت لفظ استعمال کیا ہے۔ عربی زبان و ادب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے لیے مدیح کا لفظ مستعمل تھا اور اس لفظ کے ساتھ صفاتی الفاظ جوڑ کر نعت کا مفہوم پیدا کیا جاتا تھا۔ جیسے مدیح خیر المرسلین، مدیح خیر النبی، المدائح النبویہ البریہ کی ایسی تراکیب۔

۲۲ خصائل النبوی ترجمہ شمائل ترمذی صفحات ۶و۷ ترجمہ ماخوذ از نعتیہ شاعری کا ارتقاص۔۲۱و۲۲

جہاں تک فارسی زبان وادب میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لیے اصطلاحی الفاظ کے استعمال کا سوال ہے وہاں اوّل اوّل ستائش پیغمبر کی ترکیب رائج تھی۔ حکیم سنائی نے سب سے پہلے اس ترکیب کو بدل کر نعت کی ترکیب رائج کی اور اس کے بعد فارسی اور اردو ادب میں یہی لفظ پیغمبر اسلام کی شاعرانہ تعریف وتوصیف کے لیے متعین ہوگیا اور اس طور پر ان دو زبانوں میں پیغمبر کی ستائش اور نعت لازم وملزوم ہوگئے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ حکیم سنائی کا محولہ بالا شعر دلیل میں نقل کردیا جائے:

درسخن جز نام او گفتن خطا باشد خطا
درہنر جز نعت او گفتن ستم باشد ستم

عقیدت وخلوص، جذبہ کی پاکیزگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کے بغیر ایک اچھی نعت معرض وجود میں نہیں آسکتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طور پر محبت کرنا کہ آپ سے زیادہ کسی دوسرے سے محبت نہ رکھی جائے ایمان کی نشانی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

(تم میں سے کوئی فرد اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب
تک کہ وہ اپنے ماں باپ اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ
مجھ کو محبوب نہ رکھے۔)۲۳

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آپؐ سے اسی قسم کی محبت کرتے تھے حضرت علیؓ مرتضٰی سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمھاری محبت کیسی تھی۔ آپ نے فرمایا بخدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال اولاد فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے اور اس سے بھی زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے۔

ایک اور صحابی کا تذکرہ ہے کہ انھوں نے ایک پکی رہائش بنائی اور جب ان کو احوال وکوائف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری خاطر کا علم ہوا تو فوراً اس عمارت کو ڈھادیا۔

۲۳ مسلم شریف، جلد اول ص۔۴۹، اصح المطابع لکھنؤ

ابوداؤد شریف میں روایت کا اندراج اس طرح ہے:

انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ایک دفعہ باہر نکلے تو ایک اونچا گنبد نظر آیا۔ پوچھا یہ کیسا ہے؟ صحابہ نے عرض کی یہ فلاں انصاری کا مکان ہے یہ سن کر آپؐ خاموش ہوگئے، لیکن اس مکان کو ذہن میں رکھا جب اس کا مالک آیا اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔ آپ نے اس سے روگردانی کی۔ اس نے کئی مرتبہ آپ سے سلام عرض کیا لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا، بلکہ آپ کے چہرہ مبارک پر خفگی کے آثار نظر آئے، اس نے اپنے ساتھیوں سے یہ ماجرا بیان کیا کہ مجھے آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کچھ تبدیل نظر آرہی ہے۔ کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا آپؐ نے تیرا گنبد دیکھا ہے اس وجہ سے آپ ناراض ہیں، یہ سن کر وہ آدمی اپنے گھر آیا اور اپنے گنبد کو منہدم کردیا حتی کہ زمین کے برابر ہوگیا۔ پھر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تو آپ کو وہ گنبد دکھائی نہ دیا۔ پوچھا کہ گنبد کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا اس کے مالک نے ہمارے پاس آپ کی روگردانی کا ذکر کیا تو ہم نے بتایا کہ تمھارے گنبد کی وجہ سے آپ ناراض ہیں۔ چنانچہ اس نے گنبد کو زمین بوس کردیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر تعمیر انسان کے لیے وبال ہے، ہاں ایسی تعمیر جس کے بغیر چارۂ کار نہیں اس کی اجازت ہے۔''۲۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آپ سے کس قسم کی شیفتگی رکھتے تھے اس کی ایک ہلکی سی جھلک عروہ ابن مسعود کی رپورٹ کے مندرجہ ذیل حصہ سے ملتی ہے۔ عروہ ابن

۲۴ ابوداؤد بحوالہ تاریخ حرمین شریفین، عباس کرارہ مصری ص۔۹۹۔۱۰۰ تاج کمپنی دہلی ۶۔1985
حصہ دوم، تاریخ حرم مدنی

مسعود کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس ہدایت کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ نبی امی اور مسلمانوں کی حالت بغور دیکھ کر قریش کو بتلائیں۔ محولہ بالا رپورٹ کے مذکورہ بالا جز کو بغرض ملاحظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں کہ گویا اب لڑ پڑیں گے، حضور اکرم کے دہن پاک سے جو شے نکلتی ہے اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے، جسے وہ سر پر مل لیتے ہیں حضور اکرمؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑ پڑتے ہیں۔ حضور اکرم کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور اکرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔۔۔۔

لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے، اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمد کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو خود اس کے دربار اور ملک میں بھی حاصل نہیں ہے ؐے

حضرت حسان ابن ثابت انصاریؓ نے اپنی ایک نعت میں واضح لفظوں میں فرمایا تھا

فان ابی ووالدہ وعرضی　　　لعرض محمد منکم وقاء [۲۵]

ترجمہ: میرا باپ اور ان کا باپ اور مری عزت آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے ڈھال ہے۔

ؐے سیرت النبی مکمل ج ۲۔ ابن ہشام ص۔ ۳۷۴۔ سیر الصحابہ حصہ ہفتم میں الفاظ اس طرح ہیں ’’محمدؐ تھوکتے ہیں تو ان کے ساتھی بلغم اور تھوک کو ہاتھوں اور چہرے پر مل لیتے ہیں‘‘ ص۔ ۱۸۰ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ طبع دوم ۱۹۵۵ء

بخاری کتاب شروط فی الجہاد المصالحۃ مع اہل الحرب بحوالہ سیر الصحابہ حصہ ہفتم ص۔ ۱۸۰

۲۵ دیوان حسّان ص۔ ۲، مطبوعہ لندن۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اچھی نعتیہ شاعری بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی شیفتگی اور عقیدت کی گیرائی کے معرض وجود میں نہیں آسکتی، نعت کے خاص اجزائے ترکیبی مدح اور اظہار محبت وعقیدت ہیں۔

نعت کی قسمیں:

(۱) رسمی نعت

(۲) مقصدی نعت

(۳) اصلاحی نعت

رسمی نعت: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر بڑے کام کو خدا اور رسول کے تذکرے سے شروع ہونا چاہیے۔ اسی لیے تقریباً ہر شاعر نے اپنے دیوان کا آغاز حمد و نعت سے کیا ہے۔

دیلمی نے اپنی کتاب سند الفردوس میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

’’کل امر ذی بال لا یبدء فیہ بحمد اللّٰہ و الصلوٰۃ علی فھو اقطع ابترممحوق من کل برکۃ۔‘‘ ؎

(اربعین: رہادی و مسند الفردوس: دیلمی بحوالہ شرح الوقایہ المجلد الاول، الدیباجہ (الحمد و النعت) ص ۴۸

ترجمہ: ہر اہم کام جو اللہ کی تعریف اور میری نعت سے شروع نہ کیا جائے ناقص اور برکت سے محروم ہے۔

(۲) **مقصدی نعت:** خدا و رسول نے لایعنی شاعری کی مذمت کی ہے۔ اور ہر شے میں مقصدیت پر زور دیا ہے۔ نعت کا وجود ایک مقصد کے تحت ہوا ہے۔ باقاعدہ نعتیہ شاعری کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں ابوسفیان بن حارث ابن عبدالمطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار ابن خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہجو کرتے تھے۔لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کے جواب میں آپ ہجو لکھیں، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو تو میں آمادہ ہوں آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا "علی اس کام کے لیے موزوں ہیں" لیکن اس کو انصار کریں گے جنھوں نے میری تلوار سے مدد کی ہے۔" حسان نے زبان پکڑ کر کہا میں یہ کام بخوشی کروں گا قبول کرتا ہوں [۲۵]

حضرت حسان ابن ثابت کے اس شعر کو مد نظر رکھ کر جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے نیز روحِ نعت کو دھیان میں رکھتے ہوئے جب نعت گوئی کے مقصد کے تعین کی بات آتی ہے تو درج ذیل مقاصد سامنے آتے ہیں۔

(۱) تحفظ ناموس رسول
(۲) اشاعت تعلیمات نبوی
(۳) اظہار عقیدت وخلوص
(۴) کائنات کو کامیاب زندگی گزارنے کے اصول وقوانین کا اعطاء
(۵) خدا سے جزاء کی امید

۳۔ اصلاحی نعت: نعتوں کے ذخیرہ میں ان نعتوں کی تعداد خاصی ہے جن میں اصلاحی طرز اپنا گیا ہے۔

درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد معاشرے اور قوم کی اصلاح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد کی وضاحت قرآن کریم میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين" [۲۶]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو عالمین کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن کی حیثیت ایک نسخۂ کیمیا کی ہے جو کوئی اس پر عمل پیرا ہوگا قلبی اطمینان اور سکون پائے گا۔ اور دوسرے لوگ بھی اس سے راحت پائیں گے۔

دکن میں نعتیہ شاعری کی ابتدا مقصدی اور اصلاحی رنگ سے ہوئی۔ مولانا باقر

۲۵ سیر الانصار حصہ اول: مولانا سعید احمد انصاری ص۔۳۳۲
۲۶ القرآن الکریم پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء۔ آیت ۱۰۷۔

آگاہ نے اپنے نعتیہ کلام "ہشت بہشت" کی وجہ تخلیق ہی یہ بتلائی ہے کہ وہ فتاحی کے اغلاط کی تصحیح کریں متعلقہ اشعار ملاحظہ ہوں

جیسا فتاحی لکھا ہے معجزات — اکثر اس میں ہے غلط اور جھوٹ بات
اور بولیں نور و شمائل کا بیان — اور یوں معراج نامہ ائے میاں
اور وفات شاہ کا ذکر اس نمط — اکثر ان نسخوں کا مضمون ہے غلط

اور یہی اصلاحی اور معلمانہ رنگ میر نوازش علی شیدا کی "اعجاز احمدی" میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

شمالی ہند کی شاعری میں مولانا حالی اور شبلی کا دور اصلاحی دور کہا جاتا ہے۔ حالی کی مسدس مد جزر اسلام اصلاحی نعت کا باقاعدہ سنگ میل ہے، مولانا شبلی کی نظمیں بھی اسوۂ رسول کی آئینہ داری کرتی ہیں، حالی اور شبلی کے دور سے 'معراج نامہ' 'وفات نامہ' 'مولود نامہ' کی طرف سے شعراء کے رجحانات ہٹ کر روح نعت کی طرف مبذول ہوئے۔ اب شعرا نے تعلیمات نبوی کو اجاگر کر کے پراگندہ حال دنیا کی پراگندگی کا علاج پیش کیا۔ شعرائے نعت نے مسلمانوں کے ادبار کے اسباب وعلل تلاش کیے اور اس بات کی وضاحت کی کہ مسلمانوں کی نکبت کا سبب اسوۂ رسول سے ہٹ جانا ہے اور واضح طور پر بتلایا کہ گمشدہ اقبال جادۂ رسول پر گامزنی ہی سے ملے گا۔ اصلاحی نعتیہ شاعری کے تخلیق کاروں میں نظم طباطبائی، ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، علامہ ماہر القادری اور حمید لکھنوی کے نام خاصی وقعت کے حامل ہیں۔

مضامین نعت کے مآخذ: مضامین نعت کے مآخذ قرآن و احادیث نبویہ ہیں خداوند قدوس نے کلام پاک میں صدہا مقامات پر اپنے محبوب نبی امی کی نعت بیان کی ہے۔ قرآن کریم میں صرف چار مقامات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آیا ہے اور وہ بھی احتیاج کے تحت ورنہ سبھی مقامات پر آپ کو آپ کے اوصاف کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ وہ چار مقامات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ومامحمد الا رسول۔ پارہ۴ سورہ آل عمران۔
۲۔ ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم۔ پارہ۲۲ سورہ احزاب

٣۔ **اٰمنوا بما نزل علی محمد**۔ پارہ ٢٦ سورہ محمد

٤۔ **محمد رسول اللّٰہ**۔ پارہ ٢٦ سورہ فتح

بقیہ مقامات پر حسب تذکرہ بالا اوصاف نبی کے سہارے آپ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ کہیں پر **یا ایھا المزمل** کے ذریعہ، کہیں پر **طٰہٰ یاسین** کے ذریعہ اور کہیں پر **یا ایھا المزمل یا یا ایھا المدثر** کے سہارے اور کہیں پر عبد کے محبوب لفظ سے تخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں نبی امی کے اوصاف کے علاوہ آپ کے متعلقات ومنسلکات کا بھی بیان ہے حتیٰ کہ آپ کے مسکن تک کی قسم کھاتے ہوئے کہا گیا ہے ”**لا اقسم بھٰذالبلد وانت حل بھٰذ البلد**۔“ **ھٰذا لبلد** (اس شہر) کی قسم کھانے کی وجہ بھی بتلا دی گئی اور وہ یہ ہے کہ آپ وہاں قیام فرما ہیں۔

قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ اس کثرت اور اس استیعاب کے ساتھ ہے کہ بقول مولانا عبدالقیوم ندوی آپ کے ”کل حالات زندگی صرف قرآن کریم سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ ٢٧ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے ”نعتیہ شاعری کا ارتقاء“ کے صفحات ٢٨، ٢٩، ٣٠، ٣١، ٣٢، ٣٣، ٣٤، ٣٥، ٣٦، اور ٣٧ میں ستاون عنوانات کے ذریعہ ان آیات قرآنی کو قلم بند کیا ہے، جن میں نعتیہ مضامین موجود ہیں اور جن کو شعراء نے نعتیہ کاوشات کے لیے اکثر و بیشتر ماٰخذ بنایا ہے یہ آیات اکثر و بیشتر بطور تلمیحات مستعمل ہوئی ہیں۔“

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اشعار کو سماعت فرماتے تھے۔ اور اچھے اشعار پر انعام واکرام سے بھی نوازتے تھے۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت کو شیریں نام کی جاریہ بطور صلۂ شعر عنایت فرمائی تھی۔ ٢٨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو ان کے نعتیہ اشعار پر جنت کی بشارت عطا فرمائی اور ایک بار جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو ان کی نعتیہ کاوش پر فرمایا تھا کہ ”کہو اللہ تعالیٰ تمھارے منہ کو سالم رکھے۔“ ٢٩

٢٧ تاریخ اسلام کامل، عبدالقیوم ندوی ص۔٣ ہمدم پریس فرنگی محل لکھنؤ

٢٨ خزانہ عامرہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی ص ٤

٢٩ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: اشرف علی تھانوی ص۔٨ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب ابن زہیر کو ان کے قصیدہ بردہ کے اکیانویں شعر پر بطور انعام بردہ مبارکہ مرحمت فرمائی تھی۔ اور حشو وزوائد سے کلام کو پاک کیا تھا۔ ٣٠ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان ابن ثابت کے لیے اعزازاً مسجد میں منبر رکھواتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر نعت خوانی کریں۔ ٣١

احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اپنی نعت کہی ہے مشتے نمونہ از خروارے:

١۔ **انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب** ٣٢

میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا لڑکا (پوتا) ہوں۔

٢۔ **اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ** ٣٣
فاغفر الانصار والمھاجرہ،

اے اللہ عیش تو صرف آخرت کا عیش ہے۔ اے اللہ انصار و مہاجرین کو بخش دیجیے۔

٣۔ **ھل انت الا اصبع دمیت** ٣٤
و فی سبیل اللّٰہ ما لقیت

تو صرف انگلی ہے، جو خون آلودہ ہوگئی ہے اور تجھ کو خدا کے راستے میں یہ تکلیف پہنچی ہے۔

ایک اچھا نعت گو اپنی نعتیہ شاعری کی تخلیق میں احادیث و قرآن کو بنیاد بناتا ہے اور اس میں بھی وہ صحت وصداقت کا پورا لحاظ رکھتا ہے کیونکہ اس باب میں صراط مستقیم اور جادۂ توازن و اعتدال سے سر مو انحراف قابل گرفت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تذکرہ میں کمال دیانت اور راست گوئی کے مکمل اہتمام کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا ”**من کذب** ٣٤ **علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ فی النار**“ ترجمہ جس نے جان بوجھ کر میری جانب غلط بات

٣٠ ارشاد الی بانت سعاد: مولوی ذوالفقار علی ص۔٤٤ بحوالہ نعتیہ شاعری کا ارتقاء: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد ص ١٥٥

٣١ شمائل ترمذی ابوعیسیٰ ص۔١٢٨۔ کتب خانہ محبوبی سہارنپور۔

٣٢ خصائل النبوی ص۔١٢٤

٣٣ مشکوٰۃ شریف ص۔٤٠٩

٣٤ مشکوٰۃ شریف ص۔٤٠٩

٣٤ المشکوٰۃ المصابیح ص۔٣٥

منسوب کی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

موضوعات نعت: نعت کا شمار موضوعاتی شاعری کے ذیل میں آتا ہے۔ عالمی ادب کے سبھی شاہکار موضوعاتی شاعری سے متعلق ہیں (۱) ہومر کی ایلیڈ اور اڈیسی (۲) ورجل کی انیڈ (۳) ویاس کی مہابھارت (۴) فردوسی کا شاہنامہ (۵) کالی داس کے ڈرامے (۶) ڈانٹے کی طربیہ خداوندی (۷) نظامی کا خمسہ (۸) ملٹن کی پیراڈائز ڈلاسٹ (فردوس گمشدہ) (۹) تلسی کی رامائن اور گوئٹے کی فاؤسٹ سبھی موضوعاتی شاعری کے زمرے میں آتے ہیں۔

نعت کا موضوع بے حد وسیع ہے۔ اس موضوع کا مطمح نظر وہ ذات گرامی ہے، جو باعثِ تخلیق کائنات اور محبوب رب العالمین ہے۔ حدیث قدسی ہے "**لو لاك لما خلقت الافلاك**" ۳۵؎ یعنی اگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق نہ کرنی ہوتی، تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ قرآن کریم میں آپ کے اخلاق کی مدحت سرائی میں فرمایا گیا: "**انك لعلی خلق عظیم**" ۳۶؎ (بیشک آپ اخلاق میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔) اس طور پر کائنات اور کائنات کی ہر شی موضوع نعت کے زمرہ میں آتی ہے اور نعتیہ ذخیرہ کے توسط سے حیات انسانی کی تمام سماجی، معاشی، نفسیاتی، تمدنی، تہذیبی اور معتقداتی کاوشوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ نعتیہ سرمایہ میں معمولات نبوی، غزوات نبوی، عبادات نبوی، پیغامات نبوی، اخلاق نبوی، آپ کے حسن عمل، حسن خیال، حسن بیان، حسن معاملہ، عدل و انصاف، شجاعت و دیانت، عزم و استقلال، جود و سخا، احسان و ایثار، سادگی و بے تکلفی، رعب داب، شرم و حیا، مساوات و تواضع، ایفائے عہد و مہمان نوازی، عفو و حلم، زہد و اتقا، صبر و قناعت، رحم و عطا، حلم و مروت، محبت و شفقت، عبادت و تعزیت، جانگدازی و رقیق القلبی، لطف طبع، لطف سخن، فصاحت و بلاغت، ذکاوت و فطانت کی نقشہ کشی کے پردہ پر مکمل انسانیت اور تمدنی زندگی کے تمام پہلوؤں کی عکاسی ملتی ہے۔

نعت کا تلمیحاتی ورثہ: نعت سے منسلک مضامین نے جب اپنا اجمالی بیان اشاروں میں کیا، تو اس سے تلمیحات کا دامن وسیع ہو گیا۔ علامہ

۳۵؎ الکلام المبین مفتی محمد عنایت احمد ص ۳ بر حاشیہ ۲؎
۳۶؎ القرآن الحکیم پارہ ۲۹ سورہ قلم۔ آیت ۴

سعد الدین تفتازانی نے تلمیح کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تلمیح یہ ہے کہ کلام کے درمیان میں عوام کے مابین مشہور کسی قصہ، شعر یا مثل کی طرف ان کے تذکرہ کے بغیر اشارہ کیا جائے۔ تلمیح نظم و نثر دونوں میں ہوتی ہے اور ہر دو اقسام ادب میں مشار الیہ یا قصہ ہوگا، یا شعر یا مثل، اس طرح تلمیح کی چھ قسمیں ہوئیں۔ ۳۷؎

محمود نیازی نے اپنی کتاب ''تلمیحات'' میں تلمیح کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

''انسان نے تہذیب و تمدن کی منزلیں آہستہ آہستہ طے کی ہیں۔ جب اس نے کائنات ارضی پر قدم رکھا تو وہ اظہار مطالب اور گفتگو سے بالکل واقف نہ تھا سارے کام اشاروں میں ہوتے تھے۔ ان اشاروں نے رفتہ رفتہ گفتگو کی شکل اختیار کر لی اور انسانی شعور کی ترقی کے ساتھ زبان نے موجودہ شکل اختیار کی ہے ہزاروں سال کے اسی طویل سفر میں جو معاشرتی، سماجی اور تمدنی تبدیلیاں ہوئی ہیں، ان سے بے شمار قصے وابستہ ہیں۔ انسان کی قدیم تاریخ، مشاغل، رسم و رواج عقائد و اوہام اور جنگ و جدل سے وابستہ ہزاروں کہانیاں اور داستانیں موجود ہیں۔ ان قصے کہانیوں اور افسانوں کی طرف جو لفظ، کہاوتیں اور ضرب الامثلیں اور محاورے اشارے کرتے ہیں، ان کو ادبی اصطلاح میں تلمیح کہا جاتا ہے۔ تلمیح کے لغوی معنی بھی کسی چیز پر اچٹتی نظر ڈالنا ہے یا کسی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ۳۸؎

تلمیح میں کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ بات کہہ پانے کی خصوصیت ہے۔ کلام میں رنگارنگی پیدا کرنا بھی اس کا ایک خاصہ ہے۔

شاید تلمیحات کا جس قدر اور جس جس طرح استعمال نعت میں ہوا، اتنا کسی دوسری صنف ادب میں نہیں ہوا۔

نعتیہ تلمیحات کو مندرجہ ذیل مختلف شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

خالصِ ادبی تلمیحات:

سوداؔ
موسیٰ و خضر اور مسیح در پہ انھوں کے وقت طوف
ایک بنے جو چوب دار کرتے ہیں اہتمام دو

۳۷؎ مختصر المعانی: علامہ سعد الدین التفتازانی ص ۔۵۳۲۔ مکتبہ رحیمیہ سہارنپور دیوبند
۳۸؎ تلمیحات: محمود نیازی ص ۔۵ بار دوم اپریل ۱۹۷۳ء سمنا پرنٹنگ پریس لکھنؤ

سوداؔ   اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

سوداؔ   جسے یہ صورت وسیرت کرامت حق نے کی ہوئے
بجا ہے کہئے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی

شہیدیؔ   عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا

تاریخی تلمیحات:

صنعتی   ہوا جب تو اس رات براق پر سوار
سرافیل تھا خاص غاشیہ دار

''   کہ توریت ہے حق تعالیٰ کی بات
محمدؐ کی دیکھی ہوں اس میں صفات

مومنؔ   ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینہ کی
دم مسیح کو ہے جس کی حسرت پابوس

مومنؔ   جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
نہ دیتی دل کبھی یوسف کو دختر طیموس

حالی   یکا یک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحانے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیح

نظم طباطبائی: سنی تھی اک صدا موسیٰ نے وادیٔ مقدس میں
یہ گذرے جس طرف سے ان کو آواز درود آئی

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ

قرآنی تلمیحات:

محترمہ رسول جہاں بیگم بیدلؔ   قول اکملت لکم ہے جس کے افسر کا نگیں
قاب قوسین اور ادنی کی خلوت کا مکیں

محمد الیاس برنی   کیسے ہیں محبوب، امر حق یہ ہے صلوا علیہ
یاد ان کی بھی ہے ذکر اللہ سے ملتی ہوئی
غلغلہ کیسا رفعنا لک ذکرک سے ہوا
شہرت ان کی بھی ہوئی حمد اللہ سے ملتی ہوئی
کیسے ہیں سیاح سبحان الذی اسریٰ تو دیکھ
سیر ان کی بھی ہے سیر اللہ سے ملتی ہوئی
چشم حق میں کیا ہے مازاغ البصر وماطغیٰ
دید ان کی بھی ہے علم اللہ سے ملتی ہوئی
کیا تقرب کیا اطاعت مارمیت اذرمیت
ان کی جنبش بھی ہے فضل اللہ سے ملتی ہوئی

احادیثی تلمیحات:

سودا   خدا کا اوس کو ہم سمجھیں نہ ثانی
پر اوس سے ہے حدیث من رانی

سوداؔ   محمد علم کا گھر ہے علی اوس کا ہے دروازہ
غلام اوس کا ہو تو جو کلب ہو باب محمد کا

عزیز لکھنوی   بہار گلشن الفقر فخری
طراز دامن الفخر فخری
نگین خاتم سلمان منا
خدیو عالم سلمان منا

خد یو کشو ر کن شا ہ لو لا ک
کہ جس کے فرش پا انداز افلاک

مذہبی تلمیحات:

سراج اورنگ آبادی   رسو لِ خدا سید ا لمر سلین
قیامت کے دن شافع المذنبین
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں
کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روز محشر کا سردار ہے
صف اصفیاء میں وہ سالار ہے
جگت میں روئے سلطنت ہے مدام
جماعت میں ہے انبیاء کی امام
رہ شرع کا ہادی مستقیم
شریعت کے دریا کا دریتیم
حبیب خدا و ائی روزگار
دو عالم کی اقلیم کا تاجدار
شہ انس وجاں سب کا مقبول ہے
نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا
زمیں آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں
شہنشاہ ہے ملک عرفان میں
سدا گمرہوں کا وہی رہنما
ہے خیر الورا احمد مجتبیٰ

عجب ذات مقبول کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے

عام تلمیحات:

رسم ورواج سے متعلق تلمیحات:
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سرو قدان گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

ہندو دیومالا اور ہندوستانی ماحول کی تلمیحات:
محسن کاکوروی   ابر پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برق بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل
جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں
لوگ کہتے ہیں کرتے ہیں فرنگی کونسل
دیکھیے ہوگا شری کشن کا درشن کیونکر
سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کے ہیں بیکل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل

کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا
کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل
کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر
گھاگھرا پہ کبھی گذرا کبھی سوئے چمبل
چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم ذبل
نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

اس طرح نعتیہ شاعری کے ذخیرہ میں ہر قسم کی تلمیحات موجود ہیں۔علاوہ بریں ادب میں بہت سی تلمیحات ایسی در آئی ہیں، جو صرف نعت کی دین ہیں اور وہ کسی دوسرے ذریعہ سے ادب میں نہیں آسکتی تھی۔

مثلاً۔۔آب کوثر، الم نشرح، بلبل سدرہ، بیعت رضواں، چار قل، چار یار۔حوض کوثر، خاتم نبوت، دعائے خلیل، ذوالنورین، رجعت شمس، سدرۃ، شق القمر، قاب قوسین، طائرہ سدرہ، غار حرا، فتح عظیم، مہر نبوت، نکتہ لولاک، یار غار وغیرہ۔

نعت و سوانح جاتی عناصر

ڈرائیڈن نے سوانح حیات یا سوانح عمری کی تعریف اس طرح کی ہے:

"The History of particular man's life" ۳۹

آکسفورڈ ڈکشنری میں سوانح حیات کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

" The History of the live's of individual man as a branch of literature" ۴۰

انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا اور امریکا نا میں سوانح عمری اور شخصیت نگاری کی تعریف یوں کی گئی ہے:

۳۹ ڈرائیڈن نے سوانح حیات یا سوانح عمری کی تعریف اس طرح کی ہے۔ "The History of Particular man's life"

۳۹ Haroid Nicolson, The Development of English Biography P-71

۴۰ Encyelopidia of Britanica P-117

"Biography narrative which seeks Consi Closily and arti stionally, to record the actin and uocverat of the personality of an indiuidual life " ۴۱

Biography may be difined as the ocount of an actual life"۴۲

ان تعریفات کو بغرض نظر غائر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سوانح عمری کسی شخصیت کے ذاتی احوال وکوائف پر مبنی ہوتی ہے۔اسی لیے سوانح عمری کی جدید تعریف ان الفاظ میں ملتی ہے۔

"The new Biography in cansequence was the record of inner life, the Relation of previouly unsuspected aspects of character"۴۳

باضابطہ سوانح عمریاں لکھنے کی ابتدا یہودیوں نے کی۔انھوں نے سب سے پہلے اپنے اسلاف کے حالات زندگی قلم بند کیے۔ان کے بعد اہل رومانے اس فن کو ترویج دی اور ’’جدید تحقیق کے مطابق سب سے پہلی سوانح عمری پلوٹارک نے دوسری صدی عیسوی میں لکھی۔۴۴

نعتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سوانح حیات موجود ہے۔مشکل سے کوئی نعت ایسی مل پائے گی جو بالواسطہ یا بلا واسطہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے کسی نہ کسی گوشے پر روشنی نہ ڈالتی ہو۔کائنات عالم میں کوئی ایک

۴۱ Encyclopadia Britanica P636 vol- iIII Edition 1991

۴۲ Encyclopadia Americana P-766 vol- III Edition 1970

۴۳ EncyclopadiaBritanica P-640 vol-III Edition 1971

۴۴ اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء: آنسہ الطاف فاطمہ ص۔۱۴اور۱۵۔اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی پہلا اڈیشن

شخصیت بھی ایسی نہ مل پائے گی جس کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ اس طرح محفوظ ہو جیسا کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محفوظ ہے۔ مسٹر جان پورٹ نے درست لکھا ہے کہ ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام مقننوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے وقائع عمری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع عمری سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔'' ۴۵؎

نعت گو شعراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل شجرۂ نسب اور آپ کے جملہ اسمائے مبارکہ کو بیان کرنے کے علاوہ آپ کی زندگی کے معمولی سے معمولی واقعہ کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف نعتیہ شاعری سے آپ کی سوانح عمری مرتب کرنا چاہے تو وہ بخوبی اس سے عہدہ برآ ہو جائے گا اور اسے آپ کی حیات طیبہ کے اکثر واقعے تاریخ اور دن کے تعین کے ساتھ مل جائیں گے۔ نعت گو شعراء نے آپ کی بابت ماقبل کی باتیں، کتب سابقہ میں آپ کی بشارتیں، خاندانی شرف، انبیائے سابقہ پر آپ کی فضیلت و برتری، آپ کی ولادت باسعادت، یتیمی، رضاعت، بعثت تک کے مفصل احوال و کوائف، اعلان نبوت، آپ کی خطابت، فصاحت، بلاغت، محبت، اعلیٰ اخلاق، اوصاف حسنہ، خصائل حمیدہ، قریش کی جانب سے مادی ترغیبات، آپ کے خلاف اہل مکہ کا معاہدہ، شعب ابی طالب میں آپ کی محصوری، سفر طائف، ازدواجی تعلقات، گھریلو زندگی، تجارتی زندگی، آپسی لین دین، آپ کی امانت داری، ہجرت، ہجرت سے متعلق مفصل جزئیات، مدینہ میں آپ کے داخلہ کی شان، غزوات و سرایا، دیگر اقوام سے معاہدے، غزوات میں منظر نگاری، جذبات نگاری، مرقع نگاری کے ذریعہ شخصیت کے اہم پہلوؤں کی توضیح، آپ کے اخلاق و عادات، اطوار و سرشت، شرافت و نجابت، سخاوت و کرم، رحم و عطا، شفقت، تعلق باللہ، پاس مروّت تواضع اور انکساری، عدل و انصاف، صداقت، مستقل مزاجی، شجاعت و جزالت، خوش روئی، غریبوں سے محبت، حسن و جمال، سینۂ مبارک، خاتم نبوت، گفتار، رفتار، انداز تبسم، وضع قطع، ہیئت جسمانی، لباس رخسار، گیسو، قد دلجو، نگاہ لطف و کرم، سفید

۴۵؎ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن، بحوالہ تاریخ اسلام کامل عبدالقیوم ندوی ص۔۱۳۹

بالوں کی تعداد، سراپائے مبارک، حکمرانوں کے نامے، آپ کے دعوت نامے اور خطوط، ان کا اسلوب، خطوط میں مستعمل ہونے والی مہر، آپ کے ماکولات و مشروبات، آپ کی بوریا نشینی و عنایات، شعر فہمی، نقد و تبصرہ، تفصیل اولاد، اولاد سے تعلقات، معجزات، خوارق عادت امور کا صدور، معجزات کی تفصیل، شق القمر، رجعت شمس، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا امتثال اوامر، حیوانات کا سجدہ کرنا، حیوانات کا آپ سے شکایات کرنا، احیائے موتی، زہر کی ضرر رسانی کی خاصیت کا ترک، بیماروں اور آفت رسیدہ اشخاص کو شفا دینا، قلیل ماکولات و مشروبات کا وافر افراد کے لیے کافی ہونا، آپ کی پیشن گوئیاں وغیرہ آپ کے متعلقات و منسلکات کا بیان، روضہ مطہرہ کی جالیاں، حریری پردے، سنگ در اقدس، مدینہ کا جغرافیہ اور اس کی تاریخ، مدینہ کی بہار، وہاں کے ذرے ذرے کا عقیدتمندانہ تذکرہ، الغرض آپ سے متعلق ہر چیز کا تذکرہ نعتیہ شاعری میں ملتا ہے۔

متقدمین کے مصنفہ مولود ناموں، معراج ناموں، وفات ناموں اور کلب ناموں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نعتیہ شاعری آپ کی حیات مقدسہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کرتی ہے۔ مختار کا معراج نامہ، فتاحی کی مفید الیقین، شاہ عنایت اللہ کا نور نامہ۔ دریا کا وفات نامہ، امامی دکنی کا وفات نامہ، مولانا باقر آگاہ کی ہشت بہشت اور حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام وغیرہ اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں۔

آداب نعت:

نعت کا محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو محبوب رب العالمین ہے۔ آپ کی عظمت و جلالت کا لحاظ لازمی و ضروری ہے۔ قرآن کریم میں خداوند قدوس نے چھبیسویں پارہ کی سورہ حجرات کی دوسری اور تیسری آیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جو آداب بتلائے ہیں، وہ آداب نعت کے سلسلہ میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آیات مندرجہ ذیل ہیں:

یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق النبی ولا تجھروا

لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون، ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرة واجر عظیم۔

ترجمہ اے ایمان والو اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو، جس طرح تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بولتے ہیں، ان ہی لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کی تخم ریزی کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے۔

چونکہ یہ آیات آداب نعت کے سلسلہ میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے مناسب ہے کہ ان آیات کی شان نزول حوالۂ قرطاس کردی جائے۔

اقرع بن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ان کو ان کی قوم پر عامل بنا دیجیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے کہا یا رسول اللہ ان کو عامل نہ بنائیے۔ دونوں نے حضور کے سامنے (اپنی اپنی رائے پر اصرار اور) کلام کیا۔ یہاں تک کہ (بحث ومباحثہ میں) دونوں کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تمھیں اس سے صرف میری مخالفت مقصود ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل [۴۵] ہوئی۔

ان آیات کی روشنی میں ناعتین کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی حرکات وسکنات کے ذریعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مکمل ادب کو ملحوظ خاطر رکھیں اور نعتیں نرم آواز میں تعظیم واحترام کے لہجے میں ادب وشائستگی سے پڑھیں۔ الفاظ میں نرمی، تمکنت، وقار، طہارت، نظافت اور پاکیزگی ہونا ضروری ہے، تڑخ کر پڑھنا نارواور نازیبا حرکت ہے۔

۴۵ ربانی ترمذی شریف جلد دوم ص۔۲۴۷۔ ربانی بک ڈپو دہلی۔

نعت کے لیے اسلوب کا ادب بھی ضروری ہے۔ خداوند قدوس نے اور نبیوں اور رسولوں کو تو ان کے نام سے پکارا ہے جب کہ آپ کو چار مقامات کے علاوہ ہر جگہ اوصاف سے اور بیشتر ''عبد'' اور ''رسول'' کے محبوب لفظ سے یاد کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:

> ''نعت کا جو طرز ہمارے اکثر شعراء نے اختیار کیا ہے، وہ بہت قابل اصلاح ہے۔ ہمارے ہاں شاعری کی بنا غزل پر سمجھی گئی ہے، جو ایک لحاظ سے کم ترین قسم شعر کی ہے۔ اس لیے تغزل کا رنگ کچھ ایسا جما ہے کہ ہر جگہ جاو بے جا اسی کی جھلک نظر آتی ہے۔ بھلا نعت میں زلف، کمر، خال وخط وغیرہ سے کیا تعلق، مانا کی یہ بھی صحیح مگر یہ کیسی غضب کی بات ہے کہ جو مقصد نعت کا ہے اور جو نعت کی جان ہے، وہ وہ بالکل غائب ہے۔''[۴۶]

نعت کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اس طرح نہ کی جائے کہ اس سے دیگر انبیاء ومرسلین کی تنقیص ہوجائے۔ اسی طرح ایسی نعت بھی قابل گرفت ہے جس سے رسالت وحدانیت میں مدغم ہوجائے۔ نعت میں افراط وتفریط دونوں ہی موجب ہلاکت ہیں اسی لیے نعت کی بابت یہ مشہور مقولہ مشعل راہ کا کام کرتا ہے ''باخدا دیوانہ باش وبامحمد ہوشیار۔''

نعت گو کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ توازن، صداقت اور راست بازی کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی اشعار پسند تھے جن میں واقعیت وصداقت ہو درج ذیل حدیث، نبی امی کے اس رجحان طبع کی عکاسی کرتی ہے کہ آپ اچھی شاعری کے لیے حقیقت پسندی کو لازم متصور فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

۴۶ چند ہمعصر: ڈاکٹر عبدالحق ص۔۸، سلطان بک ڈپو کالی کمان حیدرآباد ۱۹۷۲ء

سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کبھی کہا وہ لبید ابن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے۔

الا کل شئ ما خلا اللّٰہ باطل ۴۷

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ اللہ عزوجل شانہٗ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

شکل بگاڑ دینے والے مبالغہ کی مذمت قرآن کریم میں بھی آئی ہے۔ کلام خداوندی ہے۔

"والشعراء یتبعھم الغاوٗن ط الم ترانھم فی کل واد یھیمون ط

ترجمہ: اور شعرا کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جھوٹ کی ہر وادی میں گھومتے ہیں۔

نعت گو کو چاہیے کہ وہ اپنی نعتیہ شاعری میں مقصدیت کو مدنظر رکھے۔

آداب نعت میں یہ بھی شامل ہے کہ نعتیہ شاعری میں مستعمل الفاظ وضمائر معظم و مکرم ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن ضمائر یا جن صفات سے تخاطب کیا جائے وہ احترام و اکرام اور ادب کو اپنے میں لیے ہوئے ہوں۔ جہاں تک ضمائر کا تعلق ہے عربی و فارسی میں اس قسم کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمائر معظم و مکرم شخصیتوں کے لیے مستعمل ہوتی ہیں اور اپنے مراجع کے مراتب کی بلندی کو منعکس کرتی ہیں، سب سے پہلے جنگ بہادر خاں تابشؔ نے اپنے نعتیہ مجموعۂ کلام "نسیم طیبہ" میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ تابشؔ صاحب کا کہنا ہے کہ تو اور تم ضمائر کا استعمال ذوق صحیح پر گراں گذرتا ہے اور شرعی محاسبہ پر پورا نہیں اترتا۔ اگر چاہیں تو اس کی جگہ ضمیر غائب کے الفاظ یعنی 'وہ' 'اُن' مستعمل ہو سکتے ہیں واحد حاضر کے لیے کم از کم "آپ" کا لفظ استعمال کیا جانا چاہئے۔

سامعین کو چاہیے کہ مناعتوں میں ناعت کو احترام و اکرام دیں اور ان کی عزت و توقیر کریں۔ محبوب رب العالمین کا عمل یہ تھا کہ آپ نعت گو کو عزت کا مقام مرحمت فرماتے تھے شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

۴۷ خصائل النبوی صفحات ۱۲۲ اور ۱۲۳

حسان ابن ثابت کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر آپ کی شان میں نعتیں پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مدافعہ کریں ۴۸۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کے ایک شعر پر ان کو اپنی بردہ شریفہ مرحمت فرمائی تھی ۴۹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو شیریں بطور صلہٗ شعر مرحمت فرمایا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو نیک دعائیں عطا فرمائیں تھیں۔

نعت گو کو چاہیے کہ وہ نعتیں کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ سنت نبویہ یہ تھی کہ آپؐ حضرت حسان کو منبر پر کھڑا کروا کر نعت سنتے تھے۔

نعت میں آداب نعت کا لحاظ ضروری ہے اسی لیے اچھی نعت کہنا بہت مشکل کام ہے۔ عرفیؔ نے نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا آداب نعت سے متعلق محولہ شعر ملاحظہ ہو

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

☆☆☆

۴۸ خصائل النبوی ص۔ ۱۲۸

۴۹ ارشاد الی بانت سعاد ص۔ ۵

دوسرا باب

اردو کی نعتیہ شاعری کے بنیادی مآخذ

نعت کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لیے نعت پر تحقیق کرنے والے کو سب سے پہلے دیکھنا ہوگا کہ منعوت کی پیدائش کب اور کیسے ہوئی؟ اور اس طرح بات تخلیق کائنات سے قبل تک جائے گی۔ کائنات کی تخلیق کی باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے جو کہ خلقت کے اعتبار سے اوّل اور ظہور کے اعتبار سے موخر ہے۔ شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کب نبی بنائے گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت نبی بنایا گیا تھا، جب کہ ابوالبشر آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت جابرؓ سے مروی حدیث اس سے زیادہ واضح ہے جس میں نبی امی نے حضرت جابرؓ سے فرمایا تھا کہ اے جابرؓ! خداوند قدوس نے تیرے نبی کے نور کو تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے پیدا کیا تھا۔ وہ نور خدا کی قدرت سے جہاں جہاں منشائے الٰہی تھی گھومتا پھرتا رہا، اس وقت لوح و قلم، بہشت و دوزخ اور زمین آسمان، چاند سورج اور انسان، جن یا فرشتوں میں سے کوئی بھی پیدا نہیں کیا گیا تھا، جب خداوند قدوس کو مخلوقات کی پیدائش منظور ہوئی تو اس نے، اس نور کے چار حصّے کر کے قلم، لوح عرش۔۔۔ پیدا کیا۔[1]

حضرت عباسؓ نے ایک نعت میں آپ کی خلقت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نعت کے چند اشعار کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوش حالی میں تھے اور ودیعت گاہ میں تھے، جہاں پتے اوپر نیچے جڑے ہوئے تھے اس کے بعد آپ نے بلاد کی طرف نزول فرمایا۔ آپ اس وقت نہ بشر تھے، نہ مضغہ اور نہ علق۔ بلکہ محض ایک مادۂ مائیہ تھے، جو کشتی میں سوار تھا اور نسریت اور اس کے پیروکار ڈوب رہے تھے اور وہ مادہ ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا، جب ایک طرح کا عالم گذر جاتا تھا، تو دوسرا طبقہ ظاہر ہو جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ ولم نے نار خلیل میں ورود کیا۔ آپ حضرت

[1] نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۔۶۔

ابراہیم کے صلب میں تھے، اس لیے وہ کیسے جلتے ؟

یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کی بیّن ہے اولا د خندف میں سے ایک چوٹی پر جا گزیں ہوا، جس کے نیچے اوپر حلقے تھے۔

اور جب آپ پیدا ہوئے، تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کی روشنی سے آفاق منور ہوگئے۔

ہم اس نور اور اس روشنی میں ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔

دوسرا باب: (الف) اسلام سے قبل کی کتابوں میں نعتیہ عناصر کی تلاش

اولین کتابوں میں ویدوں کا نام آتا ہے وید چار ہیں: رگ وید، سام وید، اتھر وید اور یجر وید۔ ویدوں میں نبی آخر الزماں کا تذکرہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ہے۔ آپ کا اسم مبارک محمد، جس کا سنسکرت متبادل नरांशस ہے۔ نراشنس دولفظوں سے مرکب ہے نر اور آشنس (नर+अशंस) اس کے لغوی معنی ہیں قابل مدح شخصیت ، نراشنس نام کے ساتھ آپ کی نعت ویدوں میں ۳۱ بار آئی ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ رگ وید میں ۱۶ جگہوں پر، سام وید میں ا مقام پر اتھر وید میں ۴، اور یجر وید میں ۱۰ مقامات پر نعت رسول ہے۔

ویدوں کے علاوہ بھی ہندوؤں کی دیگر مقدس کتابوں میں نعت نبی مرقوم ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات اہم ہے کہ مہاتما گوتم بدھ نے نبی آخر الزماں کی پیشین گوئی کرتے ہوئے اپنے محبوب ترین شاگرد نندا سے کہا تھا کہ ’’نندا! میں اس سنسار میں، نہ تو پہلا بدھ ہوں اور نہ آخری۔ اس جگت میں سچائی اور ایثار کی تعلیم کے لیے اپنے وقت میں ایک بدھ آئے گا وہ پاکیزہ ضمیر والا ہوگا اور اس کا دل پاکی اور علم و دانش سے بھرا ہوگا۔ جس طرح میں نے دنیا کو لافانی صداقت کا پیغام دیا ہے، اسی طرح وہ بھی دنیا کو سچائی کی تعلیم دے گا۔ وہ دنیا کو ایسا لائحہ عمل اور طریقۂ زندگی عطا کرے گا، جو مکمل اور پاک وصاف ہوگا۔ نندا، اس کا نام میتیر یہ (मैत्रेय) ہوگا۔[۲]

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی

۲۔ Gspel of Buddha by Carup P 217

کتابوں میں بھی مرقوم ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت ان لفظوں سے دی تھی:

’’خدا سینا سے نکلا، ساعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں شریعت تھی اور لشکر ملائکہ کے ساتھ تھا۔‘‘[۳]

حضرت کعب جو ایک یہودی عالم تھے ارشاد فرماتے ہیں کہ تورات میں بالتصریح مرقوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے برگزیدہ بندے ہیں، وہ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دے کر معاف کرنے والے ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ، جائے ہجرت مدینہ اور مرکز سلطنت شام ہے۔[۴]

عبداللہ بن سلام کی روایت اور واضح ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ توریت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مذکور ہے اور یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔[۵]

انجیل میں نعت نبی کی بابت قرآن شریف میں ایک آیت واضح طور پر موجود ہے، جو درج ذیل ہے:

واذ قال عیسیٰ بن مریم،یا بنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ أحمد۔[۶]

ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں تصدیق کرتا ہوں اپنے پہلے والی تورات کی اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دینے والا ہوں، ان کا نام احمد ہوگا۔

۳۔ توریت کتاب پنجم باب ۲۰۲۔۲۰۳۔ بحوالہ تلمیحات ۳۳۵
۴۔ المشکوٰۃ ص۔۵۱۴
۵۔ المشکوٰۃ ص۔۵۱۴و۵۱۵
۶۔ سورہ صف آیت۔۹

دوسرا باب (ب) عربی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

شعروشاعری کی دنیا میں نعت کے اولین نقوش عرب کی شاعری میں ملتے ہیں۔ عرب کی نعتیہ شاعری دو حصوں میں منقسم کی جاسکتی ہے: عہد نبوی کی نعتیہ شاعری اور عہد نبوی کے بعد کی نعتیہ شاعری۔

نعتیہ شاعری نے دورنبوی ہی میں کافی اہم مقام حاصل کرلیا تھا۔عہد نبوی کے نعت گوشعرا کی تعداد ۱۸۱ ہے جن میں سے ۱۶۹ مرد اور ۱۲ عورتیں ہیں۔ ۷

جس میں سے اہم کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو طالب، حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسان ابن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت زید، حضرت ضرار ابن الازوار، حضرت ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اصید بن سلمی السلمی، مالک بن عوف النصری، قیس بن بحر الاشجعی، عمروابن سبیع الرّہادی، فضالہ لیثی، مازن بن الغضوبہ، حضرت عباس بن مرداس، حضرت کعب ابن زہیر، حضرت کعب ابن مالک، میمون ابن قیس اعشیٰ اور قبیلہ بنونجار کی انصار لڑکیاں۔

(ج) دورنبوی کی نعتیہ شاعری

عہد نبوی کے نعت گوشعراء کی شاعری میں مقصدیت کا عنصر حاوی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے لیے ''**ما نافحت عن اللہ ورسولہ**'' (جب تک تم اللہ ورسول سے مدافعت کرتے رہو) پر زور دیتے ہوئے فرمایا تھا''**روح القدس معك مانافعت عن اللہ و رسولہ**'' (جبرئیل تمھارے ساتھ ہیں، جب تک تم اللہ و رسول کی جانب سے مدافعت کرتے رہو) عصرنبوی کے شعراء، عصری مقتضیات کو سامنے رکھ کر نصرت دین، اشاعت اسلام اور مدافعت کفار میں

۷ خزانۂ عامرہ: مولانا غلام علی آزاد بلگرامی ص۔۴

نعتیہ اشعار کہتے تھے۔

ذیل میں دورنبوی کے ممتاز نعت گوشاعروں پر طائرانہ نظر ڈالی جارہی ہے:

حضرت ابو طالب: دنیائے نعت کے سابق اول حضرت ابوطالب ہیں جن کا سن وفات ۶۲۰ عیسوی مطابق سن ۳ھ قبل ہجرت ہے۔آپ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کئی نعتیہ قصیدے کہے ہیں۔ان کے اس قصیدہ کے سات اشعار سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہیں، جس میں موصوف نے قبیلہ بنو ہاشم کی برتری قریش کے دوسرے قبیلوں پر دکھائی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت جاندار نعت کہی ہے صرف تین اشعار مع ترجمہ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

اذا جتمعت یوماً قریش لمفتخر
فعبد مناف سرها و صمیمها
وان حصلت عبد منافها
وفی هاشم اشرافها و قدیمها
وان فخرت یوماً فان محمداً
هو المصطفیٰ من سرهاوکریمها

ترجمہ: اگر کسی دن قبیلۂ قریش اپنے سرداروں پر فخر کرنے کے لیے جمع ہوں، تو عبدمناف کی شاخ پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ملے گی

اور اگر عبدمناف اپنی عظمت کا راز معلوم کریں تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سرفرازی اور بلندی کا سراغ پائیں گے۔

اور اگر کسی دن بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں، تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب میں منتخب ترین اور باعث عظمت وسربلندی ہیں۔

حضرت ابوطالب کا دوسرا مہتم بالشان قصیدہ وہ ہے جس کے ایک شعر کا ذکر خیر، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بالائے منبر پر سے ہوا تھا۔ ۸

۸ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص۔۳۰۰

ابن ہشام نے اس قصیدہ کے ۹۴ اشعار اپنی سیرت النبی ج ا میں درج کیے ہیں۔

جناب ابو طالب نے اپنے اس قصیدہ میں اولاً حرم مکہ نیز اپنے اس مرتبہ کی پناہ لی ہے، جو انھیں وہاں کی سکونت کے سبب حاصل تھا اور اپنی قوم کے بلند مرتبہ لوگوں پر اپنی محبت جتائی ہے۔ موصوف نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کرنے والے یا آپ کو کسی بڑی چیز کے معاوضے میں کبھی چھوڑنے والے نہیں ہیں، حتیٰ کہ وہ آپ کی حفاظت میں خود بھی ہلاک ہو جائیں۔ ۹

اس قصیدہ کے چند اشعار مع ترجمہ بغرض ملاحظہ درج ذیل ہیں:

وثور ومن ارسی ثبیراً مکانه
وراقٍ لیرقیٰ فی حراء و نازل
وبالید حق البیت من بطن مکه
و بالیدان اللّٰه لیس بغافل
کذبتم و بیت اللّٰه نترك مكة
و نطعن الامر کم فی بلابل
کذبتم و بیت اللّٰه نبذی محمداً
ولما نطاعن عن دونه و نناصل
وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

ترجمہ: اور جبل ثور اور اس ذات کی پناہ جس نے کوہ ثبیر کو اس کی جگہ گاڑ دیا اور چڑھنے اور اترنے والے کی پناہ (جو کوہ ثبیر سے اس لیے اترتا ہے) کہ وہ کوہ حرا پر چڑھ جائے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

بیت اللہ کی پناہ اور حق بیت اللہ کی پناہ، جو مکہ کی وادی میں واقع ہے اور اللہ کی پناہ

۹ سیرت ابن ہشام ج۔ ا باب ۴۵ ص۔ ۲۸۸

لیتا ہوں۔ بے شبہ اللہ غافل نہیں ہے۔

بیت اللہ کی قسم تم نے جھوٹ کہا یعنی یہ خیال غلط ہے کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے۔

بیت اللہ کی قسم تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کے بچاؤ کے لیے نہ نیزہ زنی کی ہے اور نہ ہی تیر اندازی

جو ایسے روشن چہرہ والے ہیں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کی سرپرستی کرنے والے اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔ ۱۰

مثالی محبت، دل سوزیٔ جذبۂ اذعان و ایقان، پاکیزگیٔ زبان و بیان، وارفتگیٔ جذبات عشق، جوش، اظہار واقعیت اور مقصدیت موصوف کے نعتیہ کلام کے امتیازی خصائص ہیں۔

حضرت فاطمہؓ (متوفیہ ۶۲۲ء=۱۱ھ)

حضرت فاطمہؓ کی وہ نعت، جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر کہی ہے بے نظیر اور بے مثل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جذبات رنج والم کے فطری اظہار پر جو ملکہ بنت رسول کو حاصل تھا، وہ شاید و باید ہی انسانی دسترس میں آتا ہے صرف دو اشعار مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

ماذا علی من شمّ تربت احمد
ان لا یشم مدالزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام صرن لیالیا

کیا چاہیے اس کو جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھا ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ عمر بھر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دن پر پڑتیں تو وہ شدت غم سے رات ہو جاتا۔

۱۰ سیرت ابن ہشام ص۔ ۲۸۸ تا ۲۹۳

حضرت علیؓ متوفی ۳۰ھ=۶۶۱ء

آپ نظم ونثر دونوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔آپ کے دیوان میں بہت سے اشعار نعتِ نبی میں ملتے ہیں۔کئی نعتوں میں واقعات جنگ کے مابین نعتیہ اشعار نظم کیے گئے ہیں۔آپ نے قطعہ کی شکل میں بھی نعتیں کہی ہیں۔آپ کا وہ نعتیہ قطعہ فنی نقطۂ نگاہ سے اہم ہے،جس میں انھوں نے سوانح حیاتی عناصر جمع کیے ہیں۔ایک نعت کا وہ شعر بھی اہم ہے،جس میں موصوف نے اپنا یہ عقیدہ نظم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مشکلات کوحل کرنے کا کارگرنسخہ ہے۔آپؐ کے توسل سے بڑی سے بڑی مصیبت آسان ہوجاتی ہے۔شعر ملاحظہ ہو:

توسل بالنبی فکل خطب
یھون اذا توسل بالنبی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ حاصل کرو کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنی ایک منظوم کاوش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ محفوظ کردیا ہے۔انھوں نے آپ کے اعضائے جسمانی کی اصل ہیئت کوتشبیہات و استعارات کے سہارے واضح کرنے کی کاوش کی ہے اوراس میں شعریت کے جوہر دکھلائے ہیں۔اس نعتیہ کاوش کی بحر چھوٹی ہے،یہ نظم مثلث کی شکل میں ترجیع بند ہے، جس میں ستاون بند ہیں آخر میں حضرت علی نے صنف نعت گوئی کی دشوار گذاری کا احساس دلاتے ہوئے اپنے عجز کا اعتراف اس طرح کیا ہے:

یارب صحح سقمه　　　بالفضل د مرجرمه

اے خدا اس نعت کے اسقام درست کیجیے اور اپنے فضل سے نقصان (کمیوں) کا استیصال فرمادیجیے۔

آپ کی نعتیں سادہ، سلیس، عام فہم، موثر اور پر از واقعیت ہیں۔تشبیہات و استعارات اظہار مدعا میں معین ومددگار ہیں۔

کعب بن مالکؓ

آپ ایک انصاری شاعر ہیں جن کا تعلق قبیلۂ خزرج سے ہے اور آپ کو بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کا افتخار حاصل تھا۔[۱۱] صاحب جمہرہ نے آپ کو مدینہ کے پانچ بڑے شعراء میں شمار کیا ہے۔سیرت ابن ہشام میں آپ کے متعدد نعتیہ اشعار مرقوم ہیں، جو سیرت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔کلام میں صداقت ، روانی، سلاست، جوش اور جزالت ہے تشبیہات جاندار اور جاذب سامعہ ووجدان ہیں۔آپ کا کلام استبعاد سے پاک ہے۔آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب کبھی استبعاد کا شائبہ پیدا ہونے لگتا ہے،تو آپ امکان کی شرط لگا کر کلام میں حسن و ملاحت پیدا کرتے ہیں۔آپ کی اس شاعرانہ مہارت وممارست کو واضح کرنے کے لیے آپ کی ایک نعت کے صرف دو اشعار ذیل میں درج کیے جارہے ہیں:

قـفـينـا مـن تهامة كل ريب
وخيبـر ثـم اجمعنـا سيوفا
نـخيّـرهـا ولـونـطقت لقالت
فـواطـعهـن دوسـآ اوثـقيفـا

ترجمہ: جب ہم تھامہ سے فارغ ہوگئے اور دشمنوں کا کوئی خطرہ نہ رہ گیا اور خیبر سے بھی ہم فارغ ہوگئے ،تو ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا ہم تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں۔اگر ان میں قوت گویائی ہوتی،تو وہ یہی کہتیں کہ اب ان کا مطمح نظر دوس یا ثقیف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب دوسیوں نے یہ اشعار سنے تو انھوں نے کہا کہ مسلمان ہوجانا بہتر ہے ورنہ ثقیف کی طرح ہمارا بھی حشر ہوگا۔[۱۲]

اس قصیدہ کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو سماعت فرما کر شاعر کو پروانہ قدر و منزلت بایں الفاظ عطا فرمایا تھا۔

---

[۱۱] صحیح بخاری ج۔۱ص۔۵۵

[۱۲] سیر الانصار حصہ دوم: مولانا سعید انصاری ص۱۵۴ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء، صفحہ ۱۴۴

"لقد شکرك اللّٰه علی قولك هٰذا یا کعب" ۱۳؎

ترجمہ: اے کعب اللہ نے تمھارے اس قول کی قدردانی فرمائی۔

کعب بن زہیر: مخضرمی شاعر ہیں۔شاعری آپ کو وراثت میں ملی تھی۔آپ کا انتقال ۳۹ھ میں ہوا۔۱۴؎ نعت کی دنیا میں آپ کی شہرت کا باعث آپ کا وہ قصیدہ ہے، جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے اکیاونویں شعر پر شاعر کو از راہ انعام واکرام اپنی بردہ شریفہ عطا کی تھی۔یہ قصیدہ اس لیے بھی اہم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اکیاونواں شعر اصلاح کر کے بایں طور کر دیا تھا:

ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف اللّٰه مسلول

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں، جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے آپ ہندوستان کی کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔کعبؓ نے یہ شعر بایں طور پڑھا تھا:

انّ الرّسول لسیفٌ یستضاء به
مهند من سیوف الهند مسلول

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مصرع کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا تھا کعبؓ اس کو اس طرح پڑھو:

مهندمن سیوف اللّٰه مسلول

مھند کے معنی ہندوستان کے لوہے سے بنائی گئی تلوار۔اس لیے مھند کے بعد سیوف الھند (ہندوستان کی تلواروں میں سے ایک تلوار) حشو ہے، جو کہ شاعری میں ایک بڑا عیب شمار کیا جاتا ہے۔

یہ نعتیہ قصیدہ ادبی نقطۂ نگاہ سے جاہلی ادب کا مکمل نمائندہ ہے۔اس قصیدہ کا ایک حسن یہ بھی ہے کہ اس میں حسن ابتدا، حسن تخلیص اور حسن انتہا کا مکمل انتظام ہے۔

۱۳؎ الروض الانف ج۲،ص۔۸۲

۱۴؎ تاریخ الادب العربی: احمد حسن زیات

عبداللّٰہ بن رواحہ

آپ قادرالکلام اور زودگو شاعر تھے۔اسلام کی عظمت کا بیان، کفار و مشرکین اور یہود کی ہجوگوئی آپ کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔حضرت حسان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کے نعتیہ قصائد میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسان اپنے ہجوئیہ اشعار میں مشرکین مکہ کے نسبی اسقام نمایاں کرتے تھے جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کفار مکہ کو ان کی گمراہی اور ان کے شرک پر طعنہ زنی کرتے تھے۔

آپ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے ہے، آپ کا شمار ان چند خوش نصیب افراد میں ہے، جن کو عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شرکت کا افتخار حاصل تھا۔آپ کی شہادت ۸ھ میں سریہ موتہ کے سپہ سالار کی حیثیت سے ہوئی۔

آپ کے نعتیہ اشعار میں جوش، وارفتگی، عشق کی گہرائی عقیدہ کی پختگی اور طنزیہ عناصر رواں دواں ہیں۔انداز بیان میں نرمی ہے اور تراکیب کا دروبست قابل آفریں ہے۔صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خیر مولود من البشر

میری روح اس ذات پر فداء ہو، جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر ہے۔

(۷) حضرت حسانؓ ابن ثابت

آپ کا شمار فاضل شعرا میں ہوتا ہے۔آپ انصاریوں کے قبیلۂ خزرج کی شاخ بنو نجار کے شاعر ہیں۔ابن رشیق نے لکھا ہے کہ لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسان شہر اور دیہات کے شاعروں میں سب سے عظیم ہیں ۱۵؎ آپ جاہلیت میں شاعر اہل مدن، بعثت میں شاعر نبوت اور اسلام میں شاعر یمامہ رہے۔۱۶؎ آپ کی

۱۵؎ کتاب العمدہ ص۔۵۶

۱۶؎ تاریخ الادب العربی۔احمد حسن زیات ص۔۱۵۰

وفات ۵۴ھ میں ہوئی[۱۷] اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے،

شعروشاعری کی دنیا میں آپ کی عظمت وجلالت کو ثابت کرنے کے لیے صرف یہ واقعہ کافی ہے کہ عطارد بن حاجب ابن زرارہ کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شاعری اور خطابت میں مبارزت طلبی کی بات کی۔ وفد کی جانب سے زبرقان ابن بدر التمیمی نے آٹھ اشعار کا قصیدہ سنایا حضرت حسان اس وقت حاضرین میں نہ تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا اور ان سے زبرقان کے قصیدہ کا جواب قصیدہ میں دینے کو کہا تو انھوں نے (حضرت حسان نے) زبرقان کے قصیدہ کی زمین میں فی البدیہہ (۲۲) اشعار کا ایک بے مثل قصیدہ پڑھ دیا جس کو سن کر وفد کے اہم رکن اقرع بن حابس نے برملا کہا کہ ''اپنے باپ کی قسم یہ شخص توفیق یافتہ ہے۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بڑا ہے۔[۱۸]'' واضح ہو کہ خطابت میں صدر وفد کا مقابلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت ثابت بن قیس نے کیا تھا جو کہ قبیلۂ خزرج کے انصاری تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر آپ اشعار نعت پڑھتے تھے۔

میمون ابن قیس ،نعتیہ شاعری کا ایک اہم نام ہے۔ وہ ایک غیر مسلم شاعر تھا لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اتنی جاندار نعت لکھی کہ اس وقت کے اعدائے اسلام میں ایک کھلبلی مچ گئی اور ابوسفیان کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس کو ایک سو اونٹ کی گرانقدر رشوت دیں۔ ابوسفیان نے یہ رشوت چندہ سے جمع کی تھی۔ انھوں نے رشوت جمع کرتے ہوئے کہا تھا:

''خدا کی قسم اگر اعشیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور اس نے آپ کی اتباع کرلی، تو وہ اپنے اشعار کے ذریعہ

۱۷ تاریخ الادب العربی ص۔۱۵۰

۱۸ الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۴۹۷ بحوالہ نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص۔۱۶۵ طبقات سعد ص۔۱۱۶

عرب کی آگ تمھارے خلاف مشتعل کردے گا۔''

اعشیٰ کے اس نعتیہ قصیدہ کی ساخت عرب کے دیگر قصائد کی طرح ہے۔ اس نے اس قصیدہ کی تشبیب میں عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی اس عشقیہ تشبیب میں شکایتی مضامین نظم ہیں۔

اس کے کئی نعتیہ اشعار آفاقی مضامین کے حامل ہیں مثلاً نیرنگیٔ زماں کی بابت اس کا درج ذیل شعر ملاحظہ ہو:

شباب وشیبٌ وافتقار و ثروة
فللّٰه هٰذا الدهر کیف ترددا

ترجمہ: جوانی، بڑھاپا تنگی اور خوش حالی زمانہ کیسے کیسے پلٹے کھاتا ہے۔

خالص نعت کے اشعار بھی بہت جاندار ہیں، جن سے اعشیٰ کی خلاقیت اور نظر و تجربہ کی گہرائی ظاہر ہوتی ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

نبی یریٰ مالا ترون و ذکره
انمار لعمری فی البلاد و انجد

ترجمہ: وہ ایسے نبی ہیں، جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں، جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے۔ میرے عمر کی قسم ان کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل چکی ہے۔

عہد نبوی کے نعت گو شعراء کے باب کو ختم کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نعت کے چند اشعار نقل کردیے جائیں جس کو قبیلہ بنونجار کی معصوم بھولی بھالی لڑکیوں نے ہجرت کے موقع پر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں پڑھے تھے:

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — مادعا للّٰه داع
ایها المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع
نحن جوار من بنی النجار — یا حبذا محمد من جار

پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کیے جاتے ہیں چودھویں

رات کا چاند طلوع ہوا۔

جب تک دنیا میں اللہ کے نام لیوا باقی ہیں، ہم پر شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

اے ہمارے مابین مبعوث کی گئی شخصیت، آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

ہم قبیلہ بنو نجار کی لڑکیاں ہیں۔ ہم قابل رشک ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پڑوسی ہیں۔

حضرت حسان کے قصائد اپنے اندر تاریخی واقعات سموئے ہوئے ہیں، بسا اوقات آپ نے واقعہ کے دن تک محفوظ کر دیے ہیں۔ مثلاً آپ کا شعر:

بابی وامی من شهدت وفاته
فی یوم الاثنین النبی المهتدی

میرے ماں باپ اس ہدایت یافتہ نبی پر قربان ہو جائیں جس کا وصال دوشنبہ کے دن ہوا۔

نعت کے سلسلہ میں آپ کے اسم گرامی نے صفت کی شان اختیار کر لی ہے، جس طرح ہر سخی کو حاتم اور ہر بہادر کو رستم کہتے ہیں اسی طرح نعت کے ہر بڑے اور مہتم بالشان شاعر کو حسان کہتے ہیں۔

حضرت عباس ابن مرداس:

آپ حضرت خنساء کے پسر ارجمند ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں آپ کی چند نعتیں ملتی ہیں، جن میں تعلیمات نبویہ کو سراہا گیا ہے اور توحید کی روح بیان کی گئی ہے۔ سلاست، روانی، خلوص، جزالت، اثر آفرینی اور زبان وتراکیب میں ہم آہنگی آپ کی نعتیہ شاعری کے ممتاز اوصاف ہیں۔

دوسرا باب (د) دورِ نبوی کے بعد کی نعتیہ شاعری

عہد نبوی کے بعد کے شعرا نے نعت کو عصری مقتضیات سے بہت کم ہم آہنگ کیا

ہے بلکہ انھوں نے جذبات عشق کے اظہار کے لیے نعت کو آلہ کار بنایا ہے ان کے کلام کی ممتاز تخصیصات رقت، سوز و گداز، اور عشق کا والہانہ پن ہے۔

ذیل میں صرف چند نعت گو شعراء کے بیان میں اپنے محصور کیا جائے گا۔

(ا) فرزدق

فرزدق کا نام ہمام ابن غالب دارمی ہے، اس کی پیدائش کا سن ۶۵۹ء اور وفات کا سن ۸۲۸ء ہے۔

انھوں نے باقاعدہ نعتیں نہیں لکھیں بلکہ خانوادۂ علیؓ کی منقبت کے دوران نعت کے عمدہ اشعار کہے ہیں۔ مثلاً حضرت علی زین العابدین کی منقبت والے مشہور قصیدہ میں نعت کا شعر ملاحظہ کریں:

هٰذا علی رسول اللّٰه والده
امت بنور هداه تهتدی الامم

یہ علیؓ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد (نانا) ہیں۔ آپ کی ہدایت کے نور سے امتیں ہدایت پاتی ہیں۔

علامہ بوصیری متوفی ۶۹۶ھ=۱۲۹۶ء

آپ کا اسم گرامی محمد بن سعید ہے۔ آپ کی شاعری کا محور نعتِ نبی ہے، آپ کے نعتیہ قصیدوں میں تین قصیدے بہت مشہور ہیں:

(۱) قصیدہ بردہ

(۲) قصیدہ بانت سعاد کا معارضہ

(۳) قصیدہ ہمزیہ

لیکن جس قصیدہ نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیے، وہ قصیدہ بردہ ہے، جس میں آپ کی تمام منفرد شاعرانہ خصوصیات جمع ہیں۔ فالج کے حملہ سے علامہ بوصیری کا آدھا نچلا حصہ بیکار ہو گیا تھا اور ہر قسم کا علاج و معالجہ بے سود ہو گیا تھا تب آپ نے یہ قصیدہ نظم کیا اور سو گئے، خواب میں دیدار نبوی سے مشرف ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قصیدہ کو سماعت فرما

کر موصوف کے بدن پر چادر ڈال دی، جس سے وہ فی الفور شفایاب ہو گئے۔

اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ کہا جاتا ہے۔

علامہ بوصیری کے اس قصیدہ میں ۱۸۲ ،اشعار ہیں۔ علامہ موصوف کا یہ قصیدہ مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کے قصیدہ الٰہیات کی زمین میں ہے۔ اس قصیدہ کا آغاز عربی شاعری کے فرسودہ انداز میں کیا گیا ہے۔ نعت کی عظمت کی وجہ سے تشبیب کو طول نہیں دیا گیا ہے بلکہ صرف دو شعروں میں تشبیب کے مضمون کو محصور کر دیا گیا ہے۔ اس قصیدہ میں ولادت نبویؐ، معجزات نبوی، قرآن کریم کی معجز بیانی، اسرا و معراج، غزوات و جہاد، توسل اور مناجات کو خاص جگہ دی گئی ہے۔

پورا قصیدہ سلاست، روانی، جوش، اور عقیدت سے شرابور ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

فمبلغ العلم فیہ انہ بشرٌ
وانہ خیر خلق اللّٰہ کلھم

ترجمہ: ہم سب کے علم وفہم کی انتہا یہ ہے کہ آپ بشر ہیں اور تمام خلائق خداوندی میں بہتر ہیں۔

کانہ ھو فردٌ فی جلالتہ
فی عسکر حین تلقاہ فی حشم

گویا کہ آپ اپنی عظمت و جلال میں یکتا ہیں۔ بوقت ملاقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم لشکر اور کثیر خدام کے درمیان ہیں۔

ابن جابر اندلسی متوفی ۷۸۰ھ

آپ کو علامہ بوصیری کے قصیدہ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ نعت میں آپ ایک منفرد طرز کے بانی ہیں، جس کو عربی ادب میں بدیعیہ کہا جاتا ہے، اس میں شاعر اس بات کا التزام کرتا ہے کہ وہ ہر شعر میں علم بدیع کی کسی نہ کسی صنعت کو شامل کرے۔

سلاست، فصاحت، صنائع و بدائع کا حسین استعمال بالخصوص صنعت تجانس کا

استعمال، تشبیہات و استعارات کی برجستگی آپ کے کلام کے ممتاز عناصر ہیں۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

کالبدر فی شیم والبحر فی دیم
والزھر فی نعم والدھر فی نقم

آپ اخلاق میں چودھویں رات کے چاند کے طرح ہیں سخاوت میں دریا، احسان بخشی میں پھول اور حق کی اعانت میں سخت ہیں۔

ابن نباتہ مصری:

ابن نباتہ کا نام جمال الدین محمد ابن احمد ہے۔ اس وقت کے عربی ادب پر صنائع و بدائع، رعایت لفظی اور معنوی کی حکومت تھی۔ ابن نباتہ نے عصری مقتضیات سے متاثر ہو کر اس میں اپنی فنی مہارت کے ثبوت دیئے ہیں۔

صنائع و بدائع کے التزام اور بے جا تکلف نے ان کے اکثر اشعار کو چیستاں بنا دیا ہے۔

صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

شیحون نحوھا العشاق فاؤا
وصب مالہ فی الصبر راء

رنج و اندوہ میں، جن کی طرف عاشق لوٹتے ہیں۔ ایسا عاشق ہے جس کے صبر میں را نہیں ہے۔

(۴) شیخ عبدالرحیم برعی متوفی ۸۰۳ھ

آپ ایک صوفی عالم تھے اور عقید تمندوں کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ آپ کی نعتیں عقیدت مندوں کے حلقہ میں بڑے جوش وخروش کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں۔ آپ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صاحب نسبت بزرگ کو خواب میں ہدایت فرمائی تھی کہ حاکم مدینہ سے کہہ کر برعی کو مدینہ آنے سے روکو ورنہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

صرف ایک شعر تبرکاً لکھا جاتا ہے

وان ذکر ولیلیٰ ولبنیٰ فاننی
بذکر الحبیب الطیب الذکر الھج

جب لوگ کسی لیلیٰ یا کسی لبنیٰ کا تذکرہ کرتے ہوں، تو میں اس حبیب پاک کی یاد میں نغمہ خواں ہوتا ہوں جن کا ذکر سراسر معطر ہے۔

(۵) عبدالرحمن ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ

آپ ایک مورخ کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔لیکن ایک مجدد ادب کی حیثیت سے بھی آپ کی ہستی کچھ کم اہم نہیں ہے۔آپ نے عربی ادب کو تکلف و تصنع، ضلع جگت اور تجنیس کے گورکھ دھندوں سے نکال کر، اس کو پہلی اور دوسری صدی ہجری کی سادہ نویسی کی طرف واپس کر دیا۔آپ ایک کامیاب نعت گو تھے۔موصوف کے نعتیہ قصائد میں ادبیت زیادہ ہے۔الفاظ منتخب، بندشیں چست اور قوافی بے تکلف اور رواں دواں ہیں۔

اعتراف عجز کے مضمون کی ندرت قابل دید ہے

قصرت فی مدحی فان یك طیبا
لذکرك من اریح الطیب

میں نے آپ کی مدح کا حق نہیں ادا کیا۔اگر میں اچھا کہہ گیا تو وہ آپ کی معطر یاد کا صدقہ ہے۔

(۶) شیخ عبدالغنی نابلسی

آپ کی شہرت ایک معبرّ رویا کی حیثیت سے زیادہ ہے اور اس فن میں آپ کی کتاب ''تعطیر الانام'' کافی مشہور ہے۔آپ کی نعتوں میں دلی جذبات کا اظہار اور عقیدت کا خلوص کافی دلچسپ ہے، نمونہ میں صرف ایک شعر درج ذیل ہے۔

محمد خیر کل العالمین لقد
سحت علی الخلق فی افضاله سحب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں سے بہتر ہیں، جن کی بخشش اور سخاوت کا بادل

سارے عالم پر برستا رہتا ہے۔

دوسرا باب (ہ) عربی ادب کے ہندوستانی شعرائے نعت

عربی زبان و ادب کے ارتقاء میں ہندوستانی علماء کے کارنامے کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔عربی نعت کی تاریخ میں ہندوستانی شعراء کی تعداد خاصی ہے، جس میں شیخ احمد تھانیسری، شاہ ولی اللہ، غلام علی آزاد بلگرامی اور مولانا حبیب الرحمٰن کے اسمائے گرامی کافی اہم ہیں۔

(۷) **شاہ ولی اللہ** متوفی ۱۷۶۱ء کی شخصیت میں زبردست مقناطیسیت تھی علم و ادب، مذہبیات اور اصلاح قوم وملت سے آپ کو خاص لگاؤ تھا، ''نزھۃ الخواطر'' میں آپ کا ایک قصیدہ منقول ہے، جس میں ۱۸۰ اشعار ہیں۔قصیدہ کا عنوان "**اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم**" ہے، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت، معجزات و مناقب، شمائل و خصائل اور عادات و اطوار کا دلاویز بیان ہے۔قصیدہ میں نعت کے میدان میں رائج نقائص پر کھلا طنز بھی کیا گیا ہے۔

ویاویل قوم اطریٰ بوصف نبیه
سماہ رب الخلق اطراء خائب

وہ لوگ ہلاک ہو جائیں جو آپ کی نعت میں مبالغہ کرتے ہیں اور ایک مجرم نعت گو بن کر نبی کو خدا کا رتبہ دیتے ہیں۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی

موصوف کو زبان و بیان پر کافی قدرت حاصل ہے۔آپ کی نعتیہ شاعری کی ممتاز خصوصیات، معجز ایجاز، اور داخلیت ہیں۔آپ حسان الہند کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ایک بیت میں موصوف خود فرماتے ہیں

چوں مدح رسول کام من شد، حسان العجم نام من شد

موصوف نے اپنے نعتیہ قصائد کے اشعار کی کل تعداد سات سو بتلائی ہے۔ ے

بطور نمونہ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو، جو ایک نعت کے دعائیہ حصہ سے اخذ کیا گیا ہے۔

قلبی حمام بالمدینة طائر
لکن جسمی موثق فی مصید

میرا دل مدینہ میں اڑنے والا کبوتر ہے، لیکن میرا جسم شکارگاہ میں مقید ہے۔

(۸) **شیخ احمد تھانیسری** کے نعتیہ قصیدے سلاست، روانی، بے ساختگی اور برجستگی کے شاہکار ہیں۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو۔

رب العذی والجدی والصالحات معا
طفلا وکھلاً و فی شبٍّ و فی مرد

آپ بچپن، جوانی اور عنفوان شباب میں سخاوت، بخشش اور اچھائیوں کے مالک تھے۔

(۹) **مولانا حبیب الرحمن** کو عربی نثر و نظم پر اہل زبان کی طرح عبور حاصل تھا، آپ کے دو قصیدے بہت مشہور ہیں: ایک قصیدہ اخلاقیہ مناجاتیہ اور دوسرا قصیدہ لامیۃ المعجزات۔

قصیدہ لامیۃ میں کل ۲۵۴ اشعار ہیں، جس میں معجزات نبویہ نظم کیے گئے ہیں۔ منظوم معجزات کی تعداد ایک سو ہے۔ یہ معجزات سترہ موضوعات کے تحت بیان کیے گئے ہیں اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ معجزات روایتی اسقام سے مبرا ہوں۔ ابتدائی تیرہ اشعار میں بطور تمہید اپنے نفس سے مخاطبہ کیا گیا ہے اور نفس کو بے راہ روی سے بیدار کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ چودھویں سے اٹھارہویں شعر تک سرکار دو عالم سے التجا اور توسل کے مضامین نظم کیے گئے ہیں، انیسویں سے چونتیسویں شعر تک شمائل نبوی کا بیان ہے، ۳۵ ویں سے ۵۲ ویں تک بعثت سے پیشتر کی دنیا کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ ۵۸ ویں شعر سے ۲۴۲ ویں شعر تک ۱۷ موضوعات کے تحت معجزات نبویہ کا بیان ہے اور ۲۴۳ ویں شعر سے ۲۴۵ ویں شعر تک معجزات مرقومہ کو یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

قصیدہ لفظی و معنوی محاسن سے مالا مال ہے، زبان صاف سادہ ہے اور خیالات

ے خزانۂ عامرہ: مولانا غلام علی آزاد بلگرامی ص۔۴

تعقید اور گنجلک سے بالاتر ہیں۔ الفاظ کی بندش، زبان کی روانی، فصاحت و بلاحت کی برجستگی اور طرز ادا کی ندرت قابل تحسین ہے۔

صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

هاك قرآناً بيناً فاستمع
لم يزل المجازة منذ منزل
فيه تعجيز لهم عن مثله
من اطاق مثله قولاً يقل ۱۹

دوسرا باب (و) فارسی ادب میں نعت گوئی

۲۱ھ میں عربوں نے جنگ کے ذریعہ ایران پر بالادستی حاصل کر لی جس کے نتیجہ میں ایرانی سلطنت، خلافت کے قلمرو میں داخل ہوگئی اور تقریباً دو سو سال تک ایران قلمرو خلافت کے تابع رہا۲۰ ایرانیوں نے عربی زبان وادب میں کافی دسترس حاصل کی اور انھوں نے عربی زبان وادب کے سرمایہ میں وقیع اور لائق ذکر کتابوں کا مفید اضافہ کیا۔

ایرانیوں میں کافی قدآور شخصیتیں ایسی پیدا ہوئیں، جنھوں نے مذہبیات کے شعبہ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے۔

نعتیہ ادب کے سلسلے میں جتنا کام ایرانی شعراء نے کیا ہے، اتنا خود عرب کے شعراء نہیں کر سکے۔ عرب و ایران کی نعتیہ شاعری کا تقابل کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد لکھتے ہیں۔

"مختلف ادبیات میں نعت کا تقابلی مطالعہ کرنے والا ہر فرد بخوبی واقف ہے کہ اس موضوع پر جتنی توانا، زندہ موثر، مترنم اور پرسوز نعتیں فارسی شاعری میں ملتی ہیں، اتنی کسی دوسری زبان وادب میں اردو زبان کو چھوڑ کر نہیں ملتیں۔ فارسی نعتوں میں جو وارفتگی

۱۹ لامیۃ المعجزات مع البینات: مولانا محمد اعزاز علی۔ ص۔۲۷
۲۰ تاریخ ادبیات ایران: ڈاکٹر رجازادہ شفق مترجمہ مبارز الدین رفعت ص۔۴۰ و ۴۱، ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی

عشق، شیفتگی، خلوص اور گرمیٔ جذبات ہے وہ کسی دیگر زبانوں کی نعتوں میں نہیں ہے فارسی کے بعد اردو کا درجہ آتا ہے۔

عناصر مذکورۃ السبق میں فارسی اور اردو کے اشتراک کے کئی وجوہ ہیں، اول یہ کہ اہل ہند اور اہل ایران کے مزاج میں بے حد مماثلت ہے دوسرے یہ کہ اردو فارسی کی پروردہ ہے اس لیے فارسی سے اردو کا متاثر ہونا فطری اقتضاء ہے۔

تیسرے یہ کہ بعد مسافت اور فراق جو کہ دبی ہوئی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنانے میں معین و مددگار رہے، دونوں کے لیے امر مشترک ہے۔ [۲۱]

ذیل میں راقمۃ الحروف ایران کے ان شعرائے نعت پر خامہ فرسائی کرے گی، جن کی شعری کاوشوں نے اردو کی نعتیہ شاعری کو کافی متاثر کیا اور جن کے نعتیہ ذخائر سے مستفیض ہو کر اردو کے شعرائے نعت نے نعتیہ سفر کو آگے بڑھایا اور اس کے سرمایہ میں مفید اضافہ کیے۔

(۱) **فردوسی** متوفی ۴۱۱ھ کا شاہکار کارنامہ شاہنامہ ہے، اس مثنوی کے تیسرے عنوان کے تحت ۳۲ اشعار قلم بند کیے گئے ہیں جو نعت و منقبت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ ''درستائش پیغمبر و یارانش'' کے عنوان کے ذیل میں حوالۂ قرطاس کیے گئے ان ابیات میں نعت کی فضا حاوی ہے۔ شگفتگی، روانی، مدلل انداز بیان، مدح کا مؤدب پہلو، عقیدت و محبت کا اظہار اور احادیث نبوی سے لطیف استفاضے، فردوسی کی نعتیہ کاوشوں کے امتیازی خصائص ہیں، صرف دو ابیات ملاحظہ ہوں۔

بگفتار پیغمبرت راجوی   دل از تیرگیہا بدیں آب شوی
تورا دین و دانش دہاند درست   رہِ رستگاری بباید بجست

آج تک کی دستیاب معلومات کی بنا پر فردوسی فارسی کی نعتیہ شاعری کا سابق اول ہے۔ [illegible]

(۲) حکیم سنائی

حکیم سنائی سلجوقی عہد کا مایۂ ناز شاعر ہے اس نے نعت میں مختلف مضامین داخل کر کے،

۲۱ نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص۔ ۲۲۷ و ۲۲۸
[illegible] نعتیہ شاعری کا ارتقاء: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ص۔ ۲۲۴

اس میں تنوع اور رنگارنگی پیدا کی۔ ایک مجذوب کی ملامت سے اثر لے کر اس نے اپنی ساری زندگی صوفیانہ مسائل اور نعتیہ مضامین کو شعری جامہ پہنانے میں صرف کردی۔ وہ خود کہتا ہے:

اے سنائی جز مدیح ایں چنیں سید مگوئی   تا توانی جز بنام نیک او مکشائی دم

سنائی نے ایک دیوان اور کئی مثنویاں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ اس کی تمام مثنویاں توحید، نعت رسول، منقبت صحابہ، ترک دنیا، ظاہر سے بیزاری، رجوع الی الباطن، خود پسندی اور غرور کے ترک کی تعلیم کے اعلیٰ مضامین سے لبریز ہیں، اس کی مثنویوں میں حدیقۃ الحدیقہ، نعت پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اس لیے اہم ہے کیونکہ اس کے باب دوم میں صرف نعتیں مشمول ہیں۔ کلیات نعت میں چھ قصائد شامل ہیں۔

حکیم سنائی نے ۷۹، اشعار کا ایک قصیدہ قاضی یحیٰی صاعد معروف بہ عارف زرگر کی مدح میں لکھا ہے۔ اس قصیدہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس کی تشبیب میں نعتیہ مضامین نظم کیے گئے ہیں اور تخلیص میں بھی مثالی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔

سنائی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی نعتوں میں تلمیحات کثرت سے استعمال کرتا ہے۔ وہ اکثر و بیشتر قرآنی آیات بعینہٖ نقل کرتا ہے اور جہاں اس نے قرآنی آیات کے آزاد ترجمے کیے ہیں، وہاں اس کے کلام سے مستفید ہونے کے لیے کافی دقت نظر مطلوب ہے۔ مثال میں صرف دو اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

زہی پشت و پناہ ہر دو عالم   سرو سالار فرزندانِ آدم
دلیل راہست ابراہیم آزر   منادی ملت عیسی مریم [۲۲]

نعت کے ضمن میں معراج نامے شامل کرنا، میلاد نامے لکھنا، اور فرسودہ مضامین کو اسلوب کی ندرت سے تروتازہ بنا دینا سنائی کے اولیات میں داخل ہیں، وہ پہلا شاعر ہے، جس نے ستائش پیغمبر کے لیے نعت کی اصطلاح رائج کی۔ اس نے سب سے پہلے جامۂ شعر و شاعری میں کہا تھا:

۲۲ کلیات سنائی ص۔ ۵۸

در سخن جز نام او گفتن خطا باشد خطا
در ہنر جز نعت او گفتن ستم باشد ستم

ملک القصائد انوری کے شعری سرمایہ میں نعت کا فقدان ہے وہ نعت نبی میں دو مصرع بھی موزوں نہ کر سکے۔[۵]

(۳) عطار

شیخ فریدالدین محمد المعروف بہ عطار نیشاپوری نے طویل عمر پائی اور تقریباً ایک سو سال تک عرفانی و روحانی تعلیم سے شعر و شاعری کو معطر کرتے رہے۔ عطار نے تادم زیست کسی دنیوی شخص کی مدحت طرازی سے اپنے کلام کو گدلا نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں ان کا خود کا شعر ہے:

بعمر خویش مدح کس نگفتم　　دری از بہر دنیا من نسفتم

موصوف نے اپنے سرمایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلائق ہونا، آپ کی امت کا خیر الامم ہونا، کائنات کا آپ کا طفیلی ہونا، آپ کے عہد کا خیر القرون ہونا اور آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا وغیرہ مضامین نظم کیے ہیں، ان کی نعتوں میں احساس عجز، خوف و خشیت، تواضع، سوز و گداز کے ساتھ انابت، شیرینی حلاوت اور شفاعت طلبی کے مضامین نمایاں ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

یا رسول اللہ بسے درماندہ ام　　باد برکف خاک بر سر ماندہ ام
بیکساں را کس توئی در ہر نفس　　من ندارم در دو عالم جز تو کس
یک نظر سوئے من غم خوارہ کن　　چارہ کن من بیچارہ کن
اے شفاعت خواہ مشتے تیرہ روز　　لطف کن شمع شفاعت برقرار

(۴) خاقانی

آذربائیجان کے مشہور شاعر افضل الدین ابراہیم خاقانی نعتیہ شاعری میں حسان العجم

[۵] فارسی شعراء اور نعت رسول: پروفیسر ضیاء احمد بدایونی

کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ان کو یہ لقب ان کے چچا مرزا کافی نے نعت سے ان کے شغف کو دیکھ کر دیا تھا۔[۲۳] خاقانی نے اکثر نعتیہ قصائد میں اپنے اس لقب پر فخر کیا ہے۔

مصطفیٰ خاطر و حسان عجم مدح سرای　　ز صدر را ندا آید قد احسنت خاقانی

حکیم خاقانی کی بابت اظہار رائے کرتے ہوئے مولانا جامیؔ نے بہارستان میں لکھا ہے ''خاقانی شروانی علیہ الرحمۃ بسبب کمالی کہ در صفت شعر داشتہ او را حسان العجم کردہ انداز ہمہ شعراء در اسلوب سخن ممتاز است و دراں شیوۂ غریب بے انبار در مواعظ و حِکم طریقہ سنائی سپردہ است و دران معنی گوئی سبقت از اقران ربودہ''[۲۴]

خاقانی کو مذہبیات سے خاص شغف تھا۔ اس کی اکثر تلمیحات مذہبی ہوتی ہیں۔ اس نے قصیدہ کی ہیئت میں کئی بہت توانا نعتیں کہی ہیں، جن سے شاعر کے عقائد کی پختگی اور مذہبیات سے اس کی غیر معمولی دلچسپی منعکس ہوتی ہے۔

خاقانی کی عام روش یہ ہے کہ وہ شارع عام سے ہٹ کر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دقیق اور گہرے مضامین کو نہایت جامع الفاظ میں صنائع و بدائع اور علمی مصطلحات کا سہارا لے کر نظم کرتا ہے۔ اس کی نعتوں میں قرآنی آیات، ضرب الامثال واحادیث نبویہ، کنایات و اشارات اور دیگر مذاہب کے مصطلحات کثرت سے جمع ہیں، تجنیس، ایہام اور تشبیہات و استعارات اور دیگر لفظی و معنوی محاسن اس ندرت اور بداعت کے ساتھ خاقانی کے نعتیہ سرمایہ میں جمع ہوگئے ہیں کہ اس کے کلام میں ایک خاص قسم کی لطافت اور تازگی پیدا ہوگئی ہے اور اکثر و بیشتر اس کا کلام عام اور متوسط قاری کی دسترس سے باہر ہوگیا ہے۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے:

پادشاہ نظم و نثرم در خراسان و عراق
کاہل دانش را از بہر لفظ امتحاں آوردہ ام

[۲۳] فارسی شعراء اور نعت رسول ۔ مضمون حضرت ضیاء بدایونی ۔ بحوالہ نعتیہ شاعری کا ارتقاء: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ص۔ ۲۵۸

[۲۴] بہارستان جامی از جامی ص۔ ۹۹

خاقانی نے اپنے نعتیہ قصائد میں اپنی ذات اور اپنے عصر سے متعلق عناصر اس کثرت سے جمع کیے ہیں کہ قاری خاقانی کے ذاتی و عمومی احوال و کوائف سے روشناسی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

امسال گرز کعبہ مراباز داشت شاہ
زیں حیرت آتشی زسویدابر آورم
دندانم از سنگ عزامت شکستہ اند
وقت ثنای خواجہ ثنایا بر آورم

درج ذیل شعر میں زمین کی حرکت کے مضمون کو فرضیت کے دائرہ میں رکھ کر نظم کیا گیا ہے اور اس طرح نعت کا ایک حسین شعر معرض وجود میں آ گیا ہے۔

فلک بہ دائیٔ دیں اوبدیں مرکز
زنیست بر سرگہوارۂ بماندہ دوتا

نعتیہ شاعری میں خاقانی کے زندانی قصائد خاص اہمیت کے مالک ہیں، کیونکہ ان قصائد میں شاعر نے اپنے ذاتی و عمومی احوال نظم کیے ہیں۔

جذبات کے سوز و گداز اور ان کی پاکیزگی، عشق کی نظافت اور اس کی گرمی، تاریخی حقائق سے مضامین نعت کی وابستگی، خاقانی کے نعتیہ سرمایہ کے خاص جوہر ہیں۔

خاقانی نے مضامین نعت میں کئی اجتہادات بھی کیے ہیں۔ اس نے خدمت نبوی میں اپنے احوال بیان کرنے کا مضمون پہلی بار نظم کیا ہے بر سبیل مخاطبت نعت کہنا بھی خاقانی کے اضافات میں سے ہے۔ خشوع و خضوع اور ابتہال کے مضامین کو شامل نعت کرنا بھی خاقانی کی ایجاد ہے، فرسودہ مضامین میں جدت ادا اور ندرت اظہار سے جان ڈال دینا خاقانی کے اختصاصات میں سے ہے۔ سنائی تقدم بالشرف کا مضمون نظم کر چکا تھا اور نظامی بھی اس میدان میں اشہب فکر دوڑا چکا تھا، لیکن خاقانی نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے کہ محض طرز ادا کی جدت نے شعر کو جاذب سامعہ و وجدان بنا دیا ہے۔

در روضۂ فطرت جہاندار آدم شگفتہ ست و میوہ مختار

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

احمد بس آدم است شاید میوہ زپس شگوفہ آید

معراج نبوی کے سلسلہ میں براق پر طبع آزمائی بھی خاقانی کے اجتہادات میں شامل ہے۔ ندرت ادا ملاحظہ ہو:

در مرتع قدسیاں چریدہ درمربط سدرہ آرمیدہ
جنی حرکات و آدمی روے ناہید عذار و مشتری خوئے

خاقانی سے پیشتر نعتیہ شاعری میں کتّے کا استعمال نہیں ملتا اس طرح خاقانی کلب نامہ کا بھی موجد ہے۔

اس نے نعت میں اتنے رنگا رنگ مضامین نظم کیے ہیں اور اس کے دامن کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ اس کو حسب ذیل تعلّی زیب دیتی ہے:

شاعر منطق منم خوانِ معانی مراست
ریزہ خوان من رودکی و عنصری

(۵) **نظامی** متوفی ۵۹۹ھ=۱۲۰۲ء

حکیم ابو محمد الیاس ابن یوسف ابن زکی ابن موید نظامی آذر بائجان کے شاعروں میں دوسرا اہم نعت گو شاعر ہے۔ اس کی نعتیں اس کی کتاب پنج گنج میں مشمول ہیں جو خمسہ نظامی کے نام سے مشہور ہے، اس میں تقریباً ۲۸ ہزار اشعار ہیں۔ خمسہ نظامی میں حسب ذیل پانچ مثنویاں مشمول ہیں:

۱۔ مخزن الاسرار ۲۔ خسرو شیریں
۳۔ لیلیٰ و مجنوں ۴۔ ہفت پیکر
۵۔ سکندر نامہ

نظامی فن موسیقی سے مکمل طور پر آگاہ تھا، اسی لیے اس کی نعتوں میں بلا کی غنائیت ہے۔ اس کے کلام کی نمایاں خصوصیت جدت طرازی ہے، جس میں جدتِ ادا، جدتِ تراکیب، جدتِ اسلوب، جدتِ مضامین غرض کہ ہر قسم کی جدتیں آ جاتی ہیں، جہاں تک اس کے اسلوب کا سوال ہے، وہ صاف، سادا سلیس، متین، شیریں اور رواں

دواں ہے۔ لہجہ میں وقار اور سنجیدگی نیز خاص قسم کا لحن ہے، چند ابیات ملاحظہ ہوں:

اولیں گل کہ آدمش افشرد — صاف او بود و دیگراں ہم درد
رسم ترنج است کہ در روزگار — پیش دید میوہ پس آرد بہار

نظامی نے معراج نامے بھی لکھے ہیں۔ فردوسی کے بعد ایران کا سب سے کامیاب داستان سرا شاعر ہونے کی وجہ سے اس کے معراج ناموں میں واقعات و مناظر کی کامیاب مرقع نگاری ہے اور اسلامی قدغن نیز نعت نبوی کی جلالت نے اس کے اشہب فکر کو بے لگام نہیں ہونے دیا، اس لیے حقیقت نگاری کے جادہ سے اس کا قلم سر مو منحرف نہیں ہوا۔ اس خطرناک راہ سے کامرانی کے ساتھ گذر جانا بڑے بڑے شاعروں کے لیے بھی مشکل اور دشوار گذار رہا ہے۔

معراج کے سلسلہ میں اجرام فلکی کے تذکرہ اور ان کے خواص و اثرات سے جتنا فائدہ نظامیؔ نے اٹھایا ہے، اتنا شاید ہی کسی نعت گو نے اٹھایا ہو۔

مثنوی مخزن الاسرار کی نعتیں اس لیے وقیع ہیں کیونکہ ان میں عقیدت و محبت کا دریا موجزن نظر آتا ہے۔ کلام کا سوز و گداز اثر آفریں اور رقت انگیز ہے، صرف دو ابیات ہدیۂ ناظرین ہیں:

سکہ تو زن تا امراکم زنند — خطبہ تو خواں تا خلفا دم زنند

عراقی:

عراقی کی نعتوں میں وصفی انداز بیان قابل تحسین ہے اور معجزات کا بیان بھی جاذب توجہ ہے۔ ذیل کا ایک شعر ملاحظہ کریں جس میں معجزۂ شق القمر کا بیان اور آپ کی اس سرشت کا اظہار کہ آپ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو شکم سیر کراتے تھے، دیدنی ہے۔

از سر انگشت مبارک ماہ وا کردہ دو نیم
خود نہ کوردہ عالمی را قوت دادہ زاں خمیر

عراقی نے ایک نعتیہ قصیدہ واحد متکلم کے صیغہ میں پیش کیا ہے، جس میں اس کی استاذانہ حذاقت قابل تعریف ہے۔ اس نے اس پر خطر وادی میں موضوع کے ساتھ

پورا انصاف کیا ہے۔ اس نے کائنات کے انبیاء و مرسلین کا آپ کا طفیلی ہونا، آپ کے نور کا خلقت میں متقدم بالزمان ہونا، آپ کا خاتم النبیین ہونا، تمام انبیاء و مرسلین کا آپ کے سہارے مشکلات سے نجات پانا وغیرہ مضامین صیغہ واحد متکلم میں نظم کیے ہیں۔ دو ایک اشعار ملاحظہ ہوں۔

نورم کہ از ظہور من اشیاء ظہور یافت
ظاہر تر است بر نفس انوار اظہرم
بر لوحِ کائنات قلم آنچہ ثبت کرد
حرفی بود ہمہ ز حواشی دفترم

مولانا روم:

مولانا روم کا شاہکار ان کی مثنوی ہے۔ جس میں انھوں نے مسلسل حکایات کی شکل میں عرفانی مسائل نظم کیے ہیں۔ مولانا روم کا یہ کارنامہ ہے کہ موصوف نے نعت کے دامن کو وسعت دیتے ہوئے نعت سے قیام امن و آشتی اور تہذیب نفس کا کام لیا ہے نیز جفاکشی، محنت، ریاضت اور توکل کی، تعلیم دی ہے۔ انھوں نے نعت میں عافیت طلبی کے مضامین کو لطیف و بدیع انداز میں نظم کیا، اس کے نتائج و ثمرات بتلائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کے فوائد سے مطلع کیا نیز استہانت کے خطرناک عواقب سے باخبر کیا ہے۔ سلاست، روانی اور بے ساختگی مولانا کے کلام کے امتیازی خصائص ہیں۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں۔

گفت پیغمبر بآواز بلند
با توکل زانوئے اشتر ببند
گر توکل می کنی درکار کن
کشت من پس تکیہ بر جبار کن

سعدی:

مغلوں اور تیموریوں کے عہد کے ممتاز شاعر شرف الدین مصلح الدین ابن عبداللہ

سعدی شیرازی نے عربی وفارسی میں اچھی نعتیں لکھی ہیں۔نعت گوئی میں ان کا طرۂ امتیاز سادگیٔ اظہار اور روانی وسلاست ہے۔ان کی اکثر نعتیں سہل ممتنع کی اچھی مثالیں ہیں نمونہ میں ان کے وہ نعتیہ ابیات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں جو ''گلستان'' میں مشمول ہیں۔

شفیع مطاع نبی کریم   قسیم جسیم نسیم وسیم
بلغ العلیٰ بکمالہ   کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ   صلوا علیہ و آلہ

سعدیؔ کے نعتیہ قصائد بھی متقدمین کے طرز اسلوب کے برخلاف صاف سادہ زبان میں ہیں۔ان کے یہ قصائد دوراز کار تشبیہات سے پاک وصاف ہیں ایک نعتیہ قصیدہ کے دو ایک شعر ملاحظہ ہوں۔

چندین ہزار سکۂ پیغمبری زدند
اول بنام آدم و آخر بمصطفا
در نعت اورا زبان فصاحت کجا رسد
خود پیش آفتاب چہ رونق دہد سہا

سعدیؔ کو زندگی کے تجربات بہت زیادہ تھے، اسی لیے ان کی نعتوں میں بھی ایسے اشعار مل جاتے ہیں، جن میں آفاقی صداقتیں موزوں ومتناسب الفاظ میں نظم ہوگئی ہیں۔نمونہ میں درج ذیل شعر میں جاری وساری کائناتی حقیقت ملاحظہ کریں۔

خاصان حق ہمیشہ بلیت کشیدہ اند
ہم بیشتر عنایت وہم بیشتر عنا

''بوستاں''، میں مشمول وہ مثنوی جو درج ذیل بیت سے شروع ہوتی ہے، بہت اہم ہے۔

کریم السجایا جمیل الشیم   نبی البرایا شفیع الامم

شاعر نے اس مثنوی میں لطیف اضافی تراکیب کے سہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا ہے معجزات کا استعمال اور احادیث نبویہ کو نظم میں پیش کرنے کا انداز نرالا ہے۔اس نعتیہ مثنوی کا درج ذیل بیت کلیدی حیثیت کا مالک ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست   کتب خانۂ چند ملت بشست

اعتراف عجز کے باب میں درج ذیل شعر کی ندرت ملاحظہ ہو۔

چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیک الصلوٰۃ امی نبی والسلام

(۹) جامی:

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نویں صدی ہجری کے بہت بڑے ناقد، عالم اور صوفی صافی بزرگ ہیں۔وہ نعت کی دنیا میں بھی ایک قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔

موصوف نے خمسۂ نظامی کے تتبع میں سات مثنویاں ''ہفت اورنگ'' کے نام سے لکھیں، جن میں شامل نعتیں کافی توانا اور جاندار ہیں۔انھوں نے مثنوی کے علاوہ غزل، قصیدہ، سلام اور ترجیع بند کی ساخت میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے جامیؔ کو نعت کی دنیا میں سلام کا موجد بتلایا ہے[۲۵] سوز وگداز، وفور شوق، شیفتگیٔ جذبات، عشق رسول کا والہانہ پن اور مہذب پیرایۂ اظہار انکی نعتیہ کاوشوں کا سرمایۂ افتخار ہے۔

جامیؔ کے یہاں سایہ نہ ہونے کا موضوع اور اس کی متعدد شاعرانہ توجیہات جاذب سامعہ ووجدان ہیں۔جامی کے ایک سلام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام علیکم اے نبی مکرم   مکرم تراز آدم و نسل آدم
سلام علیک ای ز آبائے علوی   بصورت موخر بمعنی مقدم
سلام علیک ای ز آبائے فطرت   طفیل وجود تو ایجاد عالم

زائر حرم کی حیثیت سے جامیؔ کے نعتیہ اکتسابات خاصے وقیع اور ولولہ انگیز ہیں۔

مضامین نعت سے شاعر کے بے نظیر شغف اور مثالی رجحان کا اندازہ ان کے درج ذیل شعر سے ہوتا ہے۔

نبود دریں دیر کہن از نعت او خوشتر سخن
زیں نکتہ جامی بس مکن تا تاب داری وتواں

[۲۵] نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص۔۳۲۹

(۱۰) قدسی:

حضرت محمد جان قدسیؔ کی نعتیہ غزلیں صوفیا کے حلقہ میں کافی مقبول ہیں۔ ان کی مشہور نعتیہ غزل جس کا مطلع:

مرحبا سید مکی مدنی العربی　　　دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ہے اس لیے بھی اہم ہے کہ اس پر سیکڑوں شعرا نے تضمینیں لکھی ہیں۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں تراکیب کے اتقان اور الفاظ و حروف کے موزوں نشست و برخاست کے ساتھ اوزان و قوافی کا حسین انتخاب بھی کافی اہمیت کی چیز ہے۔

(۱۱) قاآنی:

قاچاری اور صفوی دور کے ممتاز شاعر میرزا حبیب احمد ولد میرزا محمد علی المتخلص بہ قاآنی متوفی ۱۸۵۳ء کی شخصیت اس لیے خاصی اہمیت کی حامل ہے کہ انھوں نے قدماء کے رنگ و آہنگ کو نئی جلا دی۔ بندش کی چستی، انتخابِ الفاظ کی دلکشی، عبارت کی شیرینی، واقعات کی سچی تصویر کشی اور جاذب سامعہ موسیقیت کے نقطہ ہائے نظر سے قاآنی کی نعتیہ کاوشیں کافی دلآویز ہیں۔ واقعات معراج صاف، سادا اور سلیس اوزان میں پیش کیے گئے ہیں۔ صرف ایک شعر تبرکاً درج ہے۔

گردوں مجلّہ ایست بر اثبات معجزش
کیوان مجلّہ ایست ز اقطاع کشورش

فارسی کے ہندوستانی نعت گو شعرا کی نعتیں بھی کافی وقیع اور اہم ہیں، ذیل میں فارسی کے چند قدآور ہندوستانی نعت گو شعرا کی نعتیہ خصوصیات کو مختصر سے مختصر تر نہج میں قلم بند کیا جائے گا۔

(۱۲) امیر خسرو متوفی ۷۲۵ھ

امیر خسرو کی تصنیفات کی تعداد ۹۹ بتائی جاتی ہے۔ آپ بنیادی طور پر فارسی کے شاعر و عالم تھے۔ [۱]

[۱] ہفت اقلیم: امین احمد رازی بحوالہ تاریخ ادب اردو، ج۔ا جمیل جالبی ص۔۲۷

آپ کا نعتیہ سرمایہ آپ کی مثنویوں اور پانچ دواوین میں محفوظ ہے۔ آپ نے حکیم نظامی کے تتبع میں پانچ مثنویاں مطلع الانوار، شیریں خسرو، مجنوں لیلیٰ، آئینہ سکندری اور ہشت بہشت صرف تین سال کے وقفہ میں لکھیں آپ کی نعتیہ کاوشوں کی امتیازی خصوصیت سلاست، روانی، موسیقیت اور غنائیت ہے۔

آپ کا نعتیہ سرمایہ مثنوی کی ساخت کے علاوہ رباعی، قصیدہ اور ترکیب بند کی ساخت میں بھی ہے۔ آپ کے نعتیہ قصائد غزل کے فارم میں ہیں یعنی ان میں ایک مطلع، ایک مقطع اور بقیہ درمیانی اشعار ہیں۔ ان نعتیہ قصائد میں قصیدہ کے اجزائے ترکیبی کا فقدان ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں احادیث نبویہ کو دلکش طور پر نظم کیا ہے۔ مثلاً ایک قصیدہ میں حدیث نبوی ”وآدم و من دونہ تحت لوائی“ کو خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔ متعلقہ شعر ملاحظہ ہو:

آدم و من دونہ تحت اللواء　　　آمدہ چوں تو لواء افروختہ

اسی قصیدہ کے آخری شعر میں خسرو نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے آتش دل سے اپنی جان پگھلا کر نعت نبوی لکھی ہے متعلقہ شعر درج ذیل ہے:

بندۂ خسرو تا نویسد نعت تو　　　ز آتش دل جان خود بگداختہ

امیر خسرو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی بات کو بھی دلکش شاعرانہ انداز میں نظم کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنا سایہ گنہگاران امت کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لیے محفوظ کر رکھا ہے تاکہ جب گنہگارانِ امت سورج کی گرمی سے جلنے لگیں تو آپ ان کے سروں پر اس محفوظ کردہ سایہ کو ڈال دیں۔ لطافت بیان ملاحظہ ہو۔

سایہ خویش آنکہ نہ کرد پیش نظر　　　دانستہ از پئے خورشید حشر
تا جو بسوزیم در آں آفتاب　　　خود فگن سایہ بر اہل عذاب

امیر خسرو کی ایک نعت اس لیے قابل ذکر ہے کیونکہ اس میں شاعر نے سراپا نگاری کے جوہر دکھلائے ہیں۔ صرف ایک شعر درج ذیل ہے۔

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتاں آذری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں دیباتری

(۱۳) **عرفی** متوفی ۱۵۹۰ء

جمال الدین محمد عرفی ابن بدرالدین نعت کی دنیا میں اس لیے قابل ذکر ہے کیونکہ اس کے نعتیہ کلام کا امتیازی وصف اس کا جذبۂ خودداری ہے۔ اس کی یہ خودداری عاجزی سے دور اور خودی سے نزدیک ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میری ہمت سوالی بن کر ہاں اور نہیں کے نیشتر کھانے کو تیار نہیں ہے کیونکہ اہل کرم کی دست نگری عزم و ہمت والوں کے بس کی بات نہیں۔ متعلقہ شعر ملاحظہ ہو:

اقبال کرم میگز و ارباب ہمم را   ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

جدت ادا بھی شاعر کی ایک امتیازی خصوصیت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عدیل و ہمسر نہیں ہے۔ طرز ادا کی جدت ملاحظہ ہو۔

روز یکہ شمردند عدیلش زمحال   تاریخ تولّد بنو شتند عدم را

قصیدہ زیر بحث کا حاصل نعت شعر درج ذیل ہے:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل   سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

شاعر نے اسی قصیدہ کے مقطع میں نعت کے راہ کی دشوار گذاری کی بات کی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کافی شہرت یافتہ ہے:

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

عرفیؔ نے اپنی نعتوں میں بعض جگہوں پر گہرا عصری رنگ پیدا کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نکند   شفاعت تو عمل نامۂ اناث و ذکور
زشرم کثرت عصیاں من برعشہ افتد   حسابگاہ قیامت چو ارض نیشا پور

شاعر کو جدید تراکیب کے اختراع میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا مثلاً درج ذیل شعر میں ''شہنشاہ سریر قاب قوسین'' کی نئی ترکیب ملاحظہ ہو:

شہنشاہ سریر قاب قوسین احمد مرسل
کہ بر پیشانی تقدیر مرقوم ست فرمائش

(۱۴) **شیخ علی حزیں:**

شیخ علی حزیںؔ کے دیوان میں نعتوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ حزیںؔ نے اپنی نعتوں میں سنائیؔ، خاقانی، نظامیؔ اور عرفیؔ کی کامیاب پیروی کی ہے۔ موصوف خاقانی کی طرح مختلف علوم و فنون کی اصطلاحیں کثرت سے جمع کرتے ہیں مثال کے طور پر درج ذیل اشعار میں فقہی اصطلاح ''بیع سلم'' اور منطقی اصطلاحات ''سالبہ اخص'' اور ''اعم'' کا استعمال ملاحظہ کریں۔

سوادی الست ست کہ مغرور زبانم   بستند میانِ دل و غم بیع سلم را
گر بخدمت دیرینہ بمیراث ندارند   ایں سالبہ عامست اخص را و اعم را

قدرت بیان، بداعت اسلوب، زبان کی سلاست، بیان کی صفائی اور نکھار اپن ان کی نعتوں کے خصائص میں داخل ہیں۔ وصفی تراکیب کا استعمال نعتوں میں ایک خاص قسم کی تازگی اور نیا پن پیدا کر دیتا ہے۔ صرف دو ابیات ملاحظہ ہوں:

امام الہدیٰ اشرف المصطفین   مغیث الوریٰ ملجاء الخائفین
سبیل گدایان او سلسبیل   جنیبت کش مو کبش جبرئیل

المنقول من عائشہؓ و ابن مسعودؓ انه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یر اللّٰه لیلة الاسراء و انّ المرئ المذکور فی الآیتین هو جبرئیل و الجمهور علی انه رآه فقیل بفواده دون عینه و قیل بعینه وهٰذا هو الصواب

وعن ابن عباس ماکذب الفواد ما داٰی ولقدراه نزلة اخریٰ فارای بفواده مرتین رواه مسلم، وفی روایة الترمذی قال رائ محمدٌ ربه قال عکرمه قلت الیس اللّٰه یقول لا تدرکه الابصار وهو

یدرک الابصار قال و یحک ذك اذا تجلّی بنوره الذی هو نوره و قدرای ربه مرتین۔ المشکوٰۃ ص۔۵۰۱ وحاشیہ۵

قوله قال عکرمه فهم عکرمه من قول ابن عباس انه راه بعینه لکن بمساعدة فواده فلذالك تمسّك بالاية ولوكان المرا وانه كانت الروية بالفواد جليلة كالروية البصر يه لم يتجة السوال بالاية..... والظاهران سوال عكرمة كان على قول ابن عباس راى محمد ربه كما هو رواية الترمذى لا على قوله راه بفواده كما هو رواية مسلم

ترمذی۔حدیث (۹۹۲) جلد دوم ص۲۰۴ حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول" **وما جعلنا الرويا التى ارينٰك الا فتنه للناس** " حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء (یا معراج) کی رات دکھایا گیا۔اس رات جس رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔

"وما جعلنا الرويا التى ارينك الا فتنة للناس" (سبحٰن الذى (۱۵(سوره بنى اسرائيل الاسراء آیت۶۰) ارينك عيانا ليلة الاسراء۔ عيانا رواه البخارى فى تفسيره عن ابن عباس انه قال رويا بيمين اريها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرىٰ له قرين ربى كان بينى و بينه كقاب قوسين او ادنىٰ ۔ جلالين ص۔ ۴۳۷، حاشيه ۱۶ ـ روى الحاكم فى المستدرك عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك ربى عز و جل ۔

(۱۵) **غالب** متوفی ۱۸۶۹ء کی نعتیں غزل مثنوی اور قصیدے کی ساخت میں ہیں۔انداز بیان عام فارسی شاعری کی طرح سلیس،صاف اور سادہ ہے۔ان کی نعتیہ غزلیں آسانی سے سمجھ میں آجانے والی ہیں نیز تعقید،گنجلک اور مشکل پسندی سے پاک ہیں۔

ان کے فارسی دیوان میں کل تین نعتیہ مثنویاں ہیں۔ پہلی مثنوی میں (۱۲۰)

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

دوسری میں (۵۷) اور تیسری میں (۲۸۰) ابیات ہیں۔آخری مثنوی کا عنوان معراج ہے۔

غالب کے قصائد کی تعداد (۶۴) ہے،جن میں سے دو خالصتاً نعت ہیں اور ایک نعت و منقبت میں مشترک ہے۔ دو نعتیہ قصائد میں سے ایک میں (۶۵) اشعار اور دوسرے میں (۱۰۰) اشعار ہیں۔

غالبؔ کا حسب ذیل نعتیہ قطعہ کافی مشہور ہے۔

سہ تن ز پیمبران مرسل گشتند بقرب حق مشرف
عیسیٰ ز صلیب و موسیٰ ز طور ختم الرسل از براق و رفرف

غالبؔ نے عرفیؔ کی طرح نعت کے ضمن میں تعلیاں بھی کی ہیں ایک نعتیہ قصیدہ کی تشبیب میں غالبؔ نے تعلّی کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ زمانہ گیا جب میرے معاصر شعراء مجھ سے ناراض رہا کرتے تھے۔

اب تو میں متقدمین شعرا کو بھی بہت پیچھے چھوڑ چکا ہوں۔ان تعلیانہ اشعار میں مقامی رنگ کی چاشنی بھی لطیف ہے۔

سنج شوکت عرفیؔ کہ بود شیرازی
مشو اسیر زلالیؔ کہ بود خوان سہاری
بہ سومنات خیالم در آئی تا بینی
رواں فروز بردوش ہائے زنّاری

(۱۶) **عزیز الدین عزیز لکھنوی** نے قصیدہ کی شکل میں اچھی نعتیں کہی ہیں،جن میں تراکیب کی پختگی،سلاست،روانی،جذبہ کا خلوص اور عشق کی تندی قابل داد ہے۔نمونہ میں ایک نعتیہ قصیدہ کا صرف ایک شعر درج ذیل ہے:

شہسوار منزل اسریٰ کہ رفتی ہمرکاب
طرقوا گو جبرئیل در پیش او اسرافیل بس

(۱۷) **ڈاکٹر سر محمد اقبال** نے اپنی نعتوں کے ذریعہ عالم

انسانیت کو امن و آشتی، اخوت درواداری اور محبت کا پیغام دیا ہے۔ آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ آپ نے مکہ سے مدینہ کی روانگی کے وقت کے لیے تیار کردہ غزل میں کس قدر شوخی سے اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

تو باش اینجا و خاصان بیامیز　　　کہ من دارم ہوائے منزل دوست

اقبال نے غزل کے علاوہ مثنوی اور رباعی کی ہیئیات میں بھی اچھی زوردار نعتیں کہی ہیں۔

ان کی نعتوں کا مابہ الامتیاز وصف یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نعتوں سے اصلاح قوم کا کام لیا ہے اور کائنات کو آفاقی پیغامات دیے ہیں، معقولیت ان کے کلام کا خاص جوہر ہے۔

اقبال نے ارمغان حجاز میں ''حضور رسالتؐ'' کے عنوان سے (۱۱۷) نعتیہ رباعیاں کہی ہیں۔

اقبال امت مسلمہ کے ادبار کی وجہ اس کی بدنظمی اور بدحالی بتلاتے ہیں۔ ان کو امت مسلمہ ایسی جماعت نظر آتی ہے، جس کا کوئی امام نہیں۔

ہنوز ایں چرخ نیلی کج خرام است
ہنوز ایں کارواں دور از مقام است
زکار بے نظام اوچہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام است

انھوں نے اپنی رباعیات میں احادیث نبویہ بھی نظم کی ہیں۔ ایک رباعی میں حدیث نبویؐ " **من رانی فقد رای الحق** "کا لطیف استعمال ملاحظہ ہو۔

بچشم من آنکہ آوردہ می تست　　　فروغ لالہ آوردہ می تست
دوچارم کن بہ صبح من رانی　　　چشم را تاب مہ آوردہ می تست

اقبال نے کہیں کہیں اپنی نعتوں میں سوانح حیاتی عناصر اس طرح جمع کر دیے ہیں کہ ان سے کلام میں زبردست اثر پیدا کرنے کی قوت در آئی ہے۔ اقبال ہندی نژاد

تھے، ان کے اسلاف کچھ دنوں پیشتر مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ان کا اس بات پر شکریہ ادا کرنا کہ انھوں نے رسول امیؐ کے طفیل سے گاؤخر، برہمنوں، پروہتوں اور خود ساختہ خداؤں کی پرستش سے نجات حاصل کی، کس قدر فطری ہے۔

سوختی لات ومنات کہنہ را　　　تازہ کردی کائنات کہنہ را
نے خداہا ساختم از گاؤخر　　　نے حضور کاہنان افگندہ سر
ایں ہمہ از لطف بے پایاں تست　　　فکر ما پروردۂ احسان تست

درحقیقت اقبال کے نعتیہ کلام میں جو سوز و گداز ہے، وہ فارسی کی نعتیہ شاعری میں جامیؔ کے علاوہ کسی دوسرے نعت گو کے یہاں نہیں ملتا۔ اقبال اپنی دیگر شعری کاوشوں کی طرح نعتیہ کاوشوں میں بھی رجائیت پسند ہیں۔ ان کی نعتوں کا دعائیہ حصہ کافی اثر آفریں اور اثرانگیز ہوتا ہے۔

سابقہ معروضات کی بنا پر واضح اور عیاں ہے کہ اقبالؔ نے اپنی شعری کاوشوں کے ذریعہ نعت کے دامن کو کافی وسیع کر دیا۔

☆☆☆

تیسرا باب

اردو کے دبستان دکن کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ہندوستان کی خوش حالی، اس کی آب و ہوا کی رنگا رنگی، اس کے جنگلات کی دیدہ زیبی، مفید اور خوش نما چرندوں، پرندوں اور درندوں کی موجودگی، اس کی پیداوار کی گوناں گونی، اور یہاں کے باشندوں کی ذکاوت و فطانت اور ان کی روحانی علمیت نے اس ملک کی طرف بیرونی اقوام کو ہمیشہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے پر مجبور کیا ہے، یہ ہندوستان قدیم زمانہ سے جنت نشان کہا گیا ہے۔ مختلف اقوام کے میل جول سے زبانوں کی لین دین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہی سلسلہ ایک نئی زبان کو عالم وجود میں لے آتا ہے۔

لسانیاتی اعتبار سے سب سے اہم حملہ آریوں کا ہے، آریہ لوگ سب سے پہلے شمالی ہند آئے اور انھوں نے یہاں کے قدیم باشندوں کو، جو تامل تلگو اور اڑیا وغیرہ بولتے تھے، جنوب کی طرف پسپا کر دیا اور اپنی زبان کو ملاوٹ سے الگ رکھنے کی غرض سے قواعد اور گرامر کے قلعے تعمیر کیے۔ انھوں نے اپنی زبان کو سنسکرت کہا لیکن اس حفاظتی اقدامات کے باوجود کچھ دنوں بعد دو زبانیں ایک دوسرے سے الگ دکھائی پڑنے لگیں ایک قدیم اور دوسری جدید جو پراکرت کہلائی۔ راجہ بکرماجیت کے زمانہ میں سنسکرت کا ایک بار احیا ہوا۔ لیکن اس وقت بھی سنسکرت عوام کی بولی نہ بن سکی۔

چھٹی صدی عیسوی تک آتے آتے جدید زبان سے پانچ بولیوں نے سر نکالنا شروع کیا۔ یہ بولیاں پالی، جینی، مہاراسٹری، سورسینی اور مگدھی تھیں۔ ان میں سب سے اہم سورسینی تھی۔ جو آگے چل کر برج بھاشا بنی۔ یہ لاہور سے مالوہ تک سمجھی اور بولی جاتی تھی۔ مسلمانوں کی آمد سے پیشتر اس زبان کا عمل دخل پنجاب، سندھ، کشمیر، گجرات، راجپوتانہ اور نیپال سے مہاراشٹر تک تھا۔ سورسینی اپ بھرنش نے ۷۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک ایک بین الاقوامی آریائی زبان کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اردو زبان کا مصدر یہی شورسینی اپ بھرنش ہے۔

اسلام مذہب کا آغاز ۵۶۹ء میں ہوا۔ عرب و ہند کے مابین خوشگوار تعلقات طلوعِ اسلام کے پیشتر سے تھے۔ زمانۂ جاہلیت کی عربی شاعری میں ہند لفظ کا استعمال

ملتا ہے، اپنی لڑکیوں اور معشوقاؤں کے لیے 'ہند' اور ''ہندہ'' نام کا انتخاب اس کی واضح دلیل ہے۔ عرب اور ہندوستان کے آپسی تعلقات اور ایک دوسرے سے گہری شناسائی کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ قرآن کریم میں سنسکرت زبان کے تین الفاظ مستعمل ہیں: کافور، زنجبیل اور مسک[1]۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی ایک سورہ کا نام سورہ فیل ہے۔ فیل پیلو کا معرب ہے، جو کہ سنسکرت لفظ ہے۔

لسانی اعتبار سے دوسرا اہم حملہ محمد ابن قاسم کا ہے۔ محمد ابن قاسم ۹۳ھ = ۷۱۰ء میں شیراز کے راستہ سے ہندوستان آیا اور اس نے ۹۴ھ میں سندھ اور ملتان پر اپنا تصرف جما لیا[2]۔ جو صدیوں تک چلتا رہا۔ ہندوستانی اور عربی دونوں ایک دوسرے کی تہذیب و معاشرت، رسوم و رواج اور زبان و گفتار سے متاثر ہوئے اور اس طرح سندھ میں وہی لسانی عمل شروع ہوا، جو تہران میں عربوں کی فتح سے ظہور پذیر ہو چکا تھا۔

حملہ آوروں کی فہرست میں تیسرا قابل ذکر نام محمود غزنوی کا ہے، جس نے ۳۹۲ھ = ۱۰۰۱ء سے ۴۱۸ھ = ۱۰۲۷ء کے مابین ۲۷ سال کی مدت میں ہندوستان پر ۱۷ حملے کیے اور اس نے پشاور، ملتان، کالنجر، قنوج، متھرا اور گجرات کو زیر نگیں کر لیا[3]۔ اور پنجاب پر غزنوی خاندان کا تصرف تقریباً ۳ صدی تک چلتا رہا[4]۔ اس طویل مدت میں نئی زبان کے خدوخال کافی روشن ہو گئے تھے۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے الفاظ کافی تعداد میں مقامی زبانوں میں داخل ہو گئے اور یہ نئی زبان شعر و شاعری پر بھی قبضہ جمانے لگی۔

۵۷۰ھ = ۱۱۷۵ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملے شروع کر دیے اور بالآخر اس نے ۵۸۸ھ = ۱۱۹۲ء میں پرتھوی راج کو ہرا کر اس کے بڑے

[1] عربی زبان و ادبیات میں ہندی کے اثرات از مولوی عبدالمجید۔ معارف نمبر ۴ جلد ۱۰۳ ص۔ ۳۰۸۔۳۰۹ و ۳۱۰۔

[2] تاریخ ادب اردو ج۔۱: جمیل جالبی ص۔۸

[3] داستان تاریخ اردو: حامد حسن قادری ص۔۴۱۔

[4] داستان تاریخ اردو ص۔۴۵

لڑکے گوبند راج کو اجمیر کا راجہ بنا دیا اور سلطان قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب بنا کر غزنی واپس چلا گیا۔ اس طور پر شورسینی اپ بھرنس عربی و فارسی اور ترکی سے گھل مل کر ایک نئی زبان کا روپ لینے لگی جو آگے چل کر زبان دہلوی کے نام سے مشہور ہوئی۔

ہندوستان پر مسلمانوں کی آمدورفت کے نتیجہ میں یہاں خاصی تعداد میں صوفیائے کرام آ گئے، جن کا مذہب امن و آشتی تھا ان کا کام عوام کے دلوں کو ٹٹولنا اور ان کی اصلاح کرنا تھا۔

صوفیائے کرام کا سابقہ عوام سے تھا، اس لیے وہ اصلاح اور انسانیت کے مداوے کے لیے جو کچھ بھی کرتے تھے، عوام کی زبان میں کرتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحق ''اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں لکھتے ہیں:

> ''دلوں کو ہاتھ میں لانے کے لیے ہم زبانی لازمی ہے۔ ہم زبانی کے بعد ہم خیالی پیدا ہوتی ہے، درویش کا تکیہ سب کے لیے کھلا ہوتا تھا، بلا امتیاز ہر قوم و مذہب کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور ان کی زیارت اور محبت کو موجب برکت سمجھتے۔ عام و خاص کے لیے کوئی تفریق نہ تھی۔ خواص سے زیادہ عوام ان کی طرف جھکتے تھے۔ اس لیے تلقین کے لیے انھوں نے وہاں اور ڈھنگ اختیار کیے ان میں سب سے مقدم یہ تھا کہ اس خطے کی زبان سیکھیں تا کہ اپنا پیغام عوام تک پہنچا سکیں چنانچہ جتنے اولیاء اللہ سرزمین ہند میں آئے یا یہاں پیدا ہوئے وہ باوجود عالم و فاضل ہونے کے خواص کو چھوڑ کر عوام سے ان ہی کی بولی میں بات چیت کرتے اور تعلیم و تلقین فرماتے تھے اور یہ بڑا گر تھا اور صوفیا اسے خوب سمجھتے تھے ہمارے اس بیان کی تصدیق فاضل شارح اکھراوتی (تصنیف ملک محمد جائسی علیہ الرحمۃ) کے

قول سے بھی ہوتی ہے۔''۵؎

صوفیائے کرام زیادہ زور باطن پر دیتے تھے۔ یہ لوگ رسول خدا کے منشا کو سمجھتے تھے۔ آپ نے حریت، مساوات اور اخوت کا پیغام دنیا کو دیا تھا۔ نبیؐ امی نے واضح طور پر فرمایا تھا:

"متی استعبد تم الناس و قد ولدت امهاتهم احرارا"

ترجمہ: تم نے غلام بنانا کب سے شروع کر دیا۔ عورت تو لڑکے کو آزاد جنم دیتی ہے۔

اسی لیے صوفیائے عظام کی مجلس میں کوئی تفریق نہ تھی۔ صوفیاء عشق نبی کے متوالے تھے اور انسانیت کا درس دینے کے لیے انھوں نے عشق نبی کے سہارے لق و دق میدان اور دشوار گذار راستے طے کیے اور آدمیت کو آداب انسانیت سکھلائے۔ ان میں سے اکثر شعر و شاعری میں بھی دخل رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے پیغام محمدیؐ کو شعر و شاعری کے جامہ میں بھی تقسیم کیا۔ یہ لوگ نبی اقدس کی شان میں نعتیں لکھنا اور آپ کا ذکر خیر کرنا اپنے لیے موجب نجات گردانتے تھے۔ اسی لیے ہندوستان کی عوامی زبان میں نعتیں اس وقت سے ملتی ہیں جب کہ یہ اپنے پیروں کے بل ٹھیک سے چل بھی نہ پاتی تھی۔

علاء الدین خلجی اور ملک کافور کی فتوحاتِ دکن سے بہت سے صوفیا دکن کے مختلف حصوں میں باقاعدہ آباد ہو گئے اور یہیں انھوں نے اپنے حلقے قائم کیے۔ جب محمد تغلق نے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت بنایا تو یہ کچی زبان دکن پہنچی اور وہاں دکنی اور ہندی کے نام سے موسوم ہوئی، جب کہ شمالی ہند میں ہندکی، ہندوی، ہندی، ریختہ، اردوئے معلّٰی اور اردو کہلائی۔ صوفیا کے اس طبقہ کی زبان فارسی تھی، جس سے عوام نا آشنا تھے۔ اس لیے ان اللہ والوں نے ہندوستان کی علاقائی زبانیں سیکھیں اور یہاں کے لوگوں کو یہیں کی زبان میں درس دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ علاقائی زبانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامات کو عام کرنے میں کافی ہاتھ بٹایا۔ اس طور پر ان صوفیائے کرام کا نعت کے آغاز و ارتقاء میں کافی ہاتھ رہا اور انھیں کی مبارک

۵؎ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام: مولوی عبدالحق ص۔ ۸و۹

کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آج بھی ہندو پاک کے ہر خطہ سے نعت کے زمزمے سنائی دیتے ہیں۔ دکن کی زمین نعتیہ عناصر کی تخم ریزی کے لیے کافی زرخیز ثابت ہوئی۔

اردو زبان کی پہلی نعت شمالی ہند کے ضلع رائے بریلی میں واقع ڈلمئو کے رہنے والے ملا داؤد کی تخلیق ہے۔ ڈلمئو جو اس وقت رائے بریلی کا ایک قریہ ہے، اُس وقت فتح پور سے متعلق تھا۔ جیسا کہ چندائن کے ملّا داؤد کے قلمی نسخہ کے گرد پوش کے اوپر قلعہ کی اس تصویر سے عیاں ہے جو آبرو ڈِنگا کے بعد فتح پور میں واقع تھا۔ ملا داؤد کی یہ نعت ان کی مایہ ناز تصنیف ''چندائن'' میں مثنوی کے ایک جزو کی حیثیت سے شامل ہے۔ ملا داؤد نے یہ مثنوی ۷۸۱ھ = ۱۳۷۹ء میں بعہد فیروز شاہ تغلق تخلیق کی تھی۔ اس مثنوی کے ۷ دستیاب مخطوطات میں سے ۴ کا رسم الخط عربی اور بقیہ کا فارسی ہے۔ اس مثنوی کے عنوانات فارسی زبان میں ہیں، مخدوم شیخ تقی الدین واعظ ربانی نے اس مثنوی (چندائن) کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ مثنوی دلچسپ ہے، اس میں اللہ والوں کے لیے غور و فکر کا سامان ہے۔ یہ معارف و اسرار سے لبریز ہے بہت سی قرآنی آیات کے رموز حل کرنے میں معاونت کرتی ہے۔ اور ہندوستان کے مترنم گیتوں سے روشناس کرتی ہے۔۶؎

دستیاب معلومات کی بنا پر یہی چندائن اردو کی پہلی تصنیف ہے۔ ملا داؤد نے اس مثنوی کی زبان کو ''ہندکی'' کہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

پن میں اکھر کی سدھ پائی   ترکی لکھ لکھ ہندکی گائی

لیکن نعت کو رواج دینے اور اس کو اتقان اور پختگی عطا کرنے میں زیادہ ہاتھ دکن اور دکنی شاعروں کا ہے کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد عربوں کی آماج گاہ جنوب میں ہی رہی ہے۔''۷؎

۶؎ Rare Fragments of Chandaen & Mergawati بحوالہ چندائن ص۔۷ مرتبہ ماتا پرساد گپتا۔ وشوودیالیہ پرکاشن وارانسی پہلی اشاعت۔

۷؎ دکنی کلچر پروفیسر ہارون خاں شروانی ص۔۶ جمال پرنٹنگ پریس دہلی۔ اشاعت اول

(۱) **خواجہ بندہ نواز گیسو دراز** کا سن ولادت ۷۲۵ھ= ۱۳۲۰ء اور سن وفات ۸۲۵ھ= ۱۴۲۲ء ہے۔نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے دکن آ کر تعلیمی و تبلیغی کام شروع کیا۔آپ ان لوگوں کے لیے جو عربی و فارسی سے نابلد تھے مقامی بولی میں تقریر فرماتے تھے۔۸

خواجہ صاحب کی طرف منتسب کلام میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔خواجہ صاحب کے حسب ذیل نعتیہ مثلث میں مقامی زبان کی ابتدائی شکل ملاحظہ کریں۔

اور معشوق بے مثال نور نبی نے پایا   اور نور نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا
اپس اپین دیکھارنے کیسی آرسی لایا

’’دکن میں اردو‘‘ میں اس مثلث سے متعلق پوری نظم مندرج ہے، جس میں ایک شعر آغاز میں اور ایک انتہا میں ہے اور دونوں کے مابین تین تین مصرعوں کے تین بند ہیں۔تیسرے بند کے پہلے مصرع میں خواجہ صاحب کا تخلص شہباز نظم ہے۔دوسرے بند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت، آپ کی رحمت، ہدایت اور بخشش کا تذکرہ اور لولاک لما خلقت الافلاک کا مضمون بھی نظم ہے۔مکمل نظم درج ذیل ہے:

واحد اپنی آپ تھا، اپیں اپ نجھایا
پرکٹھ جلوہ کار نے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون بسایا
لولاک لما خلقت الافلاک خالق پا لائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود آئے
امت رحمت بخشش، ہدایت تشریف پائے
مخفی مانوں معشوق کہ ظاہر شہباز کلائے
عشق کے جیتی چندر بند اپنی آپ دکھائے
الآن کما کان پھر آپسیں آپ سمائے

۸ دکن میں اردو: نصیر الدین ہاشمی ص۔۲۹۰۔

خواجہ صاحب کی ایک نظم چکی نامہ ہے، جس میں بارہ بند ہیں۔ان میں دو بند ایسے ہیں، جن میں حمد و نعت مدغم ہے۔بند ملاحظہ ہوں

الف اللہ کو دستا   میانے محور ہوکر بستا
پہنچی طلب یوں دستا   کہے یا بسم اللہ، ہو اللہ
پانی میں نمک ڈال مزا دیکھتا دسے   جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے
یوہ کھوی خودی اپنی خدا سات محمد   جب گھل گئی خودی تو خدا بن نہ کوئی دسے

(۲) **شمس العشاق میران جی شاہ** متوفی ۹۰۴ھ= ۱۴۹۸ء کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و شیفتگی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موصوف کی عقیدت کا علم اس بات سے ہوتا ہے کہ انھوں نے حرم نبوی میں قیام کے دوران کبھی حرم نبوی کی طرف پشت نہیں کی۔

شمس العشاق مدینہ سے دکن آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب آباد ہوئے۔اس بابت عبدالرحمٰن سقاف لکھتے ہیں:

’’شیخ الحرم کے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک علم سلخ خانہ سے ہمارے میران جی کو دو اور آپ کو بھی فرمایا کہ شیخ الحرم سے یہ علم لے کر دکن جاؤ۔تمھارے مقسوم میں نعمت ہے اور جس جگہ یہ علم گڑ جائے، وہ تمھارے سکونت کی جائے ہے اور دفن بھی اسی جگہ ہو گے۔۹

میران جی کی تصنیف شہادت الحقیقت میں ایک جاندار نعت ملتی ہے۔اس رسالہ میں کل ۵۶۳ اشعار ہیں۔اس رسالہ کی نعت کے ابیات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

محمدؐ نبی تیرا   اس پر ایمان میرا
تادرس دیں اس باج   سب عالم کیرا تاج
جو اس کے رخ آوے   سو تیرا درس پاوے

۹ حدیقۂ رحمانی: عبدالرحمٰن سقاف ص۔۳۸۱

اس بھول جے کوئی تھا کے　　　تے دوزخ امان راکھے
وہ نبی اول نور　　　بس عالم پہ معمور
نورانی احمد نام　　　یہ اچھا ذوق آرام
یہ میم احمد میں آیا　　　تو احمد نام کو آیا

مثنوی ''شکار نامہ'' میں ۱۱۵ ،ابیات ہیں، جس میں خالص نعت کے ۵ اشعار ہیں۔ بشارت الذکر مثنوی کے اختتام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تفضّل کی بات یوں کی گئی ہے:

خلاصۂ مذکورہ نمودہ تمام　　　بفضل النبی علیہ السلام

فخر دین نظامی بہمنی دور کا ممتاز شاعر ہے۔ان کی تخلیق مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' میں نعت ایک جزو کی حیثیت سے شامل ہے۔ یہ مثنوی اردو زبان کا قدیم ترین لسانی وادبی شہکار ہے۔ یہ بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ کے عہد میں معرض وجود میں آئی۔ نظامی نے اس مثنوی میں ''نعت رسول'' کے عنوان کے تحت (۲۲) اشعار لکھے ہیں۔ انداز بیان وصفی ہے،جس میں رسول امی کے باعثِ تخلیق کائنات ہونے، آپ کے شہنشاہ عالم ہونے، آپ کے نور مجسم اور منبع نور ہونے، شریعت کے درخت کو زمین میں راسخ کرنے، اس کی شاخوں کو آسمان تک پہنچانے اور آپ کے بے حد شجاع ہونے کے مضامین کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔اس نعت کے چیدہ اشعار ملاحظہ ہوں:

تُہیں ایک سا چاگسائیں امر　　　سَرے دوے تین جگ توڑ آدکر
پچھایا امولک رتن نور دھر　　　کہ تے اہل بلگت کرن راج کر
امو لک مکٹ میں سنسار کا　　　کرے کام نردھار کرتار کا
محمد جرم آدبنیاد نور　　　دوے جگ سرکےوے پرسادنور
نہ اکاس دھرتی نہ دنبونہ چند　　　نہ بھر یا کچھوا دیتا نور سند
محمد بڑا راوت جگ تھا　　　کہ شجرا چرن رائے جگ مگ تھا

خدا سنو ریا مصطفیٰ سنوریا　　　خدا با صفا مصطفیٰ سنوریا

نظامی کی زبان کافی ثقیل ہے۔اس میں عربی وفارسی الفاظ کے بجائے سنسکرت، پراکرت اور علاقائی زبانوں کے الفاظ کی بہتات ہے۔مثنوی کی فارسی بحر سنسکرت الفاظ کے گھن گرج کے مابین دب کر رہ گئی ہے۔

نعت کے ارتقائی سفر میں نعتیہ مضامین کی حیثیت سے نظامی کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی لسانی اعتبار سے ہے۔

(۴) **صدرالدین** متوفی ۸۷۶ھ صاحب تصنیف وتالیف بزرگ ہیں۔ان کے یہاں نعتیں ان کی تخلیق ''کسب محویت'' اور رسالہ ''رموز الکاسبین'' میں مثنوی کے اجزائے ترکیبی کے ایک جزو کی حیثیت سے ملتی ہیں۔ان کی زبان صاف وسادہ اور سنسکرت کے بوجھل الفاظ سے پاک ہے۔''رموز الکاسبین'' میں حمد ونعت کا ادغام اور نعت کا استیلا قابل تحسین ہے۔ابیات نعت ملاحظہ ہوں:

کروں حمد و ثنا حق کا اول میں
بھی نعت مصطفیٰ کا خوش نما میں
ہے وہ دریائے کبریا کا ظاہر
بہ ادراک دو عالم سوں ہے باہر
اگر روں روں میری لک لک زباں ہو
پھر ایک یک زباں سوں لک لک بیاں ہو
ثنا کے بحر سوں یک ہندسہ سے
صفت کی کینہ کو انا ابر سے
رسول پاک پر لک لک صلوٰۃ
ہر اہل آل واصحاباں سو تحیات

کسب محویت میں شامل حمد یہ ونعتیہ بیت حسب ذیل ہے:

ناؤں لے اللہ محمد کا اوّل　　　کسب کا سب کو کہوں در ہر محل

(۵) **محمد قلی قطب شاہ** کی ولادت ۱۴؍رمضان المبارک ۹۷۳ھ=۴؍اپریل ۱۵۶۵ء میں اور وفات ۱۰۲۰ھ=۱۶۱۱ء میں بعمر ۴۸ سال ہوئی۔ اس کا عہد نشاۃ الثانیہ کا عہد تھا۔ اس دور میں باصلاحیت حکمراں اور لائق و فائق علماء وشعرا خدمت ممالک اور خدمت شعر وسخن میں لگے ہوئے تھے۔

ملکہ الزبتھ، شیکسپیئر، بیکن، اکبر اعظم، ابوالفضل، فیضی، عرفی، خان خاناں، ملا عبدالنبی انصاری اور ملا عبدالقادر بدایونی اسی عہد کے نمائندے ہیں۔

محمد قلی قطب شاہ کو مذہب سے خاص شیفتگی تھی اور وہ عید میلاد النبی وشب معراج وغیرہ کو بڑے اہتمام وانصرام سے مناتا تھا، اسی لیے اس کی نعتوں میں بے حد تنوع اور رنگارنگی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہے۔ اس کی شاعری میں عشق و مذہب کا حسین امتزاج ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اس کی شاعری میں عشق و مذہب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مذہب سے اس کی دلچسپی اس لیے ہے کیونکہ زندگی، حکومت، عروج دنیوی تمکنت و وقار اور رعب و دبدبہ اسی کی امداد سے حاصل ہوتا ہے اور عشق اس لیے دلچسپیوں کا محور ہے کیونکہ اس سے لطف، رنگینی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی شاعری میں عشق و مذہب ہر جگہ اسی طرح مدغم دکھائی دیتے ہیں۔"[۱۰]

اس کے مزاج کی اس افتاد کو واضح کرنے کے لیے دو ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

رسم محمد تھی اہے جگ میں سو خاقانی کرے
بندہ نبی کا جم رہے سہتی ہے سلطانی مجھے
تیرے میرے یاران سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
صدقے نبی کرتا قطب کرتا اتھی آپار عیش

۱۰۔ اردو شاعری میں نعت: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ص۔۳۸ مقالہ مخزونہ ٹیگور لائبریری لکھنؤ۔

محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں ۱۲ قصائد ہیں، جن میں سے چھ ناقص ہیں۔ نعت ومنقبت کے علاوہ، عید، عید قربان، نوروز اور نسبت کے موضوعات پر بھی قصائد ملتے ہیں۔ اس نے عید و نوروز کے قصائد میں بھی مضامین نعت ومنقبت کو مدغم کر دیا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی کلیات میں پانچ نعتیہ غزلیں ہیں، جن کے مطالع حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چاند سورج روشنی پایا تمھارے نور سئے
آب کوثر کو شرف ٹھڈی کے پانی پور تھے

۲۔ اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے ہستی ہے سلطانی مجھے

۳۔ دیا بندے کو حق نبی کا خطاب
حکم دے دیا نور جوں آفتاب

۴۔ تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم و پنہارا ہوا
تج دین تھے اسلام سے مومن جگت سارا ہوا

۵۔ خدا منج مہکر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
منج تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع

محمد قلی قطب شاہ کی رباعیاں بھی عشق مصطفوی سے سرشار ہیں نمونہ کے طور پر ایک نعتیہ رباعی ملاحظہ ہو:

جب توں دل وجیو سوں قرآں دیکھے
احمد کے سو حق پرتوں سب احسان دیکھے
دیکھ حلقہ خاتم النبیین میں توں
دل نین سوں تا اضیع رحمان دیکھے

موصوف کے دیوان میں ۱۱ نعتیہ نظمیں ہیں۔

محمد قلی قطب شاہ کی نعتوں میں کسی قسم کی علویت نہیں ملتی لیکن شعریت بلا کی

ہے۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے درست لکھا ہے کہ:

''اس نے بھلا برا جو کچھ بھی کہا، دل کی گہرائی سے کہا ہے۔
ان کی ہر نعت ایک جذبہ اور ایک موڈ کی ترجمانی کرتی ہے۔
ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی خوش الحان پرندہ شاخ پر بیٹھا،
بے ساختگی سے الاپا اور اڑ گیا۔ان کی نعتیں شعریت سے
معمور لیکن فنی شعور سے یکسر عاری ہیں۔[۱۱]

(۶) **غواصی** محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔غواصی اپنے عہد کا بڑا شاعر تھا۔خود پسند وجہی کا غواصی پر چوٹ کرنا غواصی کے عظمت کی نشانی ہے۔وجہی نے غواصی کا نام لے کر کہا تھا:

اگر غوطے لک برس غواص کھائے
تو یک گوہر اس دھات اسو کب پائے

غواصی کی مثنوی ''سیف الملوک بدیع الجمال'' نعت کی دنیا میں اس لیے اہم ہے کیونکہ اس میں غواصی نے (۲۱) ابیات نعت مصطفیٰ میں کہے ہیں۔اوصاف نبوی میں قرآنی آیات پوری طرح مدنظر رکھی گئی ہیں۔مثنوی محولہ بالا سے چند ابیات **نمونۃً** ذیل میں نقل کیے جا رہے ہیں:

سچا تو محمد سچا مصطفیٰ — سچا ہے توں احمد مرتضیٰ
توں اول توں آخر تو ہی ہے امیر — توں ظاہر توں باطن نبی بے نظیر
تہیں ہاشمی ہور قریشی رسول — جکچ تو کہے سو کرے رب قبول
توں قائم تو حجت توں حافظ سچا — توں شافع توں سابق توں واعظ سچا
خدا کے نبیاں کا سو سلطاں توں — دیو نہار ساریان کو ایمان توں

غواصی کی دوسری مثنوی مینا ستونئ میں مندرج نعت کافی اہم ہے۔اس میں مضمون کے اعتبار سے کافی تنوع ہے۔انداز بیان میں وصفی پیرایۂ اظہار اپنایا گیا

[۱۱] اردو شاعری میں نعت۔ص۔۳۸۵

ہے۔اس مثنوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع خاص و عام ہونا، آپ کا شرف لولاک سے مشرف ہونا وغیرہ مضامین شعری جامہ میں دکھلائے گئے ہیں۔نعت کا اختتامیہ حصہ کافی جاندار ہے اور جوش نیز عقیدت و خلوص سے شرابور ہے۔وہ کس خلوص کے ساتھ کہتا ہے کہ مجھ جیسے کئی ہزار نعلین محمدؐ پر قربان ہو جائیں۔چند منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

محمد نبی خاتم الانبیاء — شرف جستیں حق جگ میں ہمنا دیا
دیا جس کو تشریف لولاک کا — ہوا جیتی مظہر لولاک کا
تصدق ہمن سار کے کئی ہزار — محمد کے نعلین پر بار بار
ہزاروں ہمن سار کی نیک نام — محمد پر صدقہ ہیں ساری تمام

اس کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ہے، جس میں نعت کے (۲۴) اشعار درخشاں ہیں۔اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے عالم کا آشکارہ ہونا۔محمد عربی کا ازل و ابد سے انسلاک، نبی امی کا خاتم المرسلیں ہونا، جبرئیل کا انگبین نبی کا مگس ہونا، شاعر کا نبی کی غلامی کے باعث اپنے نصیبہ کو نیک متیقن کرنا اور لولاک وغیرہ طول طویل مضامین کو موجز الفاظ میں جدید تشبیہات، اثر آفریں اسلوب، بدیع عبارت، سلیس و لطیف طرز اور جاندار الفاظ کے سہارے منکشف کیا گیا ہے۔اس مثنوی کے چند ابیات ملاحظہ ہوں:

رتن خاص دریائے لولاک کا — جھلک لا مکاں نور افلاک کا
محمد نبی سید المرسلیں — سدا روشن اس کے ہے دنیا و دیں
از ل محض اس کا خزینہ دسے — ابد عین اس کا مدینہ دسے
ہوئے ختم اس پر نبوت کے گن — بجے طبل اس کا قیامت لگن
بڑے بخت جو میں غواصی غلام — ہوں ایسے نبی کا علیہ السلام

(۷) **شیخ احمد** کی نعتیں لسانی نقطۂ نگاہ سے تاریخی اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ وہ ایسے دوراہے پر کھڑے ہے جہاں سے قدیم اسلوب (ہندوی اسلوب) کا سورج ڈوبتا ہوا اور جدید اسلوب (فارسی اسلوب) کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ ابھرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

احمد کا وطن گجرات تھا، جہاں سے ہجرت کر کے وہ گولکنڈہ آیا۔محمد قلی قطب شاہ نے اس کو اس کی علمی لیاقت کی بنا پر درباری شاعر بنا لیا تھا۔[۱۲]

اس نے تین مثنویاں لکھیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔مصیبت اہلبیت ۲۔ یوسف زلیخا ۳۔لیلیٰ مجنوں

اس کی ان تینوں مثنویوں میں اجزائے ترکیبی کی حیثیت سے نعت نبی مشمول ہے یوسف زلیخا کی زبان میں دیسی عناصر زیادہ ہیں۔عربی و فارسی الفاظ کا استعمال کم ہے، احمد خود کہتا ہے:

عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں — نہ عربی فارسی بھوتیک میلاؤں

چونکہ یہ اسلوب جاتے ہوئے وقت کا تھا، اس لیے اس کو شہرت نہ مل سکی۔

لیلیٰ مجنوں کا اسلوب جدید ہے، روزمرہ، ضرب الامثال اور محاوروں کا استعمال اس کی تینوں مثنویوں میں بکثرت ہے۔

اس کی نعتیہ کاوشیں رسمی ہونے کے باعث موضوعاتی نقطہ نظر سے غیر اہم ہیں۔ مثنوی 'مصیبت نامہ' کی نعت سے دو اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

سنو قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سرور انبیاء کا
واسطے پیدا ہوئے دونوں عالم دین دنیا
جن کا نانوں عرش اوپر رحمۃ للعالمین
اوّل ان کو پیدا کر بعد ازیں دنیا و دیں

(۸) **بلاقی، محمد قلی قطب شاہ** کے عہد کا شاعر ہے۔ہندوی رسوم و معتقدات کے عصری غلبہ کی وجہ سے اس عہد کے شعراء کا رجحان 'میلاد نامہ' 'وفات نامہ' اور 'قلندر نامہ' کی جانب مبذول ہوا۔ڈاکٹر جمیل جالبی رقم طراز ہیں:

''اس زمانہ میں معراج نامے، وفات نامے اور قلندر نامے کثرت سے لکھے گئے۔ان کو پڑھنے کے لیے محفلیں منعقد

۱۲ پنجاب میں اردو: حافظ محمود خاں شیرانی نسیم بکڈپو لکھنؤ ۱۹۷۵ء

ہوتیں، شیرینی تقسیم ہوتی اور منتیں پوری ہونے پر میلاد اور بیان معراج کی محفلیں مانی جاتیں۔''[۱۳]

سید بلاقی المتخلص بہ بلاقی کا کارنامہ اس کا معراج نامہ ہے، جس میں سرور کائنات کے واقعہ معراج کو تفصیل کے ساتھ (۵۲۵) ابیات میں قلم بند کیا گیا ہے۔

بلاقی کے حمد باری سے متعلق ابیات بھی اہمیت کے حامل ہیں اس میں اس نے خداوند قدوس کے ان اوصاف کا تذکرہ کیا ہے، جن سے معراج کی رات کو سابقہ پڑنا تھا۔معراج، الٰہی قدرت کا ایک بے نظیر نمونہ ہے، جس میں قدرت نے ارض وسما، شمس وقمر، جن وانس، حور وملک، زمین و زمان کو رسول مقبول کے سفر معراج کے تابع بنا دیا تھا۔بلاقی کا یہ معراج نامہ فارسی کے کسی معراج نامہ کا ترجمہ ہے۔

بلاقی کا یہ معراج نامہ میلاد خوانوں کے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔اس کی بحر مترنم ہے۔اس میں ہندوستانی صنمیات کا تاثر نمایاں ہے۔اسی لیے اس میں مافوق الفطرت روایات کا ازدحام ہے۔بلاقی نے صنم پرست ذہنیت سے متاثر ہوکر، اپنی نعتیہ کاوش کو مقبول عام بنانے کی حرص میں محیر العقول اور مستبعد عناصر کو، کمزور اور موضوع روایتوں کا سہارا لے کر اس تخلیق میں جمع کر دیا ہے۔اس کی اس نعتیہ کاوش سے اس روایت کو بطور استشہاد پیش کیا جا سکتا ہے، جہاں واقعہ معراج کے مشکک ایک یہودی کے تبادلۂ جنس کے واقعہ کو بالتفصیل نظم کیا گیا ہے۔

معراج نامہ میں آسمانوں کی سیر انبیائے ماسبق سے ملاقات، جنت وجہنم کی سیر، بارگاہِ خداوندی میں شرف باریابی کی تفصیلات میں موضوع وضعیف روایات کے سہارے افسانویت پیدا کی گئی ہے۔نبی کی آسمانی سیر، دیوتاؤں کی سیر سے متاثر نظر آتی ہے، ''فلک اول کی سیر'' سے متعلق چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں:

کہ پہلے سما کے سو درباں کوں — کہا کھول بیگی سو دروازہ توں
سو درباں بولا کہ تو کون ہے — کہ آیا آدھی رات کیا کام ہے

۱۳ تاریخ ادب اردو ج۔ا جمیل جالبی ص۔۴۹۳

کہا میں جبریل کچھ کام تھا — گیا تھا زمیں پر جو فرمان تھا
دربان بولا دوجا کون ہے — کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
کہا مرحبا بیگی در کھول کر — تجھے دیکھنے میں کھڑا منتظر
کہ اپرال پہلے طبق کے ملک — دیکھے نور کا واں پڑا سب جھلک
کہ صلوٰۃ بولے و کہے سلام — دیئے جواب ان کو علیک السلام

بلاقی کی زبان اس کا اسلوب اور اس کا طرزِ اظہار سبھی عام فہم ہیں، مکالماتی اور محاکاتی طرز اظہار بہت جاندار ہے۔

بلاقیؔ کا دور وہ دور ہے جس میں عوام کا مذہبی رجحان شدید ہوگیا تھا، کیونکہ ۱۰۴۶ھ = ۱۶۳۶ء کے اس تاریخی معاہدہ کے بعد جو کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ اور مغلوں کے مابین ہوا تھا، عوام اس مذہب میں سکون تلاش کررہے تھے، جو پیری مریدی اور خود ساختہ رسوم و معتقدات کے سلاسل میں جکڑا ہوا تھا۔ عبداللطیف کا 'مولود نامہ' اور 'وفات نامہ' عالم گجراتی کا 'وفات نامہ' عصری مقتضیات کے نتائج ہیں۔

عادل شاہی دور کے معظم کا معراج نامہ، معراج ناموں کی دنیا میں اس لیے اہم ہے کیونکہ اس کے معراج نامہ کے عنوانات کے اشعار اگر یکجا کرلیے جائیں تو ایک ایسی مربوط نظم حاصل ہوجاتی ہے، جس میں معراج نامہ کا خلاصہ آجاتا ہے۔ یہ معراج نامہ لسانی اعتبار سے بھی اہم ہے اس دور کے دوسرے قد آور شاعر مختار کا 'مولود نامہ' اور 'معراج نامہ' دونوں ہی وقیع اہمیت کے حامل ہیں۔ معراج نامہ میں تقریباً ۳ ہزار ابیات ہیں اور اس میں ان روایات کا ازدحام ہے، جو اس دور میں مقبول خاص و عام تھیں۔ مختار کا معراج نامہ کافی مفصل ہے۔ نعت کے اشعار میں لولاک کا مضمون، نبی اکرم کے خلاصۂ کائنات ہونے کا مضمون احمد اور احد کی یکسانیت کے مضمون کو خاص جگہ دی گئی ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اس نے لفظ محمد میں شامل چاروں حرفوں کی نادر تشریح اس طور پر کی ہے کہ حروف کے مشار الیہم کا تعین ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ کے چند ابیات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

اس چار حرفاں کا ہے ناؤں آج — رکھے اسکوں لولاک کا سر پر تاج
سو ہر حرف کا میں کہوں یہ بیان — کہ ہے میم محبوبیت کا نشان
سو حے نے دلالت حمایت اپر — حمایت کی ساری شفاعت اپر
سو میم دگر سب مدد کی خبر — قیامت میں دیتا ہے امت اپر
لیوں دال ہے او نشانی دوا — جو ہے درد عصیاں کا او ہے شفا

مختار کی زبان اس دور کی دوسری مثنویوں کی زبان کی طرح صاف شستہ، رواں دواں ہے اور مجموعی طور پر ریختہ سے زیادہ قریب ہے۔

(۹) **ابن نشاطی** کا نام محمد مظہر الدین اور والد کا نام فخر الدین ہے۔ ابن نشاطی اپنی مثنوی 'پھول بن' کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے، جس میں (۱۷۴۴) ابیات ہیں۔ اس مثنوی میں رسمی نعت کے اشعار کی تعداد معتد بہ ہے۔ اس مثنوی میں الفاظ، املا اور تلفظ کی صحت پر کافی زور دیا گیا ہے۔ تشبیہات میں موزونیت ہے اور زور بیان دیدنی ہے۔

مضامین نعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سید المرسلین ہونا، آپ کا نور کی خلقت کے اعتبار سے متقدم ہونا، آپ کا باعث تکریم آدم ہونا، آپ کا تخلیق کائنات کی وجہ ہونا، موضوعات شامل ہیں۔ ابن نشاطی نے اپنی نعت کی تزئین قرآنی و احادیثی تلمیحات سے کی ہے، عقیدت کا خلوص اور عشق کی شیفتگی ہر جگہ عیاں ہے اور شاعر نے اپنی جدت ادا سے مضامین معراج کو تر و تازہ بنایا ہے۔ التجائیہ حصہ بھی دیدنی ہے۔

ابن نشاطی اختتامیہ میں کہتا ہے کہ جب حشر میں دھوپ کی تمازت سے سب پریشان ہوں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شفاعت کے سایہ کے ذریعہ اس جان لیوا تپش سے نجات دلوائیں گے۔ چند اشعار بطور نمونہ نقل ذیل ہیں:

محمدؐ پیشوا ہے سروران کا — رہے سر خیل سب پیغمبراں کا
تری تعریف کا اونچا ہے پایا — خدا قرآن میں تجکو سرایا
نبی توں پاک تیرا پاک دیں ہے — سچا توں رحمت للعالمین ہے

اگر ہوتا نہ تو ، آدم نہ ہوتا — نہ آدم بلکہ یہ عالم نہ ہوتا
ہے تجھ مکھ نور کا دیوانہ جبریل — اے ہے تجھ شمع کا پروانہ جبریل
شہا جس دن جور رستا خیز ہوگا — سرج کا آنچ بھونج تیز ہوگا
تو کر ابن نشاطی کے سر اوپر — شفاعت کے ترے سایہ کوں چھتر

(۱۰) **فتاحی** کی مثنویوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا نام محمد رفعتی اور تخلص فتاحی تھا۔ فتاحی کی نعتیں اس کی دو مثنویوں مفید الیقین اور شعب ایمان میں ملتی ہیں۔

مفید الیقین، (مولود نامہ) میں حقیقت سے زیادہ تخیل سے کام لیا گیا ہے۔ موضوع سے دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ضعیف روایتیں بھی نظم کر دی گئی ہیں۔

فتاحی کی نعتیہ مثنویوں میں افسانوی اور داستانوی عناصر کثرت سے بکھرے ہوئے ہیں۔ معجزات کے بیان میں، خاص طور پر، غلط روایات کا وفور ہے۔ مولانا آگاہ نے فتاحی کی مذمت کرتے ہوئے اپنی مثنوی ہشت بہشت میں کہا ہے:

جب فتاحی لکھا ہے معجزات — اکثر اس میں ہے غلط اور جھوٹ بات
اور یوں نور و شمائل کا بیاں — اور یوں معراج نامہ اے میاں
اور وفات شاہ کا ذکر اس نمط — اکثر ان نسخوں کا مضمون ہے غلط[۱۴]

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

’’فتاحی کے مولود نامہ میں روزمرہ کی زبان استعمال کی گئی ہے۔ لہجے میں بات چیت اور داستان گوئی کے نئے انداز کا احساس ہوتا ہے۔[۱۵]

ملا داؤد کی مثنوی چندائن کی طرح اس مثنوی (مفید الیقین) کے عنوانات فارسی میں ہیں۔ ابیات کی تعداد تقریباً (۲۷۰۰) ہے اس کی نعتیہ کاوشوں کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات سے متعلق مواد کثرت سے جمع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خالص نعت کے اشعار میں بھی رسول پاک کی حیات مقدسہ

۱۴ ہشت بہشت ورق ۲۴ بحوالہ اردو شاعری میں نعت
۱۵ تاریخ ادب اردو ج۔ ا ص۔ ۵۱۲

کے کسی نہ کسی واقعہ کو سامنے لانے والے اوصاف کو نظم کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سواد ہاشمی ابطحی پاک ذات — محمد قریش جو عالی جناب
اتھے خورد سالی میں اونیک نام — سو چھو رو اول شاہ بولین تمام
برس آٹھ اور نو کے جب تھے رسولؐ — یو سردار ہیں کر گئے تھے قبول

فتاحی کو زبان و بیان پر حاکمانہ قدرت حاصل تھی اس نے قرآنی فقروں کا استعمال بہت خوبصورتی اور برجستگی سے کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بیان سے چند اشعار ذیل میں بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

گئے ہیں محمدؐ اپن گھر کوں جب — لگے بیا کا سامان کرنے سو تب
بولائے قریشاں بو طالب نے — بولائے ہیں بعض جتے تھے عرب
سیہ زیں واللیل یغشیٰ کی جوں — منور جبیں والضحیٰ کی سو یتوں

(۱۱) **عبدل** کا نام عبدالغنی، عبدالگینی یا عبداللہ تھا۔ وہ جگت گرو ابراہیم عادل شاہ کے دربار سے وابستہ تھا۔ اس کی فارسی کی لیاقت ناکافی تھی اس لیے اس نے ’’نوی بات‘‘ کہنے کے چکر میں (۷۱۳) ابیات کی مثنوی ابراہیم نامہ لکھ ڈالی۔ اس نے کہا ہے۔

زبان ہندوی مجھ سوں ہوں دہلوی — نہ جانوں عرب ہور عجم مثنوی

اس مثنوی میں نعتیہ مضامین رسماً آئے ہیں۔ عبدل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متقدم بالزماں اور متقدم بالشرف ہونے، آپ کے باعث تخلیق عالم ہونے اور احمد بلا میم کے مضامین کو ندرت کے ساتھ باندھا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گوسائیں ایک تھانہ ہور کچھ موجود — بنایا محمد سوں مک جگ وجود
جو گنج مخفی سو پرکٹ دکھائے — عشق آرسی میم شکل پھرائے
احد دور کر میم احمد کہا — حرف چار مل بھید چار ودیا

اس مثنوی کی تاریخی، تمدنی اور معاشرتی اہمیت ہے۔ اس میں تخیل اور شعریت کی

آویزش حسین ہے۔ ہندوی تلمیحات اور دیو مالا کا ایرانی تلمیحات، ایرانی صنمیات اور اشارات کے ساتھ سنگم بہت لطیف اور دیدہ زیب ہے۔

(۱۲) **شاہی علی عادل شاہ ثانی** کا تخلص ہے، جو ایک معمولی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کے کلیات میں چھ قصیدے، تین مختصر مثنویاں، ایک مخمس، ایک ہجو، ایک قطعہ، ایک رباعی، ایک پہیلی، تین فردیات اور چند مراثی کے علاوہ گیت، کبت دوہرے اور کئی جھولنا ہیں۔ نعتیہ قصیدہ صرف ایک ہے، جس کے مطلع میں نوروز کی رعایت سے زمیں پر گل افشانی اور آسمان پر سورج کے جشن عروسی کی جاندار تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ قصیدہ کی تشبیب میں بتلایا گیا ہے کہ سورج نے ماہ وکوکب کو اپنے گھر اس لیے دعوت دی ہے کہ وہ اس کے گھر کو رشک جناں بنا دیں۔ اس جشن عروسی میں چاند تاروں کی حیثیت براتیوں کی ہے۔ مشتری نے سورج کو ہلدی لگائی ہے اور سورج زمیں کے زرق برق لباس پہن کر نوشہ بن کر نمودار ہوا ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب میں ندرت، جدت، اور تروتازگی ہے۔ شاعر نے اس جزئیہ قصیدہ میں آسمان سے متعلق باتیں موزوں و متناسب الفاظ و اشارات میں بڑے تزک و احتشام سے بیان کی ہیں۔ تشبیہات و استعارات بھی شادی کی رونق بڑھا رہے ہیں، اور اس طرح شادی کے لوازم اکٹھا کر کے جشن عروسی کا سماں باندھا گیا ہے۔ تشبیہات کی رعنائی ان دو نعتیہ ابیات میں ملاحظہ کریں:

ازن صندل شفق کاں سے منگا دے جشن کے کان
گلاں میں یو بھنور دستے مشک پیالے میں بھرایا ہے
چنپے کے جھاڑ کی خولی دسادے نین میں یوں ہو
مگر شجر زمرّد کا کنجن سوں بار پایا ہے

(۱۳) **نصرتی** متوفی ۱۰۸۵ھ=۱۶۷۴ء کا پورا نام محمد نصرت ہے۔ اس نے غالب کی طرح سپہ گری کا پیشہ ترک کر کے قلم ہاتھ میں لیا اور شعر و شاعری کی بدولت دولت اور شہرت دونوں سے بہرور ہوا۔ عوام کی جانب سے ملا نصرتی کا اور

دربار کی طرف سے ملک الشعراء کا خطاب ملا۔

نصرتی دکن کا سب سے بلند قصیدہ نگار ہے۔ اس نے قصائد میں نعتیہ مضامین کو خاص جگہ دی ہے۔ قصیدہ ''در بیان عاشورا'' کی تشبیب میں حمد و نعت و منقبت کے مضامین نظم کیے گئے ہیں۔

ملک القصائد نصرتی کا قصیدۂ معراج تشبیب کی نقطۂ نگاہ سے بہت اہم ہے۔ تشبیب فلکیات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے معراج سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ اس نے رات کا منظر دلکش استعاروں کے سہارے دلربا اور دلاویز طور پر کھینچا ہے۔ صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

تخت پہ جب دن پتی سیج پہ کیتا گون   نس کا سینہ دار تب گرم کرے انجمن
صبح کا فراش چک شمع سے روشن کرے   ریگ سے تاریاں کی نت مانج گگن کا لگن

نصرتی کا قصیدۂ معراج بیان کی گھن گرج، الفاظ کی شان و شوکت، بیان کے تسلسل اور فکر کی صلابت کی نگاہ سے کافی اہم ہے۔ تشبیہات و استعارات کی ندرت، خیالات کی تازگی، زبان کے وقار و شکوہ، تخیل کی رفعت اور بیان کے مثالی زور کی وجہ سے پورا قصیدہ دلاویز اور دیدہ زیب ہو گیا ہے۔

نصرتی نے تین مثنویاں تخلیق کی ہیں۔ مثنویوں میں منظوم نعتیہ مضامین بہت شگفتہ اور تروتازہ ہیں۔ ''گلشن عشق'' میں نعت کے (۱۳۷) ابیات اس طرح نظم کیے گئے ہیں کہ اگر ان کو مثنوی سے الگ کر لیا جائے، تو وہ ایک مستقل نعتیہ مثنوی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ نعتیہ مضامین میں وصفی انداز بیان اپنایا گیا ہے اور حسن توازن اور شاعرانہ محاسن کا ہر جگہ خیال رکھا گیا ہے اور اس میں واقفیت اور عقیدت و خلوص کی دلکش آمیزش ہے۔ اس قبیل کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

رہے نامور سید المرسلین   کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
ادا ہوئے نہ حمد احد کے بچن   نراکھے جگ مدح میں من
عجب آفرینش کے دریا کا در   کہ جس سورتے بحر ہستی ہے پر

شاعر کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک کے نام مبارک کے ورد سے دل مجلّی و مصفیٰ ہو جاتا ہے۔ احمد بلا میم اور احد با لمیم کا مضمون شعرائے نعت کا عام موضوع ہے، نصرتی کے یہاں اس کا استعمال ملاحظہ ہو:

جب خدا تو نج ائے مصطفیٰ	ترا ناؤں لیتج ہوئے دل صفا
احمد ہور احد میں جگ کون عظیم	معما ہوئی گرچہ میانے کی میم
اس معما تھے بن معما شگاف	دیکھیں عین احد کوں رنجھا چہ احمد طرف

نصرتی نے نعت کے میدان میں ایک جدت یہ کی ہے کہ رسمی نعت کے مابین ایک ضمنی عنوان دے کر واقعات معراج نظم کیے ہیں۔

نصرتی کی دوسری مثنوی ''علی نامہ'' ہے۔ اس مثنوی کو بھی عنوانات کے ذریعہ مختلف حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کی خوبی یہ ہے کہ اگر عنوانات کے اشعار یکجا کر لیے جائیں، تو اس طرح اکٹھا کیے گئے اشعار ایک مرصّع لامیہ قصیدہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس مثنوی کا ڈھانچہ اس طرح ہے کہ مثنوی کے آغاز میں حمد ہے، اس کے بعد مناجات، نعت، ذکر معراج، منقبت، مدح سلطان علی عادل شاہ، سبب تالیف، صفتِ جلوس کے ساتھ مثنوی کا اصل حصہ شروع ہوتا ہے نعت اور معراج کے ابیات جوش عقیدت اور وفور شیفتگی سے معمور ہیں تخیل کی پرواز اور ایجاز و اختصار میں، جو دسترس نصرتی کو حاصل ہے، وہ اردو کے کم شاعروں کے حصہ میں آئی ہے۔

(۱۴) **قدرتیؔ** نعت کی دنیا میں قدرتی کا نام اس لیے لائق ذکر ہے کہ انھوں نے ایک ضخیم مثنوی ''قصص الانبیاء'' لکھ دی، جس میں دس ہزار سے زائد اشعار ہیں، قدرتی کی یہ مثنوی رستمی کے ''خاور نامہ'' کے بعد سب سے ضخیم دکنی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں مختلف انبیاء کے احوال زندگی (۱۳۹۱) عنوانات کے تحت لکھے گئے ہیں ''قصص الانبیاء'' میں حمد و نعت کے بعد ۲۱ مشہور انبیاء و رسل کے تذکرے ہیں۔ اس مثنوی کا نسخہ ناقص الآخر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کے احوال ہجرت حبشہ تک ملتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے عقد سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

سو جتنے تمارے اچھینگے خو خوش	بلا کر جمع کر توں سارے قریش
سو میرا چچا ورقہ نوفل کیتیں	بلا لیای تون میری منزل کیش
محمد کو ہاں تم بلا لیائے کر	کرو خواستداری میرے آئے کر
نہیں مرد منج کوں کوئی محمد بغیر	اس باج منکن نہیں کار خیر
بو طالب سنے ہے خدیجہ نے بات	سو خوش حال ہو کر اپی دھاندہات
بلا سبج سیارے اکابر کیتیں	صنادید سارے قریش جو دیں
بلائے ورقہ نوفل کیتیں ایک بار	جو آئے ہے سب مل خدیجہ کے نہار
بلائے ورقہ نوفل کیتیں تب شراب	وبعضیاں پو سارا جو جس کے گلاب

(۱۵) **ولیؔ**، جس کا نام ولی محمد ہے، اردو شاعری کا بابا آدم کہا جاتا ہے۔ ولی کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''ولیؔ آئندہ دو سو سال کی شاعری کے نظام شمسی کا وہ سورج ہے، جس کے دائرۂ کشش میں اردو شاعری کے مختلف سیّارے گردش کرتے ہیں۔''[۱۶]

نعتیہ شاعری کے لیے بھی ولیؔ ایک جانا پہچانا نام ہے۔ اس نے غزل، قصیدہ، مثنوی، مخمس اور مستزاد کی شعری اصناف اور ہیئات میں نعتیں کہی ہیں۔ ولی کو مذہبیات سے غیر معمولی شغف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت اور شیفتگی تھی۔ وہ محمدؐ امی کو اپنی زندگی کا ماحصل اور اپنی خواہشوں اور تمناؤں کا محور سمجھتا تھا۔ نظریات بالا کا پتہ اس کے درج ذیل اشعار سے بھی ہوتا ہے:

ہم کو شفیع محشر وہ دین پناہ بس ہے	شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے
مغفرت تیری ولیؔ سہل بلا ریب ہے کیوں	نام احمد کا جولب پر تیرے ہر دم آیا

ولیؔ کے تمام قصائد خواہ وہ نعتیہ ہوں یا غیر نعتیہ روح نعت سے معمور ہیں، کیونکہ

[۱۶] تاریخ ادب اردو ج۔ا، ص۔۵۳۰

اس نے اپنے ان قصائد میں بھی، جن کے ممدوح دنیاوی حضرات ہیں، ممدوح کے وہی اوصاف اجاگر کیے ہیں، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں قابل تعریف ہیں۔

کلیات ولیؔ میں چھ قصائد ہیں، طویل ترین قصیدہ حمد و نعت و منقبت اور عشق سے متعلق ہے۔ اس قصیدہ میں کل (۱۲۳) اشعار ہیں۔ قصیر ترین قصیدہ کا موضوع بیت الحرام ہے اور اس میں (۲۰) اشعار ہیں۔ ایک قصیدہ خالص نعت میں ہے اس طرح ولیؔ کے نعتیہ قصیدوں کی تعداد ۲ ہے۔ اور دوسرے قصیدوں میں مضامین نعت ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاعر نے نعتیہ اشعار میں رسول عربی کے جبلّی و شخصی محاسن و فضائل از قبیل عدل و انصاف، عظمت و جلالت، غیظ و غضب، فصاحت و بلاغت نظم کیے ہیں اور آپ کے نام کو ''حرز مومن'' اور ''دافع کلول'' بتلایا ہے۔ قصیدہ معرض بحث سے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

جس کی ہمت کی ہے ترازو میں — دو جہاں مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں آ ہوا ہے کھڑا — صف آخر میں جو ہر اول
گر ہو وہ آفتاب گرم عتاب — آسماں جائیں مثل موم پگھل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں — بادشاہوں کا رنگ ہے دنگل
کاملان سے سنا ہے یہ نکتہ — عشق اس کا ہے ہادی اکمل
نام اس کا ہے حرز ہر مومن — یاد اس کی ہے دافع کلول
دیکھ اس زلف و مکھ کوں بے جا ہے — بحر اور بر میں عنبر و صندل

دوسرا نعتیہ قصیدہ، جس کا مطلع ہے۔

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یا دیزدانی کرے

خالص نعت میں ہے۔ شاعر کے نزدیک عشق سے خالی شخص بہت بدنصیب ہے۔

عشق سے ہوں فارغ جوکئی وہ نحس اکبر ہے مدام
ساتواں کھنڈ پر اگر ایوان کیوانی کرے

گریز سیدھی سادی ہے، لیکن برجستگی میں آپ اپنی مثال ہے۔ ملاحظہ ہو:

زندگی پاوے ابد کی جگ منیں وہ خضر وقت
جو ابس کو فدوی محبوب سبحانی کرے
یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کو لازم ہے جی کو تجھ پہ قربانی کرے

ولیؔ کی نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو، جس میں اس نے غیظ و غضب رسول کی تبیین اس طرح کی ہے کہ اس سے بے نظیر رحم و کرم کا استخراج ہوتا ہے۔ اس طرح صنعت تجرید کا در آنا دیدنی ہے۔ تلمیح نے حسن دوبالا کر دیا ہے:

نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھا
تجھ غضب کا گر سمندر جوش طغیانی کرے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے تفکر اور دانشوری کے آگے عقل اول کی آسماں میں اور افلاطون کی زمین پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اظہار کی ندرت ملاحظہ ہو:

جس مکاں میں ہے تمھاری فکر روشن جلوہ گر
عقل اول آ کے وہاں عقل نادانی کرے
حکمتاں کی سب کتاباں دھوئے یکبارگی
گر فلاطوں تجھ دبستاں میں سبق خوانی کرے

اس نعت میں جتنی تلمیحات جمع ہیں، اتنی کسی ایک قصیدہ میں شاید و باید ہی مل پائیں گی۔ مذہبی تلمیحات میں اسماعیل، نوح، خضر، سلیمان، کلیم اللہ، داؤد، عشقیہ تلمیحات میں لیلیٰ، مجنوں، شیریں اور فرہاد، تاریخی تلمیحات میں گلستاںِ ارم، عقل اوّل، افلاطوں، اور ماہ کنعاں، فلکی تلمیحات میں نحس اکبر، کیوانی، قرآنی تلمیحات میں راضیۃً مرضیہ اور حدیثی تلمیح میں، "زینوا الحانکم" کا استعمال بہت خوب ہے۔ شاعر شراب عقیدت میں اس طرح شرابور ہے کہ اسکی اس نعت کا مقطع ایک لطیف و دلکش تعلّی کا شاہکار بن گیا ہے۔

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے ۱۷؎

ولؔی کی وہ غزل، جس کا مطلع درج ذیل ہے:

لا مکاں پر بنا احمد جو بنا بٹھلایا
تب ملائک نے وہیں صلوا علیکم گایا

سوز و گداز اور شیفتگیٔ عقیدت کے لحاظ سے خاصے کی چیز ہے۔ ولؔی نے اس میں عروسی فضا قائم کی ہے اور نبی امی کو قاب قوسین کا نوشہ، آدم سے عیسیٰ تک کے انبیاء و مرسلین کو براتی اور جبرئیل کو سہرا ساز بنایا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک'' کا مضمون نظم کر کے انکاری استفہام کرتے ہوئے کہا ہے۔ ''ان سوا کون سے مرسل نے یہ رتبہ پایا؟ چند چیدہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

حور و غلماں نے ترانے سوں وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ تو ہے سب کو بھایا
تھے براتی وہاں آدم سوں لگا عیسیٰ
اور جبریل امیں گوندھ کے سہرا لایا
حق نے لولاک لما حق میں محمد کے کہا
ان سوا کون سے مرسل نے یہ رتبہ پایا

کلیات ولؔی میں مشمول دو مثنویوں میں ایک مکمل طور پر حمد نعت و مناجات میں ہے۔ انداز بیان وصفی اور واقعاتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باعث تخلیق عالم، مظہر کل، بے دلوں کا دلکشا باغ، عاشقوں کا مرہم، کونین کا مرکز اور عاشقین و عارفین کا مشعل بتلایا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

عجب گلزار ہے وہ مظہر کل — کہ ہے جس باغ کا خورشید اک گل
وہی ہے بے دلاں کا دلکشا باغ — وہی ہے عاشقاں کا مرہم داغ

۱۷؎ کلیات ولی:۔ص۔۳۶۲۔انجمن ترقی اردو

وہی ہے باغ اقدس سرور دیں — کہ جس کے باغ کا رضواں ہے گلچیں
کھلا کونین میں وہ دین کا گل — دو جگ مشتاق اس کے مثل بلبل

ولؔی کے کلیات میں (۱۲) مخمس ہیں جن میں ایک نعتیہ ہے، اس مخمس میں دوسرے مضامین بھی شامل ہیں لیکن بہر حال فضا نعت ہی کی ہے اور قرآنی تلمیحات بھی کافی ہیں۔ صرف ایک بند ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

دل کے صدف میں کر جتن تجھ عشق کا گوہر رکھوں
سینے کے معدن کے بھتر تجھ نیہ کا جوہر رکھوں
دائم سخن کے لب اپر تجھ قول کی شکر رکھوں
ہر دم طبع کے سیس پر تجھ یاد کا افسر رکھوں
تیرے محبت کا رتن دل میں جتن سب دن اچھو

اس طرح ولؔی کی نعتوں میں مضامین اور ہیئات دونوں لحاظ سے کافی تنوع ہے نعت کی آواز جس قدر زوردار اس کے یہاں سنائی پڑتی ہے، اس سے پیشتر کے شعراء کے یہاں اس کا عشر عشیر بھی سنائی نہیں پڑتا۔ اردو نعت کی تاریخ میں حقیقتاً اس کی حیثیت ایک مجدد اور مجتہد کی سی ہے۔

(۱۶) **سراج اورنگ آبادی** کا مکمل دیوان پانچ چھ سال کے قصیر عرصہ میں، جب کہ ان کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی معرض وجود میں آیا۔ ان کے کلیات میں حمد میں ۱۴۰ اشعار، نعت میں ۲۳، مناجات میں ۱۲۷ اور خلفاء و اہلبیت اطہار کی شان میں ۲۰ اشعار ملتے ہیں۔ کلیات کے آخر میں مشمول مناجات میں شاعر نے یہ دعا مانگی ہے کہ اس کا حشر رسول مقبول، اہلبیت نبی، صحابہ عظام، ائمہ کرام، بڑے پیر صاحب، خواجہ اجمیری اور دیگر صلحائے امت کے ساتھ ہو۔

سراؔج کے یہاں ایک نعتیہ غزل بھی ہے، جس میں اشعار کی تعداد کل ۶ ہے اس میں ۳ اشعار حمد میں اور ۳ نعت رسولؐ میں ہیں۔ انھوں نے اس میں قرآنی تلمیحات ''**کل من علیها فان**'' اور ''**یبقیٰ وجه ربك**'' استعمال کی ہیں۔ نعت میں احمد

بے میم کا مضمون بھی مستعمل ہے۔نعت کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

یا محمد تجھ کرم میں ہوں سدا امیدوار   جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا
کرسراسر شوق میں بے ہوش مجھ کو یا حبیب   دے مجھے بھر کر پیالہ نشا و عرفان کا
توں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے   زیب پایا تجھ صفت میں ہر ورق قرآن کا
سراجؔ اب نہ کر گفتگو   ادب کے محل سے نہ جا بیشتر
کہ دم مارنے کی یہاں نہیں ہے بات   اگرچہ وو ہی ذات یہاں ہوئی ہے صفات
دو ہی نور یہاں آ کے ظاہر ہوا   آپس آپ قدرت پر قادر ہوا
و لیکن ادب تجھ کو درکار ہے   شریعت کی یے راہ دشوار ہے

سراج کے یہاں مثنوی کی ہیئت میں بھی نعت ملتی ہے۔مثنوی کی بحر چھوٹی ہے اور اس کا صوتی اتار چڑھاؤ دلکش ہے،انداز بیان وصفی ہے۔چند منتخب ابیات ملاحظہ ہوں:

رسول خدا سید المرسلیں   قیامت کے دن شافع المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں   کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روز محشر کا سردار ہے   صف اصفیا میں دو سالار ہے
جگت میں روئے سلطنت ہے مدام   جماعت میں ہے انبیا کا امام
وہ شرع کا ہادی مستقیم   شریعت کے دریا کا در یتیم
حبیب خدا والیٔ روزگار   دو عالم کی اقلیم کا تاجدار
شہ انس و جاں سب کا مقبول ہے   نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہا حق نے لولاک جس شان میں   شہنشاہ ہے ملک عرفان میں
عجب ذات مقبول کونین ہے   کہ کونین کا قرۃ العین ہے

(۱۷) **عبدالمحمد تریںؔ** نے گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ایک نعتیہ مثنوی شمائل نامہ لکھی۔یہ مثنوی طبع زاد نہیں بلکہ پشتو سے مترجم ہے۔اس مثنوی میں انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا،آپ کے خصائل و عادات غرضیکہ آپ کے جبلی و خلقی اوصاف دلکش انداز میں بیان کیے ہیں۔شمائل نامہ کے مصنّفین

نے بیشتر مواد محمد بن عیسیٰ سورہ ترمذی کے شمائل سے اخذ کیے ہیں۔عبدالمحمد تریںؔ کے شمائل نامہ میں ہر بات متعین اور مشخص کر کے کہی گئی ہے۔نمونہ میں حسب ذیل اشعار ملاحظہ ہوں،ان میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا ذکر ہے۔

محمد کے اس سر مبارک اوپر   اتھے بال کہتے رکھو یاد کر
اتھے لاک بار اور تیرا ہزار   دیگر تیں سوتیں اندر شمار

امجدؔ حیدر آبادی کا نام مولوی سید احمد حسین ہے۔ان کی مطبوعہ تصنیفات حسب ذیل ہیں:

رباعیات امجد، ریاض امجد، نذر امجد، خرقہ امجد، صبح امجد، حکایات امجد، پیام امجد، مکتوبات امجد، جمال امجد، گلستان امجد، میاں بیوی کی کہانی اور ایوب کی کہانی۔

ان کا ہر مجموعہ نعت سے مزین ہے۔ریاض امجد، وصبح امجد، میں نعتیں زیادہ ہیں، نذر امجد میں واقعۂ ہجرت نظم کیا گیا ہے۔لیکن اس میں بھی وصفی نعتیں مل جاتی ہیں۔
امجد نے اپنے کو حسان عصر کہا ہے اور مداح رسولؐ ہونے پر افتخار کیا ہے۔

میں وقت کا اپنے حسان ہوں، تقدیر پہ اپنے نازاں ہوں
امجد ہے یہی معراج مری، مداح شہ معراج ہوں میں

امجد کی وہ نعتیں جن میں ان کا انداز بیان واقعاتی ہے، کافی دلاویز ہیں، ان نعتوں سے ان کا خلوص، ان کی عقیدت اور بانی اسلام سے ان کی شیفتگی منکشف ہوتی ہے۔
موصوف کے ایک نعتیہ مسدس سے چند بند، ملاحظہ ہوں:

مدینہ میں آتا ہے اب کعبہ والا   ہوا نور ایماں سے ہر سو اجالا
ہے تاروں کا مہتاب کے گرد ہالا   بچائے نظر سے اسے حق تعالیٰ
محمدؐ کے رخ سے نقاب اٹھ گیا ہے
تجلیٔ حسن سے حجاب اٹھ گیا ہے
کسی کی نگاہیں ہیں روئے جبیں پر   کوئی جان دیتا ہے روشن جبیں پر
کسی کی نظر دیدۂ سرگیں پر   تصدق ہے کوئی قد دلنشیں پر

ہے کوئی تو قدموں میں آنکھیں بچھائے
کفِ پا میں مژگاں کوئی چبھ نہ جائے
کوئی کہہ رہا ہے کہ آنکھوں میں آؤ — کوئی کہہ رہا ہے کہ دل میں سماؤ
کوئی کہہ رہا ہے صورت دکھاؤ — کوئی کہہ رہا ہے اب آگے نہ جاؤ
مرے دل میں آجاؤ ایمان بن کر
اتر آؤ سینے میں قرآن بن کر

امجد کا ایک خاص رنگ یہ ہے کہ وہ اپنے کلام کا اثر ماحول اور فضا کو سازگار بنا کر بڑھاتے ہیں۔ایک موقع ملاحظہ کریں:

محمد عربی ۵۳ سالہ زندگی گذار کر مکہ چھوڑ رہے ہیں،شاعر نے حسن تعلیل استعمال کرتے ہوئے مکہ کی پوری فضا کو المناک دکھلایا ہے''نذرِ امجد'' سے صرف دو بند نذر ہیں:

ہے دریائے خوں چشم زمزم سے جاری — سواد حرم میں ہے اک سوگواری
ہر اک دل میں ہے برق سی بے قراری — ہر اک کی صدا ہے کہ سن لے ہماری
نہ جا ہم سے منھ موڑ کر جانے والے
یہاں کون ہم بیکسوں کو سنبھالے
صفا مروہ کا دل ہوا پارہ پارہ — وہ بجلی گری پھٹ گیا سنگ خارا
ہوا غم سے کعبہ سیہ پوش سارا — تڑپ کر یہ غار حرا نے پکارا
کہاں تو چلا میرے نازوں کے پالے
پھر آ میری آغوش میں جانے والے

امجد نے بہت سی نعتیں رباعی کی ہیئت میں کہی ہیں موصوف نے رباعی کے چار مصرعوں میں ایک ہی نعتیہ خیال کو نظم کر کے مضمون پر اپنی مکمل گرفت کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ذیل میں ان کی ایک نعتیہ رباعی نقل کی جاتی ہے،جس میں ختم رسالت کا مضمون نظم کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رباعی کا مصرع آخر کہا گیا ہے۔واضح ہو

کہ رباعی کا آخری مصرع حاصل رباعی ہوتا ہے۔

رخ مہر سے قد خط شعاعی کی طرح — وہ گلہ امت میں ہے راعی کی طرح
اس خاتم انبیاء کا آخر میں ظہور — ہے مصرع آخر رباعی کی طرح

گیت خالص ہندوستانی چیز ہے،جس کی مثال دنیا کی شاعری میں نہیں ملتی۔ اس میں عورت کی زبانی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔امجد نے گیت کی شکل میں بھی نعتیں کہی ہیں۔یہ ان کی نعتیہ شاعری کا ایک امتیازی رخ ہے کہ انھوں نے نعت کی آفاقی و حجازی فضا میں اپنا رابطہ ہندوستانی ماحول سے برقرار رکھا ہے۔اس سلسلہ میں ان کی نعت 'مدینہ کی جوگن' سے دو بند ملاحظہ ہوں:

او قیس عامری تو کیوں پھر رہا ہے بن بن
ٹکڑے ہیں کیوں گریباں صد چاک کیوں ہے دامن
کیوں ہے جنوں سے اُلفت ،انسانیت سے اَن بن
تو خاک چھانتا ہے لیلیٰ کی جستجو میں
نکلی ہوں میں بھی گھر سے یثرب کی آرزو میں
نکلی گھر سے جوگن کفنی گلے میں ڈالے
پاؤں میں پڑ گئے ہیں اب چلتے چلتے چھالے
گرنے کو ہوں زمیں پر ہے کون جو سنبھالے
یثرب نگر کے راجہ وہ کالی کملی والے
کرپا کی ایک نظر ہو دکھیا پہ اپنے پیارے
بھولی نہیں میں تم کو، تم کیوں مجھے بسارے

دبی زبان میں اس امر کا اعتراف بھی راقمۃ السطور ضروری سمجھتی ہے کہ امجد کہیں کہیں اپنے دامن کو بے اعتدالیوں سے محفوظ نہیں رکھ سکے اور انھوں نے دربار رسالت میں سجدہ ریزی اور احمد بے میم کے مضامین بھی نظم کر ڈالے۔لیکن اکثر مقامات پر انھوں نے کسی نہ کسی طرح اپنے دامن کو داغدار ہونے سے بچالیا ہے۔امجد

کی نعتیہ شاعری میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جہاں وہ صنم پرست ہندوستان کے اوتار وادی ذہن سے متاثر نظر آتے ہیں۔ صرف ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

عرش والا زمیں پر آتا ہے
فاتقوا یا اولی الابصار

شکل احمد میں خود احد آیا
ہوا مطلق مقید اظہار

دائرہ مختفی تھا نقطہ میں
ہوگئی ختم گردش پرکار

وہی اژدر وہی عصائے کلیم
وہی قطرہ وہی در شہوار

بیج بھی ہے وہی، شجر بھی وہی
وہی قہار ہے وہی غفار

آپ اپنا پیام پہنچایا
آپ خود اپنا کر گیا اقرار

پار آیا تھا نامہ بر بن کر
خط کے دھوکے میں رہ گئے اغیار

(۱۹) **سید افضل شاہ خان** کا تخلص طوفاؔن تھا۔ ان کا وصال ۱۳۳۹ھ فصلی میں ہوا۔ آپ عشق رسولؐ سے سرشار تھے۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''سلطان سخن'' کے نام سے صرف ۱۴ ماہ کے قلیل عرصہ میں نقطۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اس دیوان کا دوسرا نام ''طوفان رحمت'' ہے۔

طوفان نے مثنوی، رباعی، غزل، ترجیع بند، مثلث، مخمس، مسدس، اور مستزاد کی ہیئات میں نعتیں کہی ہیں۔ موصوف کے دیوان میں کئی تضمینات بھی ملتی ہیں، جو جامؔی، امیر خسرو، لطفؔ بریلوی، اکبرؔ الہ آبادی، ہنرؔ حیدرآبادی اور بیدمؔ وارثی کے کلام پر ہیں۔

موصوف کی نعتیہ غزلیں کافی توانا ہیں۔ یہ معنویت سے معمور اور تغزل میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ صرف دو چار اشعار بطور نمونہ ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں۔

عادت ہے محمدؐ کی یوں شیر و شکر کرنا
دو دل کو ملاتے ہیں روٹھوں کو مناتے ہیں

مزا تو جب ہے کہ بوئے کباب ہو کے رہوں
جلا کے آتش فرقت مجھے تو خاک نہ کر

غیر کے سامنے آنا، انھیں منظور نہیں
میں رہوں ہوش میں خلوت کا یہ دستور نہیں

طوفاؔن کی نعتیہ شاعری کے امتیازی خصائص داخلیت، سوز و گداز اور محاسن لفظیہ و معنویہ کا لطیف استعمال ہے ان کے یہاں یہ محاسن بطور صنعت مستعمل نہیں

ہوئے بلکہ ایضاح مدعا اور ترسیل مفاہیم میں معین و مددگار ہیں۔ ذیل کے اشعار میں حسن تعلیل، مراعاۃ النظیر تضاد، سیاقۃ الاعداد، اور محاورات کا برجستہ استعمال ملاحظہ ہو:

قدر سونے کی کسوٹی سے ہوا کرتی ہے
کیوں لگاوٹ نہ ہو رحمت کو سیہ کاروں سے

پیری میں سوز الفت احمد نہ چھپ سکا
ہو کیوں نہ زرد زرد چراغ سحر کا رنگ

فراق محمدؐ میں روتی ہے شبنم
غضب ہے گلوں کو ہنسی سوجھتی ہے

جو بے خطا رہا وہ خطا وار ہے ضرور
بندہ کا ہے خمیر مرکب خطا کے ساتھ

بروں کو کچھ ایسی بھلی سوجھتی ہے
مدینے کی ہر دم گلی سوجھتی ہے

(۲۰) **جلیل مانکپوری** کا نام جلیل حسن ہے۔ والد کا نام حافظ عبدالکریم تھا۔ آپ نسباً انصاری ہیں۔ موصوف بنیادی طور پر حسن و عشق کے شاعر ہیں۔ امیر مینائی کی صحبت سے متاثر ہو کر نعتیں لکھنی شروع کیں، جس کا اعتراف انھوں نے اپنے ایک شعر میں اس طرح کیا ہے:

نعت گوئی میں مری کیوں نہ ہو، تاثیر جلیلؔ
فیض ہے اس میں امیر الشعراء کا

آپ کا انتقال ۱۳۶۵ھ = ۱۹۴۶ء میں بعمر اکیاسی سال حیدرآباد میں ہوا۔

موصوف کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''معراج سخن'' ہے۔ اس میں ۳۱ غزلیں، ایک تضمین اور ۳۱ رباعیات شامل ہیں۔ ۳۱ رباعیات میں سے ایک وہ جس میں اوصاف نبیؐ کا بیان ہے دوسری وہ قسم ہے، جس میں مشمول نعتیں ذات نبوی سے عقیدت اور شیفتگی کے مضامین کی حامل ہیں۔ (۱۸) رباعیات معراج پر ہیں، معراج سخن میں دو طرح کی نعتیں ملتی ہیں۔ ایک وہ جن میں اوصاف نبیؐ کا بیان ہے، دوسری وہ قسم ہے، جس میں مشمول نعتیں ذات نبوی سے عقیدت اور شیفتگی کے مضامین کی حامل ہیں۔

وصفی نعتوں میں مستعمل تراکیب قرآن و حدیث سے مستعار ہیں اور الفاظ و حروف کی ترتیب اور تراکیب کا دروبست قابل دید ہے۔ نمونہ میں درج ذیل نعت ملاحظہ کریں، جس میں ''تاج رسل''، ''ملجائے غریباں''، ''فخر دو عالم''، ''فخر اخواں'' اور درود شریف کے

واسطے "غذائے روح انساں" اور "دوائے درد عصیاں" کی تراکیب کافی لطیف ہیں۔

الٰہی عشق دے اس کا مدینہ کا جو سلطان ہے
محمدؐ نام ہے تاج رسل ہے شاہ خوباں ہے
محمدؐ قبلۂ ہر دو جہاں ہے، کعبۂ جاں ہے
انیس بیکساں ہے، چارہ ساز دردمنداں ہے
زہے تقدیر امت کی کہ وہ پیارا نبی پایا
یتیموں کا جو وارث ہے ملجائے غریباں ہے
عجب تاثیر ہے صل علیٰ محمد میں
غذائے روح انساں ہے، دوائے درد عصیاں ہے
سواری دیکھ کر شہ کی یہ کہتے تھے فرشتے بھی
یہی فخر دو عالم ہے۔ یہی محبوب یزداں ہے
وہ خاصان خدا جس کو ملا رتبہ رسالت کا
سب اخوان محمد ہیں محمد فخر اخوان ہے

جلیل مانکپوری کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ محض طرز ادا سے کسی مسلّمہ کو جاذب سامعہ بنانے کی زبردست صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ ایک مسلمہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلقی اور خلقی دونوں اعتبار سے "خیر مولود" تھے۔ جلیل مانکپوری کی ندرت ادا ملاحظہ فرمائیں۔

قدرت کے مرقع میں کیا کیا تھے حسیں لیکن　　کھینچی جو تری صورت ہر شکل مٹا ڈالی

اسلوب اظہار کتنا دلکش ہے کہ البم (مرقع) میں ایک سے ایک حسین تصویریں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی تھیں لیکن جب آقائے دو عالم، عالم آب و گل میں تشریف لائے، تو البم کی ساری تصویریں مٹا دی گئیں۔

داخلیت سے معمور نعتوں میں شاعر کی مخلص عقیدت، اثر آفرینی کی زبردست طاقت رکھتی ہیں۔ عاشق محمد کے لیے عشق احمد میں ہر مصیبت رحمت بن جاتی ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

اس لیے رسول اکرمؐ کا شیدائی کسی پریشانی سے گھبراتا نہیں بلکہ وہ انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ گلے لگاتا ہے۔ متفرق نعتوں سے چند اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

داغہائے عشق احمد کو نہ رکھوں دل میں کیوں
یہ شرارے پھول جنت کے نہ بن جائیں گے کیا
عشق احمد میں مصیبت کو بھی رحمت سمجھا
بڑھ کے لیں میں نے فلک سے جو بلائیں آئیں
ہاتھ خالی حشر میں جانے کا غم کیا اے جلیلؔ
ہم وہاں شاہ دو عالم کو نہ پائیں گے کیا

نعت گوئی میں جلیلؔ کی سب سے نمایاں تخصیص یہ ہے کہ انھوں نے عقیدت و خلوص، بے تابی و شیفتگی، اضطراب و بے قراری کے مضامین کثرت سے نظم کیے گئے ہیں، لیکن ان کا کلام ہر جگہ شرعی محاسبہ پر پورا اترتا ہے۔ جلیل نے ان موضوعات پر بھی نعتیں لکھی ہیں، جہاں بڑے بڑے نعت گو شعراء کے قدم بہک گئے ہیں۔ لیکن جلیل کے معدلت پسند قلم نے جس ایقان کے سہارے اپنے کو صراط مستقیم پر گامزن رکھا ہے اور وہ نہ کہیں پر بہکے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں وہ ہے قرآن و حدیث کا اُن کا گہرا مطالعہ! انھوں نے سجدہ ریزی تک کا مضمون باندھا ہے، لیکن یہ کہہ کر کہ "یہاں سجدہ کرنے کو سر چاہیے" جادۂ اعتدال سے قلم کو سرمو متجاوز نہیں ہونے دیا۔

در مصطفیٰ ہے ادب اے جبیں　　یہاں سجدہ کرنے کو سر چاہیے
موسیٰ سے کہو دیکھ لیں رخسار محمد　　اللہ کا دیدار ہے دیدار محمد

جلیلؔ نے قدسی کی مشہور غزل پر تضمین بھی لکھی ہے۔ ترجیع بند نظم نہایت دلکش اور شگفتہ ہے۔ اچھی تضمین کہنا 'بازیچۂ اطفال' نہیں ہے کیونکہ تضمین میں کسی دوسرے شاعر کے شعر پر مصرعوں کی اس طرح پیوندکاری کی جاتی ہے کہ مضمن علیہ (جس شعر پر تضمین کی جارہی ہے) شعر کی وضاحت ہوجائے یا مضمن (تضمین کرنے والا شاعر) مضمن علیہ شعر کو اپنے منشا کے مطابق نئے جاندار معنی پہنا دے۔ جلیلؔ نے

قدسیؔ کی نعتیہ غزل پر کامیاب تضمین لکھ کر اس فن میں اپنی غیر معمولی حذاقت کے ثبوت دیے ہیں۔ منظر نگاری، مرقع نگاری اور مکالماتی انداز نے ترجیع بند میں جان ڈال دی ہے۔ صرف دو بند ملاحظہ ہوں، جن میں سے ایک میں اوصاف نبی اور دوسرے میں معراج کی شب کی رعنائی دکھلائی گئی ہے۔

حوریں کہتی تھیں ہم اس حسن پہ قربان ہوں گے
جامہ زیبی پہ تری چاک گریباں ہوں گے
جتنے جلوے ہیں نہاں آج نمایاں ہوں گے
صدقے ہر جلوے پہ دیدار کے ارماں ہوں گے
خوب نظارۂ رخسار پہ تاباں ہوں گے
دیکھنے والے یہ کہہ کہہ کے ثنا خواں ہوں گے
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
نظر آتی ہے نئی چرخ کہن کی صورت
خلد آراستہ ہے آج دلہن کی صورت
غنچے غنچے میں چمک در عدن کی صورت
قابل سیر ہے اب سروسمن کی صورت
دل مشتاق شگفتہ سے چمن کی صورت
کہتے ہیں دیکھ کے سب شاہ زمن کی صورت
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جلیلؔ نے اردو نعت کو صاف ستھرا انداز بیان، نادر شگفتہ اسلوب اور عاشقانہ سپردگی عطا کی، پاس ادب مرحمت کیا اور اردو نعت کو محاوروں کی چستی اور روزمرہ کی لطافت سے جاذب سامعہ و وجدان بنا دیا۔

دکن کی نعت گو خواتین میں تین نام فراموش نہیں کیے جا سکتے اور وہ ہیں انیسہؔ، نوشابہؔ، اور تہنیتؔ۔

(۲۱) **انیسہ بیگم انیسہؔ** کے والد محمد یونس خاں رئیس دتاولی اور شوہر پروفیسر ہارون خاں تھے۔ آپ ۱۹۲۸ء میں بیت اللہ کی زیارت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ آپ کا مجموعۂ کلام انیسیات کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، جس میں حمد، نعت اور غزلیات ہیں۔

زائرِ حرم ہونے کی وجہ سے موصوفہ کی نعتوں میں بلا کا سوز ہے۔ مشاہداتی انداز قاری و سامع پر ایک خاص قسم کا اثر چھوڑتا ہے۔ تفسیر و حدیث کی معلومات کی وجہ سے، موصوفہ مضامین نعت قرآن و حدیث سے اخذ کرتی ہیں۔

ان کے یہاں ''**لا یومن احدکم حتی لکون احب الیه من ولده و والده والناس اجمعین**'' ''الفقر فخری'' احادیث مقدسہ اور آیت کریمہ ''عزیزٌ علیہ'' کا حسین اخذ و جذب ملاحظہ ہو:

کیسے جاؤں کہ محمدؐ سے زیادہ محبوب — ماں نہیں، باپ نہیں، شوہر و اولاد نہیں
مژدہ ''فقر فخری'' سنایا — حوصلہ مفلسوں کا بڑھایا
فرق شاہ و گدا سب مٹایا — سب کو آپس میں بھائی بنایا
صفت جن کی آئی ''عزیز علیہ'' — انھیں حق نے اپنا پیمبر بنایا

انیسہ کو کم سے کم الفاظ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مفہوم کو ادا کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ انھوں نے اپنی نعتوں سے اصلاحِ قوم کا کام بھی لیا ہے۔ لیکن خوبی یہ ہے کہ کہیں پر واعظانہ رنگ نہیں آنے دیا۔ انداز بیان میں معروضیت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حضرت عیسیٰ نے دی جس کی نبوت کی نوید
چشم موسیٰ کو تھا جس کا انتظار آ ہی گیا
جس کی خدمت میں سلاطین زمن دیں گے خراج
فقر کے ملبوس میں وہ تاجدار آ ہی گیا

بے کسوں کا سہارا محمد   دردمندوں کا چارا محمد
دلنشیں و دل آرا محمد   نام کتنا ہے پیارا محمد

(۲۲) **نوشابہ خاتون** کا تخلص نوشابہ ہے۔موصوفہ کا مجموعۂ کلام ''موج تخیل'' کے نام سے اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔اس مجموعہ میں غزلیں کم اور نظمیں زیادہ ہیں۔

نوشابہ، حالیؔ اور شہیدیؔ سے متاثر ہیں۔انھوں نے حالیؔ سے اصلاحی اور مصلحانہ رنگ لیا اور شہیدیؔ سے جذبات کی بہتر ترجمانی کا درس۔موصوفہ کا شاہکار ان کا وہ مسدس ہے، جو ۲۱ بندوں پر مشتمل ہے اور جس کا عنوان ''ہدیۂ عقیدت بہ حضور حبیب خالق اکبر'' ہے۔ہر بند کے چار مصرعوں میں مضامین نعت نظم ہیں اور ترجیع کا بند درود و سلام کے لیے وقف ہے۔وصفی انداز بیان، بلیغ دلاویز تراکیب کے مابین خاصے کی چیز ہے۔اس ترجیع بند کا اصلاحی رنگ، حالیؔ کی مسدس کی یاد دلاتا ہے۔مضامین نعت کتب احادیث اور معتبر و مستند روایات سے ماخوذ ہیں۔نمونہ ملاحظہ ہو:

سپہر برج شرافت کا نیر توحید   وہ آسمان ہدایت کا اختر توحید
وہ تاج راس سعادت کا گوہر توحید   وہ یعنی بزم صداقت کا سرور توحید
حبیب خالق اکبر پہ ہو درود و سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود و سلام
غلام و بندہ برابر ہیں، جس کی ہے تعلیم   نہیں ہے رومی و تازی میں رنگ کی تقسیم
خدا کی ذات ہے بس ایک واجب التعظیم   جھکے نہ خلق کے آگے کبھی سر تکریم
حبیب خالق اکبر پہ ہو درود و سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود و سلام

(۲۳) **تہنیت** کا نام تہنیت النساء بیگم ہے۔آپ نواب رفعت یار جنگ ثانی کی دختر اور مشہور ادیب و محقق ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی شریک حیات ہیں۔آپ کو شعر و ادب سے کافی دلچسپی تھی۔آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت نبوی کا شرف بھی حاصل ہے۔آپ کافی عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے نانا کے مکان میں مقیم رہیں۔

موصوفہ کا زیادہ سرمایۂ شعری نعت نبوی پر مشتمل ہے۔آپ کے کلام کے دو مجموعے ''ذکر و فکر'' اور ''صبر و شکر'' شرف اشاعت حاصل کر چکے ہیں۔ان کے نعتیہ کلام میں داخلیت زیادہ ہے۔بہ حیثیت شاعرہ وہ پوری ہوشمندی اور باخبری کے ساتھ نعتیں کہتی ہیں، موصوفہ کو بارگاہ نبویؐ کی عظمت و جلالت کا مکمل احساس ہے اور نعت کی راہ کے دشوار گزار ہونے کا بھی علم ہے۔موصوفہ کا شعر ہے:

ترا اضطراب اے دل مجھے بے ادب نہ کر دے
ہے یہ بارگاہِ اقدس ذرا یاں سنبھل سنبھل کے

تہنیتؔ کے نعتیہ کلام میں بہت خشوع و خضوع اور اخلاص ہے۔ان کے یہاں غم جاناں، ذکر شراب، ذکر ساقی، ذکر جام اور تذکرۂ ناز و انداز ہے، لیکن اس کی بنیاد مادّیت پر نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری میں حقیقت اور روحانیت کا دلکش سنگم ہے۔بادۂ عشق سے سرشار ہونے کے باوجود ''باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار'' پر ان کی نظر ہمہ وقت اور ہر آن ہے، جس کی وجہ سے وہ بہک نہیں پاتیں۔

استشہاداً چند اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

دل زار کیا کرے گا مرے سینے میں مچل کے
ترا کام بس یہی ہے بہے آنسوؤں میں ڈھل کے
نہیں ایسا میرا ساقی نہ پلائے جو نظر سے
وہ شراب ہی نہیں ہے جو بغیر جام چھلکے
ہمیں اتنا یاد ہے بس، کہ حرم سے ہم چلے تھے
یہ کہاں چلا گیا دل مرے سینے سے نکل کے
یہی تہنیتؔ کی خواہش، یہی تہنیتؔ کے ارماں
یوں ہی نعت کے مضامیں لکھیں ہم بدل بدل کے

موصوفہ نے فرسودہ مضامین پر نعتیں کہی ہیں اور وصفی نعتیں بھی لکھی ہیں، لیکن ان میں بھی داخلیت، سوز و گداز، تڑپ اور اضطراب نیز جوش و عقیدت کا دور دورہ ہے۔

مولوی ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ ایڈوکیٹ فتح پوری نے تہنیت کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے درست کہا ہے:

> ''انھوں نے جو کچھ کہا ہے، دل کی گہرائیوں میں ڈوب کر کہا ہے۔اس میں خلوص، صداقت، عقیدت، عاجزی، انکساری اور وہ ایمانی جذبہ ہے، جو عالی مرتبت بزرگوں اور بلند پایہ عالموں اور زاہدوں کو بھی بہت مشکل سے نصیب ہوتا ہے۔''۱۸

☆☆☆

۱۸ اردو شاعری میں نعت: غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد مخزونہ ٹیگور لائبریری لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

چوتھا باب

شمالی ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ

(۱) سوداؔ سے قبل کی نعتیہ شاعری

اردو کا پہلا مصنف ڈلمئو کا رہنے والا ملا داؤد ہے، قدیم زمانہ میں ڈلمئو فتح پور سے منسلک تھا۔ ملا داؤد اردو نعت کا پہلا شاعر ہے۔ ملا داؤد کی نعت اس کی تخلیق چندائن میں مشمول ہے۔ چندائن کی زبان اودھی ہے، جو اردو کی ایک علاقائی زبان ہے۔ اردو کی تمام علاقائی زبانیں باہم فطری اختلافات کے باوجود اردو ہیں، اسی طرح اودھی اردو بھی دکنی اردو، دہلوی اردو، گجری اردو یا کسی دیگر علاقائی اردو سے علاقائی نوعیت کے اختلافات کے باوجود اردو ہے، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ نے ملا داؤد کی ''چندائن'' کو اردو کی پہلی تصنیف بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''ملا داؤد کی چندائن کی زبان اردو ہے، جس طرح فخر دین نظامی کی کدم راؤ پدم راؤ'' کی زبان اردو ہے۔ حالانکہ موخر الذکر میں عربی و فارسی الفاظ کے بجائے سنسکرت، پراکرت اور علاقائی زبانوں کے الفاظ کی کثرت ہے۔''[۱]

ملا داؤد کی چندائن چودھویں صدی عیسوی کے اواخر کی تصنیف ہے۔ ملا داؤد نے اس کی تصنیف کے سن کی بابت ایک بیت کہا ہے بعد کے دوابیات بھی اس کے عہد کے تعین میں مدد کرتے ہیں۔ فیروز شاہ ☆ تغلق کا وزیر خانِ جہاں تھا جس کا انتقال ۲ے۷ھ میں ہوگیا تھا اس کے بعد اس کا لڑکا جونا شاہ تخت وزارت پر متمکن ہوا تھا۔ ملا داؤد نے جونا شاہ کی مدح وزیر کی حیثیت سے کی ہے۔

برس سات سے ہوئے اکیاسی   تیہ ہی کوی سر سے ابھیاسی
شاہ فیروز دہلی سلطانو   جو نا شاہ اوجیر بکھانو

---

[۱] اردو شاعری میں نعت ص۔۳۳۴ غیر مطبوعہ مقالہ: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ

☆ فیروز شاہ تغلق کا دور حکومت ۷۵۲ھ = ۱۳۵۱ء سے ۷۹۰ھ = ۱۳۸۸ء کے عرصہ کو محیط ہے۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو ص۔۶۵

ڈلمئو نیرو بسے نورنگا   اوپر کوٹ تلے بہے گنگا[۲]

مثنوی کے پانچ ابتدائی بندوں میں حمد باری کے فرائض انجام دیے گئے ہیں۔ چھٹے بند میں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مرقوم ہے۔ انداز بیان وصفی ہے۔ شاعر نے اس نعت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دل عزیزی، آپ کا موجب تخلیق کائنات ہونا، آپ کے ذکر کی رفعت، آپ کا شافع روز جزا اور ہادی ہونا۔ مضامین نظم کیے ہیں۔ نعت کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ ملا داؤد کا قرآن اور حدیث کا مطالعہ کافی گہرا تھا۔ یہ مضامینِ نعت، دنیائے نعت کے عام پسندیدہ موضوعات ہیں۔ نعتیہ بند بغرض ملاحظہ، ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

پرش اک سر جس اجیارا   ناؤں محمد جگت اجیارا
جہہ لگ سے پرتھمی سری   اوتہ ناؤں منادی پھری
دوسر ٹھاؤں دئی یوں کینھا   وچن سنائی پنتھ کے دینا
تیہ مارگ جو چال سرائی   وہ مہہ گت پہ چھا بڑھائی
پاپ پن کی تریکالی یوں برے تمہار
دئی مکھا سب ماگھوں دھر ہر کے ہم بھار[۳]

راقمۃ الحروف مثنوی کے رسم الخط کی بابت مفصل گفتگو اس مقالہ کے پہلے باب میں کر چکی ہے۔ ملا داؤد نے اس کی زبان کوتر کی آمیختہ ہندکی کہا ہے۔

شمالی ہند کی شاعری میں ملا داؤد کے بعد کسی دوسرے نعت گو شاعر کا سراغ تقریباً ڈیڑھ صدی تک نہیں ملتا۔ شمالی ہند کا دوسرا نعت گو شاعر ملک محمد جائسی ہیں۔ جائسی کی تین تصنیفات معرض شہود پر ہیں۔

(۱) پدماوت (۲) اکھراوٹ اور (۳) آخری کلام

نعتیں ان تینوں تخلیقات میں مثنوی کے اجزائے ترکیبی کی حیثیت سے شامل ہیں

---

[۲] چندائن ملا داؤد ص۔۱۵، بند ۱۷

[۳] چندائن، ص۔۵ و ۶ بند ۶

ان نعتوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جائسی کو نبی امی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عقیدت اور شیفتگی تھی۔ جائسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کی عظمت و جلالت کا مکمل لحاظ ہے۔ اس کے مضامین نعت قرآن اور احادیث سے مستعار ہیں اسی لیے تلمیحات کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جائسی جادۂ اعتدال سے کہیں بھی نہیں ہٹا۔

جائسی نے پدماوت لکھنے کا آغاز ۹۴۷ھ میں کیا تھا۔ پدماوت کا ایک بیت اس پر روشنی ڈالتا ہے:

سن نوسو سیتا رس رہے   کتّھا اُدیہ بین کب کہے

جائسی نے نعت کا ایک بیت حمد یہ بند کے مابین کہا ہے، جو درج ذیل ہے:

کینھس پرتھم جوت پرگاسو   کینھس تیتہ پریت کیلاسو

ترجمہ: کیا پہلے ایک نور کو ظاہر، پھر پیدا کیا بسبب اس محبت کے عرش و کرسی

مثنوی کا گیارہواں بند مکمل طور پر نعت نبی میں ہے۔ یہ بند ''نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے لکھا گیا ہے، پورا بند درج ذیل ہے:

کینھس ایک پُرکھ نرمارا   نانوں محمدؐ پونیون کراہا
پرتھم جوت بدھ تنہکے ساجی   اوتنہ پریت ششٹ اپراجی
دیپک ایس جگت کنہ دینہاں   بھا نرمل جگ مارگ چینھاں
جو نہوت اس پرکھ اجیارا   سوجھ نیرت پنتھ اندھیارا
دوسر ٹھانوں دئی دی لکھی   بھئے دھرمیں جنہ پارت سکھی
اُمت بسیٹھ دئی وی کنیہیں   در و جک ترانانوں وہ کینہین
جنہ نالینہ جرم سو نانوں   تا کنہہ کینہہ نرکہ منہ ٹھانوں
گن او گن بدھ پوچھب   ہو یہ لیکہ او جو کہ
دنہ نبوت آگیں ہوے   کرت جکت کر موکہ

ترجمہ: پیدا کیا ایک شخص روشن ذات۔ جس کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم چودہویں رات کا چاند ایسا۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اسی کا سنوارا۔ پھر اسی کی محبت سے سارا عالم پیدا کیا ایسا چراغ سارے عالم کو عطا کیا کہ روشن ہو گیا جہاں اور راہ پہچان لی۔

جو نہ ہوتا ایسا شخص روشن ذات   ہر گز نہ نظر آتی راہ تاریک

دوسری سطر میں خدا نے اونکا نام لکھا وہی ایماندار ہے، جس نے ان کا کلمہ پڑھا امت کا پیغمبر خدا نے ان کو کیا۔ دونوں جہاں ترا نام اونکا لے کر

جس نے نہ لیا اپنی عمر میں یہ نام پاک   اوسکا کیا خدا نے دوزخ میں ٹھکانہ
ہنر اور عیب خدا پوچھے گا   ہوگا یہی کتاب و حساب
وہ ذات پاک شفاعت کرے گا   آگے ہوکر اور کرائے گا جہاں کی نجات۔''[۴]

جائسی کے مندرجہ بالا نعت میں ''**انا ارسلنٰك رسولًا**'' اور ''**ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خٰلدین فیها**'' آیات قرآنی اور حدیث مقدسہ ''**إن اللّٰه تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره**'' سے مضمون اخذ کیا گیا ہے۔

اکھراوت مصنفہ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء میں نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تنویر عالم کا باعث ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب تخلیق کائنات ہونا وغیرہ مضامین پرزور طبع صرف کیا گیا ہے۔ صرف دو ابیات ملاحظہ ہوں:

اپس جو ٹھاکر کیا اک داؤں   پہلے رچا محمد ناؤں
تیہ کے پربت بیچ اس جاما   بھئے دوئی برچھ پست اوساما

آخری کلام مصنفہ ۹۳۶ھ = ۱۵۲۸ و ۱۵۲۹ء میں مشمول نعت بھی اسی رنگ میں

[۴] پدماوت مترجم۔ نتیجۂ فکر عارف خدا آگاہ ملک محمد جائسی ص۔ ۱۱ و ۱۲ مترجم منشی شیخ علی متخلص بہ رسؔا مطبع شعلہ طور کانپور

رنگی ہوئی۔ اس نعت کا وہ بیت، جو ذیل میں دوسرے نمبر پر درج ہے، ملا داؤد کی چندائن میں مشمول نعت کی ایک بیت کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔اس نعت کے صرف تین ابیات ذیل میں نقل کیے جا رہے ہیں

رتن ایک ودھی نے اوتارا ناؤں محمدؐ جگ اجیارا
جئ نہیں لینھ جنم منہ ناؤں تیہ کہہ کینھ نرک ماں ٹھاوں
سو اس دیونہ راکھا چھی کا رن سب کینھ
دہوں تم کاہ محمد اہی پرتھوی چت دینھ

ملا داؤد کا بیت ملاحظہ ہو:

جہہ جھوا وہوناؤں نی لیجا ورسرکاٹ اگن مکھ دیجا

(۲) سوداؔ کا عہد:

سوداؔ پہلا شخص ہے، جس نے اردو شاعری میں سب سے پہلے نعت پر باقاعدگی سے قلم اٹھایا اور کئی ہیئتوں اور کئی صنفوں میں اپنا نعتیہ سرمایہ پیش کیا۔اسی نے سب سے پہلے نعتیہ شاعری کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا اور اردو نعت کا شرعی اور تعقلی محاسبہ کیا۔

مرزا محمد رفیع سوداؔ نے مثنوی کی شکل میں کئی نعتیں کہی ہیں۔مثنوی ''قصہ در عشق پسر شیشہ گر بزرِگر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت'' کے تحت لکھی گئی نعت کا آغاز شیخ و دعا پادشاہ'' سے کیا گیا ہے۔اس کے بعد ''در توحید جناب باری'' میں (۴۰) ابیات ملتے ہیں۔حمد باری کے بعد در نعت سید المرسلین کے عنوان سے نعت کے (۲۰) ابیات ہیں۔اس نعت میں وصفی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔سوداؔ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ''باعث ایجاد فلک'' 'علت غائی لولاک' 'ماہر جزو کل' ''سزاوارِ مسند نبوت'' کہا ہے۔''**لولاك لما خلقت الافلاك**'' کے مضمون کی فرسودگی کو طرز ادا کی جدت سے زائل کر کے تروتازہ اور شگفتہ بنایا گیا ہے۔

نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک نہ پھرتے آسماں گرد سر خاک

شاعر کا عقیدہ ہے کہ گناہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نبی عربی کی بخشش کے سامنے اس کی کوئی اوقات نہیں رہ جاتی اور آپ کی زبان اقدس سے نکلا ہوا بخشش کا لفظ آپ کی امتیوں کے پیچھے دنبال کی طرح لگا رہتا ہے۔

ہمیں کیوں کر نہ رحمت پر یقیں ہو کہ جب ایسا شفیع المذنبیں ہو
جہاں بخشش پہ ہو اس شاہ کا حکم رکھے کوہ گنہ واں کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر وفور اپنی سی آمرزش ہو بیقدر
زباں پران کے جب بخشش سے ہو قال پھرے جنت گنہگاروں کے دنبال

سودا کی نعتوں میں یہ سقم موجود ہے کہ وہ وفور جذبات اور عشق کی بیتابی میں اپنے تخیل کو بے لگام کر دیتا ہے اور اس کے اشعار حصار شریعت و واقعیت سے نکل کر قابل گرفت ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل شعر میں اس نے احمد بلامیم کا انتساب نبی آخر الزماں کی جانب کر دیا ہے۔

لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم یہ فرمایا انا احمد بلا میم

اسی طرح اس نے درج ذیل بیت میں عبدیت کو الوہیت کے ثغور میں داخل کر کے حدیث نبوی ''**من رانی فقد رای الحق**'' کا غلط مطلب بتلایا ہے۔

خدا کا اس کو نہ سمجھیں ثانی پر اس سے ہے حدیث من رانی

راقمۃ الحروف کو سوداؔ کے یہاں ایک خاص قسم کی غلطی یہ ملی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ایسا طریقۂ استدلال اختیار کیا ہے، جس سے انبیائے ماسبق کی تنقیص ہو گئی ہے، اس نے آپؐ کے اصحاب کو انبیاء سے افضل بتلایا ہے، جو قطعی طور پر غلط ہے۔متعلقہ شعر ملاحظہ ہو:

کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب
کہ نبیوں سے ہیں بہتر اوس کے اصحاب

سوداؔ نے مثنوی پنجم ''درمیان بیت مثنوی مولوی روم میں کئی منظوم حکایتیں لکھی ہیں، اس نے ''درنعت سید المرسلین'' کے ذیل میں نعت کے (۱۰) ابیات قلم بند کیے

ہیں۔اس نے نعت کی راہ کے دشوار گذار ہونے کی بات بھی کی ہے۔

الا اے ساقی فرخندہ جام　　ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یاں نقد فضولی ناروا ہے　　نہیں یہ حمد، نعت مصطفیٰ ہے

اس نے اس نعت میں نبی آخرالزماں کو ''سردفتر ارباب ملت'' اور تداوی بخش صدانواع علت'' کہتے ہوئے ''**لو لاك لما خلقت الا فلاك** '' کا مضمون نظم کیا ہے۔

جہاں میں ہے یہ جتنا کچھ ہویدا　　ہوا اوس کے لیے سب کچھ یہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبا ہے　　خدا ہی عالم اس کا باخدا ہے

اس نعت کا اختتام اعتراف عجز کے مضمون پر کیا گیا ہے اور سکوت کو عجز سخن کی عیب پوشی بتلایا گیا ہے۔ملاحظہ ہو:

یہ منھ اس کی ثنا لائق نہیں ہے　　ثنا گرد ان کا جبریل امیں ہے
بس اب بہتر ہے اس جا گہ خموشی　　کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی
سکوت برمحل ہے دل کی تفریح　　سخن پر اوس کو سو درجہ ہے ترجیح

سودا کی نعتیہ مثنویوں کے ناقدانہ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سودا پر قصیدہ کا رنگ اس قدر چڑھ گیا تھا، کہ اس کی مثنویاں بھی اسی رنگ میں ڈوبی نظر آتی ہیں یہاں تک کہ تشبیب اور گریز تک کا احساس ہوتا ہے۔مثلاً اس کی اسی مثنوی کو لیجیے، جس پر ابھی بحث کی جا رہی تھی۔تو واضح طور پر پتہ چلے گا کہ اس کا پہلا بیت بطور تمہید ہے اور دوسرا بیت اصل مطلب کی طرف ایک لطیف و دلکش گریز۔

اس مثنوی میں ابتدا، آغاز، قصہ اور خاتمہ ہر جگہ فارسی اور اردو کی بہترین مثنویوں کا تتبع ہے لیکن نعتیہ اشعار میں قصیدہ کی روح حلول کرگئی ہے۔اس میں وہی طمطراق، وہی تمکنت، فارسی الفاظ وتراکیب کا وہی غلبہ اور مدح کا وہی مبالغہ آمیز اسلوب ہے، جو اشہب فکر کو بے لگام کردیتا ہے اور بنیادی شعور کو تحت الشعور میں لے جا کر غرق کردیتا ہے جس کے باعث شاعر کی گرفت میں اتنا بھی ہوش باقی نہیں رہتا کہ وہ یہ سمجھ

سکے کہ اصحاب نبی اپنی گرانقدر وقعت کے باوجود انبیاء اور مرسلین کے ہمسر نہیں ہوسکتے، بہتر ہونا تو دور کی بات ہے۔

سودا نے مشہور مرثیہ گو میر محمد المتخلص بہ تقی عرف میر گھاسی کے مرثیہ وسلام کی شرح ''سبیل ہدایت'' کے نام سے لکھی ہے۔سلام میں حضرت امام حسینؓ کی مدح میں ایک شعر نعت کا آ گیا ہے، جس سے محمد امی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں تنقیص متصور ہوتی ہے۔اس سے سودا کے ناقدانہ طبع پر مہمیز لگی اور اس نے نعت پر ایک جامع تنقید کردی۔

میر گھاسی کا بیت ہے:

اے نبی کے باطناً رتبے کے والی السلام
ظاہرا ان سے بھی ہوا ک نوعِ عالی السلام

سودا نے اس کی شرح میں پہلی بات تو یہ اٹھائی ہے کہ '' باطنی رتبہ ہے نبی کا کیا؟'' اور دوسرا سوال یہ اٹھایا ہے کہ دوسرے مصرع میں جس نوع کا تذکرہ ہے آخر وہ کونسی نوع ہے جس میں نواسۂ رسول، ذات رسول سے افضل ہے اور اس کے بعد خود ہی جواباً کہا ہے:

رتبۂ باطنیٔ پیغمبر　　اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر
نسبتی مرتبہ کو تم فائق　　اس پہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق
باطنی رتبہ جو نبی کا ہے　　اس کے مافوق ہے جو بیجا ہے
موجب اس رتبہ کے نبی کریم　　آپ کو بولے احمد بے میم
میم احمد سے کردیا جب رد　　تھا جو احمد ہوگیا وہ احد
احدیت سے ہے مرتبہ بالا　　سمجھے گا تبھی پوچھنے والا
فہم یوں باطنی سے ماہر ہے　　اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
کس طرح سے کہو تو سبط نبی　　رتبۂ باطنی سے ہو عالی
حرف میرا نہیں ہے لا یعنی　　فہم کے معترض ہیں یہ معنی

آگے چل کر آیہ ''**انا بشر مثلکم** '' کی شان نزول سے بھی بحث کی گئی ہے اور طریقت وشریعت کے امتیازات کی وضاحت کی گئی ہے نیز بتلایا گیا ہے کہ عبد، عبد ہے اور الٰہ الٰہ ہے دونوں کو ایک کرنا کسی طرح روا نہیں ہے۔

چند ابیات ملاحظہ ہوں:

کلمہ ہے جو کہ دین کی بنیاد — مسلمیں کا ہے صبح و شام اوراد
وہ نبی نے جسے پڑھایا ہے — آپ کو عبد کہہ جتایا ہے
انا بشر ہے آیہ قرآں — وحی بہر پیمبر دو جہاں
مثلکم جزو ہے اس آیت کا — منفصل باندھا نہ میں سمجھا

سودا کی وہ نعت جو غزل کی ہیئت میں ہے، عقائد کے تقدس، جذبات کے صاف سادا اظہار اور خیالات کی ندرت کی وجہ سے لائق ذکر ہے۔ دو ایک شعر ملاحظہ ہوں:

زمین و آسماں کیوں ہوں نہ روشن نور سے اس کے
کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمد کا
ادا کس کی زبان سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا
دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قاب محمد کا

سودا کی کلیات میں کئی مذہبی قصیدے ہیں نعتیہ قصیدہ میں (۴۸) اشعار ہیں، جن میں سے (۱۴) مطلع اول کے تحت اور (۳۴) مطلع ثانی کے تحت ہیں۔ قصیدہ کی تشبیب متصوفانہ ہے، جس میں آفاقی صداقتیں نظم کی گئی ہیں۔ تشبیب میں اصلاحی رنگ کا غلبہ ہے، قصیدہ کا مطلع اول درج ذیل ہے:

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی — نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیحِ سلیمانی

گریز مختصر اور برجستہ ہے۔ مدح کا پہلا شعر واقعۂ معراج کی مدد سے لطیف بنایا گیا ہے۔

زہے دین محمد پیروی میں اس کے جو ہوے
رہے خاک قدم سے اس کی چشم عرش نورانی

مدح میں آپ کے شفیع المذنبین ہونے، باعث خلق کائنات ہونے اور آپ کی معدلت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سودا نے ''سایہ نہ ہونے کے مضمون سے نعت کا ایک نادر اور لطیف مضمون نکالا ہے۔ ملاحظہ ہو:

نہ ہونے سے جدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے
قیامت ہوئے گا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

اس نعتیہ قصیدہ کی ایک اہمیت یہ ہے کہ اس میں عملی تنقید کے نمونہ بھی دیئے گئے ہیں شاعر نے نبی عربی کو ''یوسف ثانی'' کہہ کر ذات نبوی کو تفریط کی زد میں کر دیا لیکن 'معاذ اللہ' کے ذریعہ اپنے کو بچا لیا۔

اس کے بعد ہی ''کہ جس نے دیکھا اس کو ان نے دیکھی شکل یزدانی'' کہہ کر سودا رسالت کو الوہیت میں مدغم کرنے لگا لیکن فوراً ہوش میں آ کر اس نے اپنے کو بچاتے ہوئے کہا

غرض مشکل ہمیں ہوتی جو پیدا کر کے ایسے
خدا اگر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

اور اس کے ساتھ ہی اعتراف عجز کے ساتھ نعتیہ قصیدہ کو ختم کر دیا۔

ایک دوسرے قصیدہ میں جس کا مطلع درج ذیل ہے، نعت مصطفٰی اور منقبتِ مرتضٰی مدغم ہیں۔

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو
حسن بتاں کے دور میں سحر ایک شام دو

اس قصیدہ میں (۳۰) اشعار ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نعتیہ ومنقبتیہ مضامین کے انسلاک کی وجہ سے سودا نے ''دو'' کی ردیف کا انتخاب کیا ہے۔ پورا قصیدہ شاہکار ہے اور اس سے اندازہ ہوتا کہ سودا کو عسیر الوصول مضامین کو سہل الحصول بنانے میں کس قدر مہارت حاصل ہے۔ معجزہ اور کرامت کے ادغام کا مضمون ملاحظہ ہو:

ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو
ایک کرے اشارے سے قرص مہ تمام دو

مہر و ماہ کے داغ سے مضامین نعت ومنقبت میں درآئی ندرت و شگفتگی قابل دید ہے۔

سجدہ کرے ہیں مہر و ماہ در پہ انھوں کے روز و شب
مہر ہن ان سے یوں ہوا، داغی ہیں یہ غلام دو

اس قصیدہ کا اختتام بھی بے نظیر ہے۔طبیعت لذت بیان کی وجہ سے نعت و منقبت کے سلسلہ میں درازی چاہتی تھی لیکن ذکر نے اختتام کا تقاضہ کیا اور علی نے نبی سے صلہ کی بات کہہ دی، نبی نے حسب امید فرمایا:

''اوروں کو دو جو ایک جام، دیجئو اس کو جام دو''

اس صلہ پر افتخار کے ساتھ سودا نے اس قصیدہ کو ختم کر دیا ہے۔

یہ بھی صلہ نہیں کم عرصۂ محشر میں اگر
یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے با حترام دو

مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ الفاظ کا طمطراق، بندش کی چستی، مضامین کا ربط، فکری صلابت، جذبات کی شدت، عقیدت و شیفتگی کا خلوص اور نعت کے باب میں اعترافِ عجز سودا کی نعتیہ کاوشوں کے ممتاز خصائص ہیں۔

امام المتغزلین **میر تقی میر** نے نعت کی دنیا میں کوئی خدمت انجام نہیں دی پھر بھی ان کی ضمنی نعت اس لیے قابل ذکر ہے، کیونکہ اس میں وصفی اظہار بیان کے بجائے، 'آپ بیتی' کا انداز اپنایا گیا ہے اور اس میں قابل وقعت داخلیت ہے۔ میر کی نعت ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے بھی قابل ذکر ہے، یہ نعت ترجیع بند کی شکل میں مسدس کی ہیئت میں ہے۔ نمونہ کے لیے صرف دو بند ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

سبز برپا ہوگا جب تیرا نشاں — آفتاب حشر میں بہر اماں
ہووے گی انواعِ خلقت جمع واں — کیوں نہ ہو سائے میں اس کے دو جہاں

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

جب فلک تاثیر کا تھا کچھ گماں — گہ قرآں خواں میر تھے گہ سبحہ خواں
وقت یکساں تو نہیں اے دوستاں — اب یہی ہے ہر زماں ورد زباں

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

سودا کے دور کی نعتیہ خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ وصفی انداز بیان
۲۔ داخلی اظہار بیان کے تحت عقیدت، محبت و شیفتگی کے مضامین اور ان میں جدت طرازی۔
۳۔ سوز درونی کا جامۂ شعری میں اظہار
۴۔ موضوع روایات اور غیر مستند واقعات سے احتراز
۵۔ نعت کے آداب کا پاس
۶۔ نعت کا شرعی محاسبہ

(۲) مصحفی کا دور:

سودا کے بعد اردو نعت میں نئے رجحانات آئے اور نعت شعراء کی توجہ کا موضوع بننے لگی اس عہد کے بیشتر شعرائے نعت نے سودا ہی کو اپنا مقتدا بنایا۔ چند شعراء ایسے بھی نکلے جنھوں نے نعت میں جدت طرازیاں بھی کیں، مصحفی، میر حسن، اور نظیر اکبرآبادی اس قبیل کے شاعر ہیں۔

میر غلام حسن، حسن سے پیشتر کے مثنوی نگار، مثنوی کے آغاز میں تبرکاً نعت کہتے تھے، جن کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور انداز بھی محض رسمی ہوتا تھا، لیکن میر حسن کی اس نعت میں، جو ان کی شاہکار مثنوی سحر البیان میں شامل ہے، دل کا عمل دخل ہے۔ موصوف نے نعت حضرت رسالت پناہ کے عنوان کے تحت (۳۰)

اشعار نعت رسول میں کہے ہیں۔ میر حسن کے حمد باری تعالیٰ کے اشعار میں نبی و امام کے ان ہی اوصاف کو اجاگر کیا گیا ہے، جن کا تعلق طبقۂ عوام سے ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے
وصی اور امام اس نے پیدا کیے
جہاں کو انھوں نے دیا انتظام
برائی بھلائی سمجھائی تمام
دکھائی انھوں نے ہمیں راہ راست
کہ تا ہو نہ اس راہ کی باز خواست

مثنوی سحر البیان کے ابتدائی نعتیہ اشعار میں اوصاف نبی بیان کیے گئے ہیں اور نبی امی کا دیگر انبیاء و رسل پر تفوق بتلایا گیا ہے۔ ان اشعار میں شعریت ہے، طرز بیان نادر اور سادا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشرف الانبیاء دریائے نبوت کا در یتیم اور ناسخ ادیان و ملل کہا گیا ہے۔ شاعر نے انبیائے سابقہ کے امتیازی خصائص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گاری میں لگایا ہے اور کلیدی بات یہ کہہ کر کہ

محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

مثنوی کی نعت کو ختم کر دیا ہے۔

اس نعت کا سب سے لطیف حصہ وہ ہے جہاں اس نے نبی امی کے سایہ نہ ہونے کا مضمون باندھا ہے۔ اس نے سایہ نہ ہونے کی کئی نادر وجہیں بتلائی ہیں، جن کی ندرت کا احساس خود شاعر کو بھی تھا۔ ملاحظہ ہو:

نہ ہونے کی سایہ کی ایک وجہ اور
مجھے خوب سوجھی یہ ہے شرط غور
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر
سمجھ مایۂ نور کحل البصر
سبھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا
زمیں پر نہ سایے کو گرنے دیا
سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب
وہی سایہ پھرتا ہے آنکھوں میں اب
وگر یہ تھی چشم اپنی کہاں
اسی سے یہ روشن ہے سارا جہاں
نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا
ملائک کے دل میں سمایا رہا

غلام ہمدانی مصحفی کی نعتیہ کاوشیں قصیدہ کی ہیئت میں ہیں۔ ان کے یہ قصائد

سنگلاخ زمینوں میں ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے یہ قصیدے کسی خاص اہمیت کے مالک نہیں ہیں، صنائع بدائع بالخصوص حسن تعلیل نے مضمون کو ثقیل بنا دیا ہے۔

انگشت، والی ردیف کے نعتیہ قصیدہ کی زمین اتنی سنگلاخ ہے کہ عام فہم معجزہ شق القمر کا فہم بھی عام قاری کی دسترس سے باہر ہو گیا ہے، نمونہ ملاحظہ ہو:

بیاں ضرور ہے اب دست و تیغ کا اس کی
نکل گئی سپر مہہ ہے جس کی یار انگشت
محمد عربی معجزوں کا جس کے کبھی
نہ کر سکے فلک پیر کا شمار انگشت
چمن میں اس کی رسالت کا جب کچھ آئے ہے ذکر
علم کرے شہادت کی ہے شاخسار انگشت
وظیفہ جن کا پڑھے ہے یہ دانۂ شبنم
دعا میں جس کی ہے کھوئے ہوئے چنار انگشت
اگر ہر مہرۂ گہوارہ سنگ فرش اس کا
نہ چوسے اپنی کبھی طفل شیرخوار انگشت
اٹھاوے گر کف افسوس ملنے کی وہ رسم
نہ ہوئے پھر کبھی انگشت سے دو چار انگشت
کرے جو وصف وہ اس تاج انبیاء کے رقم
علم کے جوں نئے نرگس ہو تاجدار انگشت

مصحفی کے دوسرے نعتیہ قصیدہ کی ردیف بھی مشکل اور طویل ہے، لیکن زبان سلیس اور رواں ہے ردیف ''گریباں آستین دامن'' ہے شاعر کا مخلص جوش، اس کی وافر شیفتگی، اور نازک خیال معنی آفرینی قابل ستائش ہے۔ صرف دو اشعار درج ذیل ہیں:

رفو ناصح سے کب ہو چاک پیراہن کا عاشق کے
مگر سلوائیں آنسرور گریباں، آستیں دامن

محمدؐ باعث ایجاد عالم جس کے جامہ کا
سیے ادریس پیغمبر گریباں، آستیں دامن

ایک دوسرے قصیدہ میں گریز کی برجستگی اور مدح کی ندرت قابل ستائش ہے۔

مجھ کو بھی عروض آتی ہے نہ قافیہ چنداں
اک شعر سے گرویدہ مرے پیر و جواں ہے
سو کہوں تہو، ہوں میں بھی تو ایسے کا ثناخواں
جس کے لیے مخلوق یہ سب کون و مکاں ہے
ماہ عرب، امی لقب، اعنی کہ محمد
نت جس کی طرف دیدۂ انجم نگراں ہے

ایک دوسرے قصیدے کے صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

کچھ غم نہیں جو نامۂ اعمال ہے سیاہ
دھوو گے ان کا ابر کرم اوسکا ایک بار
کیا اس کے معجزوں کا بیاں مجھ سے ہو سکے
منھ میں مرے ہے ایک زباں معجزہ ہزار

مصحفی کے دور کا ایک نعت گو شاعر، نظیر اکبر آبادی بھی ہے۔ ولی محمد نظیر نے مذہبیات پر کئی نظمیں لکھی ہیں۔ اس نے جہاں اسلامی شخصیتوں پر لکھا ہے، وہیں اس نے غیر اسلامی کرداروں کو بھی ابھارا ہے۔ نظیر نے حضرت علیؓ کی منقبت کے ضمن میں نعتیہ اشعار لکھے ہیں۔ صرف دو بند ملاحظہ ہوں:

کروں کیا وصف میں ان کا المناک — جن کی شان میں آیا ہے لولاک
پھرا جو عرش اور کرسی پر یہ چالاک — کہاں وہ اور کہاں میرا یہ ادراک
چہ نسبت خاک را با عالم پاک
رسول پاک ختم المرسلیں ہے — کوئی ایسا خدائی میں نہیں ہے

نظیر کی کلیات میں "کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے ایک نظم ملتی ہے جو

نعتیہ مضامین سے معمور ہے، اس میں آپ کا سبب تخلیق کائنات ہونا اور دنیوی عزت و اخروی شفاعت کے مضامین نظم کیے گئے ہیں۔

نظیر نے ایک نعتیہ خمسہ بھی لکھا ہے، جس کا انداز بیان وصفی ہے۔ زبان صاف سادہ، سلیس اور رواں ہے، اس خمسہ میں فارسی کے الفاظ بڑی خوبصورتی سے مستعمل ہیں۔ نظیر کی نعتوں کی بابت یہ بات صدفی صد درست ہے کہ اس کا نعتیہ کلام جادۂ ادب پر گامزن ہے اور کہیں بھی جادۂ اعتدال سے باہر نہیں نکلا۔ صرف ایک بند ہدیۂ ناظرین ہے۔

ہے تمھاری پشت پر مہر نبوت کا نشاں — اور تمھارا وصف ہے طٰہٰ و یٰسین میں عیاں
معجزے جو ہیں تمھارے ہوئے کب ان کا بیاں — کشور اعجاز جو ہے اس کی ہو تم عز و شاں
صاحب تاج نگیں ہو یا محمد مصطفیٰ

مصحفی کے حریف انشاء اللہ خاں انشاؔ نہایت ذہین اور طباع تھے۔ ندرت نگاری اور جدت پسندی اس کی طبیعت میں ستار کے تار کی طرح بھری ہوئی تھی۔ اس نے نعت نویسی کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی، لیکن اس نے جو بھی نعتیں لکھی ہیں، ان کے تیور یہ بتلاتے ہیں کہ اگر وہ اس طرح متوجہ ہوتا تو وہ اردو کا ایک اچھا نعت گو شاعر ثابت ہوتا۔

اس کے دیوان کے آغاز میں جو نعت شامل ہے، اس میں بلا کا سوز و گداز ہے۔ الفاظ صاف سادہ ہیں اور معانی و مفاہیم تعقید سے پاک ہیں۔ نعت محولہ بالا ملاحظہ ہو:

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا
قسم خد بیدی وفقک اللہ تعالیٰ
ہے تجھ کو جنوں کی قسم اے جذب محبت
اس نور تجلی کی جھلک مجھ کو جھکالا
اتنا تو پھرا وادی وحشت میں کہ میرے
ہے پائے نظر میں بھی پڑا اشک کا چھالا
سوجھے ہے مجھے عالم اطلاق کی منزل
الفت نے تو تقئید کی منزل سے نکالا

ہر چند کہ عاصی ہوں پر امت میں ہوں اس کی
جس کا ہے قدم عرش معلا سے بھی بالا
مولائے جہاں رہبر عشاقِ محمدؐ
سب عقدۂ مشکل کا مرے کھولنے والا

انشاؔء کی ایک نعت مخمس کی شکل میں ہے، جس میں اس نے درود شریف کی فضیلت نظم کی ہے۔ نعت فارسی و عربی کے مشکل الفاظ کی وجہ سے دقیق بن گئی ہے۔ صرف ایک بند ملاحظہ ہو:

عرش کے کچھ نہیں فقط قائمہ جلیل پر
لوحِ جبینِ مہر پر، چشمۂ سلسبیل پر
ثبت یہی نقوش ہیں عدن کے ہر فصیل پر
ہے خط نسخ سے لکھا شہ پر جبرئیل پر
صلِ علٰی نبینا صل علی محمدؐ

سعادت یار خاں رنگیںؔ دہلوی کا نام اردو نعت کی دنیا میں ان کے اس منظوم اردو ترجمہ کی وجہ سے زندہ ہے جو موصوف نے نعت کے مشہور معروف قصیدہ بانت سعاد کا کیا ہے۔ یہ ترجمہ مثنوی کی شکل میں ہے۔ رنگیںؔ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر رنگ میں اپنی رنگینی اور شگفتگی برقرار رکھنے کا ہنر جانتے ہیں اور وہ موضوع کے مطابق اسلوب اپنانے میں ماہر ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ کاوش کے چند ابیات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

بڑا ہے عرش سے بھی ان کا پایا — کہ سب کچھ جن کی خاطر ہے بنایا
جناب کبریا میں کرکے زاری — طلب کرتے ہیں آمرزش ہماری
نبی کتنے گئے اس غم میں روتے — کہ اے کاش ان کی ہم امت میں ہوتے
تلف یوں ہی ہوئی سب ان کی رقت — برآوے گی مگر عیسیٰ کی حسرت
سراہیں اپنی ہم قسمت کو رنگیںؔ — کہ امت میں ہوئے ہم ان کے بے کیں

میر نظام الدین ممنونؔ کے قلمی دیوان میں موجود تیس (۳۰)

قصیدوں میں سے سترہ حمد و نعت و منقبت میں ہیں۔۵؎ ڈاکٹر محمود الٰہی لکھتے ہیں:

''سرور کائنات کی مدح میں ممنونؔ نے تین قصیدے لکھے ہیں اور یہ تینوں قصیدے ان کے زور قلم کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔ ایک قصیدے کا مطلع ہے:

نگاہ و غمزہ و ابرو و مژگاں جفا کیشاں
رگ جاں میں جگر میں، دل میں، سینے میں رکھیں پنہاں

یہ قصیدہ خوبصورت تراکیب کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس نے ہر شعر میں چار باتوں کا ذکر کیا ہے اور ہر بات کے لیے وہ دلکش الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ لفظی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس قصیدے کے اکثر مصرعوں کے ارکان مرصّع ہیں۔ یوں بھی ممنونؔ نے مرصع ارکان کو اردو قصیدے میں رائج کیا، جس کی تقلید ذوقؔ نے بھی کی ہے۔ ترصیع میں جس ترنم اور وزن کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ممنونؔ کے یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔٦؎ ممنونؔ کی افتادِ طبع تقلیدی ہے۔ موصوف میں مجددیت اور اجتہادیت بالکل نہ تھی۔ ان کے یہاں تشبیہات کا استعمال سوداؔ کے نہج پر ہے۔ محاورات کا برمحل استعمال، پرزور الفاظ و تراکیب کا فطری استعمال اور مضمون آفرینی دیدنی ہے۔ ایک نعت کے صرف دو اشعار تبرکاً مرقومہ ذیل ہیں:

عرب جو تو ہے یہ اس میں ہے رمز پنہانی
کہ عین رب ہے تو اے فخر انسی و جانی
قلم بکف نہ گرفتہ و لے قلم کھینچا
ہر ایک دفتر ملت پہ کیا بآسانی

شہیدی کا عہد:

اردو نعت کی دنیا میں یہ عہد کئی معنوں میں بہت وقعت کا حامل ہے۔ اس عہد میں سلطنتِ مغلیہ کی شمع دم توڑ رہی تھی، اس لیے اس کی لو تیز ہوگئی تھی۔ بہادر شاہ ظفر

۵؎ سعادت یار خاں رنگیں: ڈاکٹر صابر علی خاں بحوالہ اردو میں قصیدہ نگاری: ڈاکٹر محمود الٰہی ص۔۱۳۳
٦؎ اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ: ڈاکٹر محمود الٰہی ص۔۳۱۹، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی بار اول

خود نعت کہتے تھے۔ اور نعتیہ مشاعرے بڑے تزک و احتشام سے منعقد کرتے تھے۔ مومؔن، صہبائؔی، رحیؔم میرٹھی اور غلام امام شہید کو ان میں شرکت کا افتخار حاصل تھا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس عہد میں کئی ایسے شاعر پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی تمام شاعرانہ صلاحیتیں نعت کے لیے وقف کر دیں۔ اس دور میں نعت نے ایک صنف سخن کی حیثیت اختیار کر لی اور نعت کی ہمہ جہتی ترقی کا آغاز ہوا۔ اسی دور میں منشی منور خاں دلمؔیر نے دیہاتی زبان میں نعتیں کہیں۔ ان کی ان نعتوں میں گیت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ موصوف میرٹھ کے ساکن تھے۔ بادشاہ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل تھا۔ انھوں نے دیہاتی زبان میں دیوان بھی مرتب کیا تھا، جو ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کی نذر ہو گیا۔ مولانا حالی نے دلمؔیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ''دلمیر سے قبل کسی نے دوآبے اور ہریالے کی بولی میں ایسا دیوان مرتب نہیں کیا، جس میں حمد و نعت، غزل اور جملہ اصناف سخن موجود ہوں۔''[۷] نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

نبی محمد رب کے پیارے — سکھ پرجا کے راج دلارے
رب کے بھیجے جگ ماں آئے — مھاری کھاطر دیوالائے
کران سرپھ کھدا کی بانی — ہمیں سنائی پڑھ کے جبانی
پاپ کٹے اورپن سنوارے — ہوگے مھارے کل نستارے
چل دلمؔیرا واکے ڈگرے — چھوڑ جگت کے رگڑے جھگڑے

دلمؔیر کے علاوہ اخترؔ، کیفؔی اور ساقؔی بھی اس دور کے اچھے نعت گو شاعر ہیں۔

مرزا علی بیگ نازنین نے اسی عہد میں نعت کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی صنف آبرو باختہ نہیں۔ آبرو باختگی خیالات میں ہوتی ہے۔

درحقیقت ریختی میں نعت کہنا آسان کام نہیں۔ نازنیؔن نے قدسی کی غزل پر خمسہ کہا ہے۔ یہ مخمس بہت لطیف ہے اور زبان و بیان کی خوبیوں سے معمور ہے نازنیؔن کی یہ ترکیب بند نعت ریختی ہی میں نہیں بلکہ اردو کی نعتیہ شاعری میں بھی ایک امتیازی

۷؎ اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر طلحہ رضوی برق ص۔۴۲ طباعت اوّل

شان کی مالک ہے اور نازنیؔن صرف اس نعتیہ ریختی کی وجہ سے اردو نعت کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ دو ایک بند نمونۃً ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

لونڈی سو جان سے قربان گئی تجھ پہ نبی
اچھی محشر میں بجھا دیجئو مری تشنہ لبی
تو ہی بندی کا وسیلہ دم حاجت طلبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
عورتیں جمع تھیں یکجا پہ سن اے شاہ امم
وصف یوسف لگیں کرنے زلیخا سے بہم
دیکھ تصویر تری بولی یہ بی بی مریم
منِ بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی
جو نگوڑی کہ ہوئی راہ سے تیری برگشت
خاک اڑائے گی موئی حشر تلک دشت بدشت
واسطے تیرے میں واری چمن جنت ہشت
شب معراج عروجِ تو از افلاک گذشت
بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

☆☆☆☆☆

درد عصیاں سے جو تھی نازنیؔن کو بے تابی — منھ پہ آنچل وہ دوپٹہ کا دھری روتی تھی
دیکھا اس دکھیا کا عالم تو اسے کچھ نہ بنی — سیدی انت حبیبی و طیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی [۸]

۸؎ تذکرہ ریختی ص۔۷۶و۷۷

ظفر:

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو نعت سے خاص شغف تھا ان کی نعتیں صاف، سادہ سلیس اور رواں دواں ہے۔ ان کی نعتوں میں خیالات کی بلندی، جذبات کی دلاویزی اور تشبیہات و استعارات کی رنگینی ہے۔ ظفر کے نعتیہ کلام میں قرآنی اور حدیثی تلمیحات کا لطیف اور برجستہ استعمال ہے۔ کلام میں داخلیت اور خارجیت کا حسین و دلکش سنگم ہے۔ ایک نعت سے دو چار اشعار ملاحظہ ہوں:

رنگ ظہور سے ترے گلشن رخ حدوث
نور وجود سے ترے روشن دل قدم
صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسماں
رکھتا سر زمیں نہ اگر اپنا تو قدم
محروم تیرے دست مبارک سے رہ گیا
کیونکر نہ اپنا چاک گریباں کرے قلم
واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشّمس ہے تیرے رخ پر نور کی قسم
پہنچا نہ آستان مقدس کو تیرے میں
اس غم سے مثل چشم ہوئی میری چشم نم

اسماعیل شہید:

آپ نبی امی سے عقیدت و شیفتگی رکھتے تھے اور بدعات و خرافات کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے پیغمبر اسلام سے عقیدت کا اظہار درود و سلام کے ذریعہ کیا ہے۔ موصوف نے نبی عربی کے اوصاف ایجازانہ طور پر شمار کیے ہیں اور آپ کے تقدم و تاخر کی وضاحت کے لیے مطلعِ اصفیا اور مقطع انبیاء کی تراکیب ایجاد کی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بہ ظاہر جو ہے مقطع انبیاء
حقیقت میں ہے مطلع اصفیاء

ہے اوّل میں ہی پیدا ہوا ان کا نور
بہ ظاہر کیا گو کہ آخر ظہور
ہے دستور یہ ناظموں کا تمام
کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام
سو تھا انبیاء کا قصیدہ عجیب
ہوا ختم اس کا بہ نہج غریب
تخلص کا موقع تھا یا دو جہاں
سو تصویر ناظم ہوئی واں عیاں
الٰہی ہزاروں درود اور سلام
تو بھیج ان پر اور ان کی امت پر عام

حکیم مومن خاں مومن

مومن کی نعتیہ شاعری ایک تضمین، ایک مثنوی اور ایک قصیدہ پر مشتمل ہے۔ مومن نے نو قصیدے لکھے ہیں، جن میں سے ایک نعت پر ہے۔ اس قصیدہ میں ستانوے اشعار ہیں۔ مطلع حسب ذیل ہے۔

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبح شبِ ہجر نالہائے خروس

اس نعتیہ قصیدہ کی تشبیب بہاریہ ہے۔ قصیدہ کا انداز بیاں اور اس میں مستعمل الفاظ و تراکیب سبھی دقیق اور عسیر الفہم ہیں۔ صنائع و بدائع کا استعمال بہت برجستہ و بیساختہ ہے۔ تلمیحات بکثرت مستعمل ہیں۔ ایک ہی شعر میں حسن تعلیل مراعاۃ النظیر، صفت زائد و ناقص کا لطیف استعمال ملاحظہ ہو:

خزانہ خاک میں ہر تنگ دل ملاتا ہے
زبسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس

تشبیب کے حسب ذیل شعر میں شاعرانہ تعلّی ملاحظہ کریں کہ کس لطیف انداز میں

شاعر کہتا ہے کہ باغ میں پرندہ اس خوش الحانی کے ساتھ یہ رنگین مطلع گا رہا ہے کہ اگر اس کی آواز بلبلِ طوس یعنی فردوسی سن لے تو حیرت سے بت بن جائے۔

پڑھے ہے مرغ گلستان وہ مطلع رنگیں
کہ سن کے بس جسے رہ جائے سَن ہی بلبلِ طوس

اس نعتیہ قصیدہ میں چالیس اشعار تشبیب کے ہیں۔ اکتالیسویں شعر سے اصل مقصد یعنی نعت رسول کی طرف لطیف گریز ہے۔ خوبی یہ ہے کہ گریز کا شعر بھی نعت کا حسین شعر بن گیا ہے۔

غریق آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس
ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی
دم عیسیٰ کو ہے، جس کی حسرت پابوس

مومن نے نعت نبی کے تحت بہت سے جاندار اور تر و تازہ اشعار کہے ہیں جمال یوسفی پر جمال محمدی کے تفوق اور برتری کی توضیح کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ اگر زلیخا خواب میں بھی جلوۂ محمدی کا دیدار کر لیتی تو پھر وہ قطعاً یوسف پر فریفتہ نہ ہوتی۔

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس

مومنؔ کے اس نعتیہ قصیدہ میں حسب ذیل مضامین مستعمل ہیں:

باعث معاذ نفوس ہونا، شفیع ہر دوسرا، جہانِ مطاع، شہنشاہ آفتاب نشاں، قمر طلعت، فلک سریر، ملک ناموس، ہونا وغیرہ۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

وہ کون احمد مرسل، شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس
جہاں مطاع ، شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر، قمر طلعت و ملک ناموس
ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر
نہ نکلے معبد ترسا میں نالۂ ناقوس

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہینؔ

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے
وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا تربوس
ظہور میں ہوئی تقدیم انبیاء کہ نہ تھا
ترے وسادۂ دولت پہ احتمال جلوس
حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر
کرے معارضہ سردفتر عقول و نفوس
گواہ عصمتِ مریم ہو کثرت اولاد
عقیمہ مجھ سے سنے گر بیاں شکل عروس

مومنؔ نے قصیدہ معرض بحث کے انسٹھویں (۵۹) شعر میں زمین کی حرکت کو فرضیت کے دائرہ میں لا کر تعلّی کا ایک اچھا شعر کہہ دیا ہے۔

بفرض گر کرۂ خاک کو کہوں دائر
شکستہ اسپ گلی ہووے پیشِ تاز فروس

کلیات مومنؔ میں چھ مکمل اور دو نامکمل مثنویاں ہیں۔ دو نامکمل مثنویوں میں سے جس مثنوی کا عنوان ''اشعار مثنوی ناتمام'' ہے اسی میں نعتیہ اشعار مندرج ہیں۔ مثنوی کا آغاز شراب جام کوثر سے کیا گیا ہے۔ چند ابتدائی اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

پلا ساقیا جام کوثر مجھے
کہ تسنیم ہو شرم سے جس کی آب
وہ مے جو کرے لوث عصیاں کو دور
کہے جس کو خالق شرابِ طہور
وہ مے جس کی حور و ملک تشنہ کام
وہ مے جو سوا احمدی کے حرام
وہ مے جس کا صہبا و خم حوض و نہر
وہ مے جو پیئے تشنہ کامی ہے زہر

خمریہ مضامین سے گریز میں قصیدہ کی شان نظر آتی ہے۔

وہ مے جس کا میکش نہ گمراہ ہو
وہ مے جس سے کیا کیا دل آگاہ ہو
مجھے اس سے گر تشنہ کامی مری
منشّی ہو شیریں کلامی مری
خراب شرابِ سخن ہو قبول
بنوں مے فروشِ ثنائے رسول

اس کے بعد شاعر خالص نعت کے اشعار کہتا ہے، جس میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی امی ہونے، نقشبندِ علوم ہونے، ناسخ صحف وکتب ہونے، علامہ روزگار ہونے، شافع روز جزا ہونے، آپ کی گذارش کے مداوائے عفو ہونے، آپ کے نکوخواہ جملہ امم ہونے، آپ کے وسیلۂ نجات وکرم ہونے، ساقی کوثر وسلسبیل، آبرو بخشِ عبدِ ذلیل ہونے۔ مضامین جمع کیے گئے ہیں۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

محمد سزائے ستائش گری   مدیح آفریں جس کی پیغمبری
دل ساکنانِ سپہرِ بریں   سر انبیاء سید المرسلیں
کہاں ایسا علامۂ روزگار   کہ حکم کواکب ہو تقویم پار
وہی شافعِ خلق روز جزا   اسی کی گذارش پہ عفو و سزا
نکو خواہ ساری امم کا وہی   وسیلہ نجات و کرم کا وہی

واقعۂ معراج کو نظم کرتے ہوئے شاعر نے آپ کے نقش قدم کو ''عرش کا تاج'' قرار دیا ہے اور خرق فلک کے محال ہونے والے مسئلہ کا ابطال، معجزۂ شق القمر اور آپ کے موجب تخلیق کائنات ہونے سے کیا ہے۔

جو کہتے ہیں خرق فلک ہے محال   یہی ہے دلیل خضیضِ خیال
سمجھنے کی ہے بات اے نکتہ داں   ہوا خلق جس کے لیے آسماں

ہوا خرق اس کے لیے پھر اگر   تو کیا دور ہے گفتگو مختصر
بس اے تیرہ باطن نہ انکار کر   کہ برہان ساطع ہے شق القمر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کا مضمون ملاحظہ کریں:

یہ تابش میں انجم کا پایا نہیں   کہ ان کے ہے ظل اس کے سایا نہیں
کدورت کہاں جسم اطہر ہے وہ   کہ نور مجرد کا مظہر ہے وہ

اعتراف عجز کے مضمون کی ندرت قابل داد ہے:

کروں کس طرح میں شمار صفات
کہ ممکن نہیں انحصار صفات
یہ مشکل گرہ کھولے بیدست کیا
میں کیا اور مری فطرت پست کیا
کہاں میں، کہاں مدح خیر الانام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

مومنؔ نے قدسی کی مشہور غزل:

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

پر ایک دلکش تضمین لکھی ہے، جس کا عنوان ''**تخمیس** برغزل قدسی درنعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے اس تضمین کے ہر بند کا چوتھا اور پانچواں مصرع قدسی کی غزل کا شعر ہے۔ اس نعتیہ تضمین میں مومنؔ اور قدسیؔ کے مضامین اس قدر باہم دست وگریباں ہیں کہ جو شخص قدسیؔ کی غزل سے روشناس نہ ہو، وہ قطعاً یہ نہ سمجھ پائے گا کہ یہ تضمین ہے۔ نمونہ کے لیے صرف دو بند مندرجہ ذیل ہیں:

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم
یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم

خود ستائی ہے زبس رسم فصیحانِ عجم
نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

☆☆☆☆☆

ہوئی انجیل کہاں ناسخ توریت و زبور
تیری خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تری ہر بات کی کتنی منظور
ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے مومنؔ کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے درست لکھا ہے کہ ''وہ جوش عقیدت جو حمد میں ہے، وہ ان کی نعت اور منقبت میں بھی نمایاں ہے۔''[۸]

غلام امام شہید:

اردو نعت کے دنیا میں مولوی غلام امام شہید ایک معتبر اور مشہور نام ہے۔ موصوف نے قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند کی ساختوں میں نعتیں کہی ہیں۔ تشبیہات واستعارات کا عام فہم استعمال، نرم ونازک لہجہ، رنگین ودلربا غنائیت کے ساتھ مضامین میں رواں دواں جذبۂ عشق، جوش وشوق، جذبہ کا خلوص، عقیدت کی شیفتگی اور سوز و درد، شہیدؔ کی نعتیہ کاوشوں کے امتیازی خصائص ہیں شہیدؔ کو ہر اس چیز سے وابستگی ہے، جس کا تعلق وانسلاک بانیٔ اسلام سے ہو۔ ان کے یہاں وصفی انداز بیان کم اور جذب وکیف کی حسرت اور داخلیت کی آمیزش زیادہ ہے۔ شاعر مدینہ منورہ کا وصف بیان کرتا ہے لیکن یہاں بھی وصفیہ بیان سے زیادہ سوز دروں کا اظہار ہے۔

سینہ ہے میرا روکش صحرائے مدینہ
دل ہے جرس محمل لیلائے مدینہ

۸ مومن شخصیت اور فن ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ص۔۲۲ طبع اوّل فروری ۱۹۷۲ء

اس دشت سے پیدا ہے تمنائے مدینہ
اس رنگ سے نکلے ہے صدا ہائے مدینہ
بوسے کی جو تمنا ہے مینائے فلک کو
جھکتا ہے سوئے گنبد خضرائے مدینہ

اس کو مدینہ کے ہر پتھر میں شرر طور کا جلوہ اور ہر خشت میں ید بیضا کا نظارہ نظر آتا ہے۔

ہر سنگ میں واں کے شرر طور ہے پنہاں
ہر خشت کو کہئے ید بیضائے مدینہ

شاعر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حد تک شیفتگی ہے کہ وہ ہر اس شخص کا شیدا ہے جس نے مدینہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اس کو جو دیکھ آئے مدینہ

وہ نعتیہ کلام کو زادِ راہِ سفرِ عدم متصور کرتا ہے:

در پیش ہے عدم کا سفر سب کو دوستو
جو نعت کا کلام ہے توشہ ہے راہ کا

غلام امام شہیدؔ نے میلاد کی محفلوں کے لیے ایک ''مولد شریف'' بھی تخلیق کی، جو اردو میں اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے، اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس سے اخذ واقتباس کیے گئے۔ لوگوں....... نے اس کی نقلیں کیں اس کے ہو بہو نمونے کی کتابیں لکھیں[۹]۔ اور اب تک اتنی بار چھپ چکی ہے کہ شمار مشکل ہے۔ مولوی صاحب کی آواز بھی بہت شیریں اور مترنم تھی حامد حسن قادری لکھتے ہیں کہ ''جب شہیدؔ خود اس کو محفل میں پڑھتے تھے تو عجب سماں بندھ جاتا تھا۔ اکثر اہل محفل پر وفور رقت سے غشی طاری ہو جاتا تھا۔''[۱۰]

''مولود شہیدؔ'' میں حسب ذیل عنوانات کے ساتھ نعتیں شامل ہیں:

۱۔ ترجیع بند (بر واقعہ معراج)

۹ داستان تاریخ اردو حامد حسن قادری ص۔۲۲۹
۱۰ داستان تاریخ اردو ص۔۲۲۹

۲۔ خمسۂ شہید (برغزل خسرو)

۳۔ قصہ حضرت بلال

۴۔ غزل وصف قدم شریف

۵۔ قصہ حضرت حلیمہ سعدیہ

۶۔ روایت استن صنّانہ

شہیدؔ سے پیشتر معراج نامے، مولود نامے، وفات نامے لکھے جا چکے تھے اور قرون اولیٰ کے کارناموں سے اصلاحی کام بھی لیا جا چکا تھا لیکن ایسی نعتوں میں شعریت کی شمولیت اور تشبیہات و استعیارات کے ذریعہ وصفی اسلوب بیان پر شاعرانہ انداز بیان کا غلبہ جس آب و تاب کے ساتھ شہیدؔ کے یہاں ملتا ہے، وہ ان سے پیشتر کی نعتیہ شاعری میں کم یاب ہے۔ شہیدؔ کے تقریباً سبھی نعتیہ خصائص ان کے اس ترجیع بند میں موجود ہیں جو قدسیؔ کی مشہور غزل پر بشکل تضمین خمسہ کی ساخت میں ہے۔ نمونہ کے لیے ذیل میں ایک بند نقل کیا جا رہا ہے:

قد رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن
سرمۂ چشم غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ، وہ جبین روشن
اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن
وہ عمامہ عربی اور وہ نیچا دامن
دلربایانہ وہ رفتار، وہ بیساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبان کفن
اوٹھ چلے قبر سے بیتاب زبان پر یہ سخن
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حضرت بلالؓ کے قصہ میں زبان سادہ و صاف ہے اور انداز بیان درد انگیز ہے، چند ابیات درج ذیل ہیں:

ایک موذن تھا نبی کا بلال
ہجر سے اوس مہ کے گھٹا جوں ہلال
دام محبت میں گرفتار تھا
شیفتہ طرۂ طرار تھا
شیفتۂ کاکل شب نام کو
زلف جو یاد آئی چلا شام کو
چھوٹ گیا جو دیس محبوب کا
شام کا ملک آنکھوں میں تاریک تھا

روایت استن حنّانہ اس ستون کی روایت ہے، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا شرف حاصل تھا۔ ہجر نبی میں ستون کا حال زار رقت آمیز لہجہ میں بیان کیا گیا ہے۔ صنائع و بدائع خصوصاً صنعت حسن تعلیل نے کلام میں جان ڈال دی ہے:

مسجد مصطفیٰ میں ایک ستون — تھا بہت اوس جمال پر مفتون
گو کہ آتش کو چوب سے ہے لاگ — لیکن اس کی غذا تھی عشق کی آگ
دست بستہ رہِ وفا میں سدا — ایک ہی پاؤں سے کھڑا رہتا
خشک ہوکر وہ درد و غم کا دوست — رہ گیا صرف استخوان و پوست

قصہ حضرت حلیمہ سعدیہ میں مستعمل تشبیہات و استعارات عام فہم اور زود رس ہیں۔ اس نظم سے مولوی صاحب کے نفسیات انسانی پر درک کا پتہ چلتا ہے۔ ایک بچے کے لیے ماں کے جذبات و احساسات، اس کا پیار اس کی محبت و شیفتگی اور اس کے والہانہ پن کو بڑے فطری انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی
جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی

دودھ اس گل کو پلاتی تھی وہ
گل سے پھولے نہ سماتی تھی وہ
گرد پھرتی تھی کبھی سو سو بار
جیسے ہو شمع پہ پروانہ نثار
کبھی کر بیٹھتی بیساختہ شور
چاند کو دیکھ کے جس طرح چکور
خواب سے کرتی تھی جس دم بیدار
آنکھوں کو تلوؤں سے ملتی تھی ہر بار
بخت عالم ہے تو اے دلبر جاگ
جاگنا بخت کا ہے بہتر جاگ

غلام شہید کا محولہ ذیل قصیدہ بھی لائق ذکر ہے، جو مرصع و مسجع اور کافی مترنم ہے، اس کی بحر خاصی طویل ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

نور خدا پیدا ہوا، خیر الورا پیدا ہوا، بحر عطا پیدا ہوا، ابر سخا پیدا ہوا
نجم الہدیٰ پیدا ہوا، بدر الدجیٰ پیدا ہوا، شمس الضحیٰ پیدا ہوا، پیدا ہوا شام زمن

اس طور پر شہید کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے نعت میں شعریت کی شمولیت کی اور وصفی پیرایۂ اظہار کو شاعرانہ اسلوب دے کر نعت میں رنگارنگی پیدا کی، نعت گوئی کی شریعت میں وہ ایک ایسا مجتہد عصر ہے، جو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولوی کرامت علی خاں کا تخلص شہیدی ہے، ان کے دیوان میں قصیدے، غزلیں، مثنویاں، قطعے، رباعیاں اور خمسے شامل ہیں۔ وہ فارسی شعراء میں جامی، حافظ، بیدل فغانی سے اور اردو شعراء میں عطا حسین، جرأت اور شاہ نصیر سے کافی متاثر ہیں۔

شاعری کا شوق ابتدا سے تھا۔ شروع میں مصحفی کو اپنا کلام دکھاتے تھے، بعد میں شاہ نصیر سے اصلاح لینے لگے۔ آپ طبعاً یار باش تھے۔ ایک بار یار باشی میں سرکاری پیسہ اڑا دیا، جب گرفتاری کا خوف دامن گیر ہوا، تو دفتر کی رہائش کا ایک حصہ نذر آتش

کر کے ذاتی سامان کے ساتھ دفتر کا حساب کتاب بھی جلا کر خاکستر کر دیا۔ زندگی کا کچھ حصہ پاگل بن کر گذارا۔ آخر میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

عطا حسین نے جرأت اور شاہ نصیر کے علاوہ شیفتہ کی صحبت سے متاثر ہو کر ان کا رنگ بھی اختیار کیا۔ متقدمین میں سودا اور میر سے زیادہ متاثر ہوئے۔ شہیدی نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے میر سے نمک اور سودا سے شکر لیا۔

ہے طرفہ تر زبان شہیدی میں چاشنی
سودا سے اس نے لی شکر میر سے نمک

شیفتہ شہیدی کی عروض دانی کے قائل تھے۔ گلشن بے خار کا ایک مختصر سا تراشہ ملاحظہ ہو ''در عروض دستگاہے معقول دارد۔'' [۱۱]

شہیدی نے جامی کی ایک غزل پر ایک اچھا خاصا نعتیہ خمسہ کہا ہے، جس کا افتتاحی بند درج ذیل ہے:

بادشاہی سے تو بہتر ہے مجھے رنج کشی
شہد ہمت سے بھی شیریں ہے مجھے تلخی
عقل کل کو ہے تمنا مری دیوانہ وشی
ہے حبیب عربی، مدنی قرشی
کہ بود درد و غمش مایۂ صد عیش و خوشی

شہیدی پیغمبر اسلام سے اپنے نسبی تعلق کو اپنے لیے سرمایہ افتخار اور باعث نجات متصور کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کی منقبت سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

شہیدی مصطفیٰ کا لاڈلا حیدر کا پیارا ہوں
مجھے کیا خوف ہے بردہ ہوں میں شاہ شہیداں کا

ان کی کلیات میں مذہبی قصیدوں کی تعداد تین ہے، جن میں سے ایک حمد، دوسرا نعت اور تیسرا حضرت علیؓ کی منقبت میں ہے۔ نعتیہ قصیدہ میں مانگی گئی دعا بارگاہ ایزدی میں اجابت سے

[۱۱] تذکرہ معرکہ خویش زیبا: سعادت خاں ناصر، ص۔ ۳۴، بار اوّل جولائی ۱۹۷۱ء

مشرف ہوئی۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر، وہ مسکن حبیب کی زیارت کا شرف حاصل کرنے جارہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑ گئے۔ قبہ خضراء جب بصارت کی زد میں آ گیا، تو اس پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اوران کا طائرروح قفس عنصری سے آزاد ہوگیا۔ان کی دعا ملاحظہ ہو۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ان کی نعتیہ شاعری کا ماحاصل محولہ بالا نعتیہ قصیدہ ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا
سر دیوان لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا

اور یہ وہ نعتیہ غزل ہے، جس کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔ ان دونوں کاوشوں کی وجہ سے شہیدیؔ کو وہ شہرت حاصل ہوئی، جو مشکل سے اس قدر قلیل سرمایہ پر مل پاتی ہے، جتنا سرمایہ شہیدی کے پاس تھا۔

شہیدی کے متذکرہ بالا نعتیہ قصیدہ میں کل ۳۳ اشعار ہیں۔ انداز بیان وصفی ہے۔ حسن تعلیل کا استعمال کافی ہوا ہے، جس سے قصیدہ کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔ شاعر نے طلوع روشنی کو شہ کا نشان آمد، اور نور احمد کو ظہور حق کی حجت کہہ کر دلپذیر انداز میں بانی اسلام کے تقدم بالزمان کو ثابت کیا ہے:

طلوعِ روشنی جیسے نشان ہے شہ کی آمد کا
ظہورحق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا
دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا
نہ تھا نام ونشاں جن روزوں اس لوح زبرجد کا
چمن پیرائے کن فراش جس کی نرم رنگیں میں
بہار آفرینش ایک بوٹا اس کی مسند کا

قصیدے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے اثرات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت ان کی آمد آمد کا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبرئیل کا اندازِ خوشامد ملاحظہ ہو:

شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گھوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

آپ کی ذات گرامی عبدیت کے دائرہ میں رہ کر واصل الی اللہ تھی۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

شہیدی کا وہ شعر جس میں اس نے معراج پر روشنی ڈالی ہے، اس کے جدت پسند ذہن اور ندرت شعار طبیعت کی شہادت دیتا ہے۔

شب معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا
بیاں اس قلزم معنی کی ہو کیا جزر اور مد کا

میم احمد کے مضمون میں ندرت طبع ملاحظہ کریں۔

گذر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد پر میم احمد کا

شہیدیؔ کی اس نعت کا حسن خاتمہ اور دعا والا حصہ بھی ندرت آفرینی کی وجہ سے لائق داد ہے:

مدینہ کی گلی کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دو کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منھ چوم لیتا ہے شہیدیؔ کس محبت میں
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

ان کی وہ نعت جس کا سرسری تذکرہ ماقبل میں آچکا ہے، تلمیحات کی کثرت، جدت وندرتِ بیان، اور مضامین کے اعتدال و توازن کے نقطہ ہائے نظر سے اردو نعت کے سرمایہ میں فراموش نہ کی جاسکے گی۔ چند چیدہ اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بار دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ
تھا بیش بہا عشق کی بازار میں یوسف
پر ہو نہ سکا سنگ ترازوئے محمدؐ
کعبہ کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبے کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلو سوغاتِ محمدؐ
گر ہاتھ لگے خار و خس کوئے محمدؐ

شہیدیؔ کو اپنی حیثیت شعری کا خود بھی علم تھا۔ ملاحظہ ہو:

بیٹھیں گے مثل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے
ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجدد کا

محمد لطف علی خاں لطفؔ بریلوی کا مشغلہ نعت گوئی تھا۔ وہ اپنے نعتیہ دیوان کے آغاز میں کہتے ہیں:

اوس شاعری کو لطفؔ ہمارا سلام ہے
کہتے ہیں جس کہ اہل شریعت حرام ہے
یاں ذوق شوق مدحت خیر الانام ہے
ورد زباں جناب محمدؐ کا نام ہے
قابل درود پڑھنے کے اپنا کلام ہے

لطفؔ نے اپنا نعتیہ دیوان ۱۸۷۰ء میں مرتب کر لیا تھا، قطعہ تاریخ ملاحظہ ہو:

رسول اللہ کی مدحت سے اے لطفؔ
مرتب نعت کا دیوان ہوا آج
صدا یہ غیب سے آئی ہے پیہم
مرتب نعت کا دیوان ہوا آج

۱۸۷۰ء

اس دیوان میں ۲ نعتیہ مناجات، دو نعتیہ خمسے، (جن میں سے ایک میں ۳ بند اور دوسرے میں ۸ بند ہیں) ایک سراپائے رسول، (جس میں ستانوے اشعار ہیں) ایک سو دو غزلیں ہیں، جن میں ایک منقبت اصحابِ نبیؐ میں ہے اور ایک حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی مدحت میں ہے، بقیہ سبھی غزلیں نعت نبیؐ میں ہیں۔

لطفؔ مسلم الثبوت نعت گو شاعر ہیں انھوں نے اپنے کو نعت نبیؐ کے دائرہ میں بند کر کے لافانی شہرت حاصل کی۔ مدح رسولؐ ان کا خاص مشغلہ تھا جس پر ان کو ناز بھی تھا۔

وصف لکھتا ہوں نبی کے حسن عالمگیر کا
کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو میرے تحریر کا
تیری مدحت کے بدولت اب توائے ممدوح حق
خلق میں ممدوح ہوں اک اک جوان و پیر کا
لطفؔ نعت سید امیؐ لقب کے فیض سے
یک بیک بے مشق کیا اوستاد کامل ہوگیا

☆☆☆

لطفؔ الطافِ خدا ہوتا ہے، جس شاعر پر
بخدا ہے وہی مداح پیمبر ہوتا

اس کا اپنا عقیدہ ہے کہ جو لذت اور شیرینی محمد مصطفی کے ذکر میں ہے وہ قند میں بھی نہیں۔

احمدؐ پاک کی باتوں میں جو شیرینی ہے
بخدا قند بھی اتنا نہ تو میٹھا ہوگا

شاعر کو نبی امیؐ کے امتی ہونے پر افتخار ہے۔

اوس شہنشاہ کی اے لطفؔ رعیت ہوں میں
جس کی دربانی کے ہیں لاکھ سکندر محتاج

وہ مدینے کی گدائی کو بادشاہی سے بہتر سمجھتا ہے۔

مدینے کی گدائی بادشاہی سے زیادہ ہے
چلو اے لطفؔ یہاں سے خاک ڈالو اس ریاست پر

لطفؔ کے دیوان میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا بکثرت استعمال ہے، جس سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان کا مذہبی مطالعہ بہت گہرا اور وسیع تھا۔

آیت کریمہ ’’**ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوصلوا علیہ وسلموا تسلیما۔**‘‘ کا استعمال ملاحظہ ہو:

خدا کا صاف یہ قرآن میں حکم ناطق ہے
مرے نبی پہ تم اے مومنو درود پڑھو
خدا، خدا کے فرشتے درود پڑھتے ہیں
خبر نہیں تمھیں اے غافلو درود پڑھو

حدیث نبوی ’’**لولاک لما خلقت الافلاک**‘‘ کے مضمون کے نظم میں شاعر کا حسن سلیقہ قابل تحسین ہے۔

خدا نے جس کے سبب خلق کیا خلق
ظہور کے لیے جس کے یہ سب ہوا اظہار
بنی ہے جس کے سبب سے بہشت اور دوزخ
لقب ہے جس کا کہ محبوب ایزد غفار

لطفؔ کا سراپا اس لیے اہم ہے کہ اس کی آراستگی منطقی استدلال، لطافت زبان و بیان، دلاویز تشبیہات واستعارات، حسن تراکیب، موزونیت الفاظ، عام فہم محاورات و محاکات اور دلاویز صنائع وبدائع سے کی گئی ہے۔ لطفؔ کی زبان میں نعت کا تقدس اور

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

تغزل کی چاشنی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نعت کو غزل کا رنگین لباس زیب تن کرا دیا گیا ہے صرف چند اشعار ملاحظہ ہوں جو زلف اور لب ہائے مبارک سے متعلق ہیں:

سنو حضور کے اب زلف مشکبار کے وصف
جو اوس کو سنبل صفت لکھوں تو ہو بیکار
خطا ہے مشک ختن سے جو اس کو دوں تشبیہ
قصوروار جو لکھوں شوک نافۂ تاتار

☆☆☆

جو ان لبوں کو لکھتا ہے لعل خلد بریں
تو یہ فضول ہے تشبیہ اور بس بیکار
وہ لب وہ لب ہیں جنھیں کہتے ہیں سب لبِ جاں بخش
انہیں لبوں کا ہے دم بھر رہا ہر اک بیمار

لطفؔ کی نعتیہ شاعری میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس نے مشکل مضامین نظم کیے لیکن کہیں بھی وہ جادۂ اعتدال سے منحرف نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی بے اعتدالیوں کا شکار ہوا۔ صرف ایک شعر نقل کیا جاتا ہے، جہاں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ’’خدا کے مثل‘‘ کہا ہے، لیکن کس سلیقگی اور کس قدر رفطانت سے مضمون کو حد اعتدال کے باہر جانے سے بچا لیا ہے۔

خدا کے بعد وہ افضل ہے سب خدائی سے
خدا کے مثل ہے بے مثل احمد مختار

محسنؔ کاکوروی کا دور:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کی شکست ہوئی اور حکومت برطانیہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ادھر بہادر شاہ ظفر مقید ہو گئے اور ادھر واجد علی شاہ معزول ہو کر کلکتہ میں جلاوطنی کی زندگی گذارنے لگے۔ ہندوستانیوں پر چاروں طرف سے مایوسی کے بادل منڈلانے لگے مایوس کن ماحول میں خدا و رسول یاد آتے ہیں۔

چنانچہ اس دور میں نعت کو خوب پھولنے پھلنے کے مواقع دستیاب ہوئے۔ امیرؔ و داغؔ اور محسنؔ کاکوروی نے نعت کو مثالی ترقی دی۔ اس دور میں وصفی اظہار کے مقابلہ میں سوز دروں کا اظہار زیادہ ملتا ہے۔ نعت کے مابین تصوف کے اسرار و غوامض منکشف کیے گئے، عبد والہٰ کی حد بندی توڑ دی گئی اور مجازی شاہدان کے الفاظ نعت میں مستعمل ہونے لگے۔

داغؔ کی شاعری میں داخلیت کے ساتھ وصفی اظہار بھی ملتا ہے اور ان کی نعتیہ شاعری بے اعتدالیوں سے مبرا ہے۔ داغؔ نے پاس ادب ملحوظ رکھتے ہوئے حسن یوسف میں نور احمد دکھلایا ہے اور آپ کو چارۂ دیدۂ یعقوب بتلایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا مضمون بھی نادر انداز میں باندھا گیا ہے۔ ایک نعت کے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں:

اے شہنشاہ رسل، فخر رسل، ختم مرسل
خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
حشر میں امت عاصی کا ٹھکانا ہی نہ تھا
نہ بخشوانا تجھے مرغوب ہوا، خواب ہوا
حسن یوسف میں ترا نور تھا، اے نور خدا
چارۂ دیدۂ یعقوب ہوا، خوب ہوا
فخر آدم کو نہ ہوتا جو فرشتہ ہوتا
بنی آدم سے جو منسوب ہوا، خوب ہوا
داغ ہے روز قیامت مری شرم اس کے ہاتھ
میں گناہوں سے جو محجوب ہوا، خوب ہوا

منیرؔ شکوہ آبادی:

منیرؔ اردو نعت کی تاریخ میں اپنے قصیدہ ''فریاد زندانی'' کے باعث ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کے کلیات میں قصیدوں کی تعداد ۲۸ ہے ان کا دوسرا نعتیہ قصیدہ بھی تشبیب کے نقطۂ نظر سے اہم ہے۔ منیرؔ نے اس دوسرے قصیدہ میں گزشتہ شب کی پریشانیوں کو بیان

کر کے موت و ہستی میں مناظرہ دکھایا ہے۔ مناظرہ سے پیشتر ہجوم بلا کا بیان ملاحظہ ہو:

شب گذشتہ ہجوم بلا سے تھا دوچار
نصیب سوتے تھے فتنے ہزاروں سے بیدار
مکان گور کہن فرش خاک بالشِ سنگ
کھڑے تھے بھاگنے کے واسطے در و دیوار
نہ لکھ سکے جو اندھیرے میں میری کیفیت
فرشتے کاندھوں سے گھبرا کے اڑ گئے ناچار
نمود کاہکشاں اس طرح تھی گردوں پر
کہ جیسے سنگ سیہ پر تھی چیونٹیوں کی قطار

اس بھیانک پس منظر میں ہستی اور موت کا مناظرہ کرایا گیا ہے، جس میں موت اپنی بالادستی اس طرح ثابت کرتی ہے:

خدا نے حکم دیا قبل ان تموتوا کا
جہاں میں مرے مشتاق رہتے ہیں ابرار

منیرؔ کی جدت پسند طبیعت نے گریز اور مدحِ نبی میں بھی اچھے مضامین نکالے ہیں۔ لیکن ان کی شاہکار نعت وہی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مناسب ہے کہ اسی کی روشنی میں منیرؔ کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کیا جائے۔

منیرؔ کا مقدم الذکر نعتیہ قصیدہ اردو کے زندانی ادب میں ایک نمایاں حیثیت کا مالک ہے۔ منیرؔ پر ایک طوائف کے قتل کی سازش کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور انھیں کالے پانی کی سزا دی گئی۔ منیرؔ نے اس قصیدہ میں اپنے ذاتی حالات اور نجی پریشانیاں بڑے حقیقت پسندانہ اور موثر لہجے میں بیان کی ہیں۔ اس کی تشبیب میں اس زمانہ کا ہندوستان، انگریزوں کا جبر و استبداد، شرفاء کی پریشان حالی عیاں دیکھی جا سکتی ہے۔

چونکہ یہ نعتیہ قصیدہ ۱۸۵۷ء سے متعلق ہے، اس لیے اس میں اس زمانہ کے عام حالات سانس لیتے اور جیتے جاگتے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس قبیل کے چند اشعار ذیل

میں نمونہ کے طور پر لکھے جاتے ہیں:

چنے کھانے کو ترسیں صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابر نیسانی
ہوئے فرماں روا خود مدعی ماخوذ فرماں پر
تامل کی نظر سے ان کو دیکھیں انسی و جانی
جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی
عدالت ان دنوں ایسی بڑھائی ہے زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہیں ایک ہی گھاٹ پر پانی
کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر
سرِ تخت ہما ہیں بوم صرفِ بال افشانی
محل سونے کے ٹوٹے، کھد گئے ایوان مینائی
بنا ہے کہنہ گورستان کی صورت قصر سلطانی
عدالت سے ملی ہے چغد و بوم و زاغ کو ڈگری
ہوئی ہے ضبط مِلک بلبل و طاؤسِ بستانی
گلستانِ ارم میں دھوم ہے مرگھٹ کی دعوت کی
تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی

اس نعتیہ قصیدہ کی گریز بھی اہم ہے۔ گریز کی برجستگی اور تشبیب میں بیان شدہ باتوں اور مضامین نعت سے اس کی ہم آہنگی منیرؔ کی فنی مہارت پر دلالت کرتی ہے۔

کریں کیا مُردوں کی خدمت کہ ہیں بے دست و پا زندے
بتاؤ ہاتھ کس سے مانگیں بجز فاتحہ پانی
مناجات و دعا و استغاثہ پڑھتے جاتے ہیں
نہیں جاتی، نہیں جاتی، نہیں جاتی پریشانی

پر روح الامیں دے طائرِ فریاد کو یارب
کہ اڑ کر صاف جا پہنچے مدینہ میں بآسانی

صنائع و بدائع بکثرت مستعمل ہیں اور تلمیحات کا بھی خاصہ استعمال ہوا ہے۔ لیکن کہیں بھی ان سے فن کا خون نہیں ہوا بلکہ فن کی رونق میں اضافہ ہوا ہے۔ نمونہ کے طور پر نعتیہ قصیدہ سے وہ اشعار نقل کیے جا رہے ہیں جہاں شاعر نے فرسودہ مضمون (نبی اکرم کے سایہ نہ ہونا) نظم کیا ہے۔ شاعرانہ توجیہات ملاحظہ کریں:

کہوں کیا سایۂ پرنور کے معدوم ہونے میں
سبھوں کے توسنِ فکرت نے کی ہے اس میں جولانی
نہ ہوتا جمع یہ سایہ اگر مدّ امانت میں
نہ ہوتی خوش سواد اس مرتبہ اقلیم روحانی
سیاہی چشم و زلف حور کی اس کی بدولت ہے
قلم نے لوح پر لکھے اسی سے حکم ربانی
کلام پاک میں واللیل اسی کو حق نے فرمایا
امانت ہے قسم کے واسطے یہ ظل نورانی
یہی تو پردہ دارِ عاشق و معشوق ٹھہرا تھا
شب معراج بن کر کی اسی نے نور افشانی
اسی سایہ نے شاید لے لیا ظل حمایت میں
کہ طوبیٰ کی ملائک کرتے ہیں اتنی نگہبانی
بنی شامِ جوانی بھی اسی سایہ کے صدقے میں
لباسِ کعبہ نے پائی اسی سے مشک افشانی

شاعر نے رحمت نبی کی توصیف میں بھی ایک نئی بات پیدا کی ہے ملاحظہ ہو۔

فرشتے آرزو دل میں کریں گے ترک عصمت کی
کہیں گے کاش ملتا دو گھڑی کو جسم انسانی

اس نعتیہ قصیدہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شاعر نے واسطہ کے باب میں جناب فاطمہ زہرا اور بارہ اماموں کی قسم دی ہے صرف دو شعر ملاحظہ ہوں:

قسم دیتا ہوں میں اب بضعۂ حضرت کی حضرت کو
جناب فاطمہ خاتونِ جنت راز ربانی
وہی زہرا کہ جس کی آپ خود تعظیم کرتے تھے
وہی زہرا کہ جس کی حوریں کرتی تھیں مگس رانی

اس طرح شاعر نے نعت میں منقبت کی شمولیت کی ہے لیکن عجب بات یہ ہے کہ اس میں بھی نعت کی فضا چھائی ہوئی ہے۔

اعتراف عجز کا مضمون بھی اس ندرت سے باندھا گیا ہے کہ وہ عام مضمون ہونے کے باوجود شگفتہ اور تر و تازہ لگتا ہے۔ دو ایک شعر ملاحظہ ہوں:

بھلا تعریف اس کی لکھ سکے کوئی بشر کیوں کر
کہ جس کے وصف میں ناطق ہیں خود آیات قرآنی
اڑیں روح القدس کے ہوش فکر نعت اقدس میں
مہ مہنا یہاں ناقص ہے خود گم مہر سروانی
نہ کہہ سکتا قصیدہ جب بھی میں نعت معلیٰ میں
اگر بالفرض پاتا رتبۂ عرفی و خاقانی

امیر مینائی:

امیر مینائی کا نام امیر احمد ہے۔ امیر مینائی نے نعت لکھنا اس وقت شروع کیا جب وہ عارضی طور پر کاکوری میں مقیم ہوئے۔ ان کی پہلی نعت وہ تضمین ہے، جو انھوں نے ۱۲۷۵ھ میں محسنؔ کے ایک قصیدہ پر لکھی، لیکن انھوں نے نعت پر خاطر خواہ توجہ کلب علی خاں کے عہد حکومت میں دی۔ امیر مینائی نے نعت پر ایک مستقل دیوان بطور یادگار چھوڑا ہے۔ انھوں نے اپنے نعتیہ دیوان کے منظوم دیباچہ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

وہ کلب علی خاں بہادر کا دور
جو سارے رئیسوں میں ہے نامور
یہ اس در سے حاصل سعادت ہوئی
سوئے نعت مائل طبیعت ہوئی
ہوئیں نظم غزلیں مخمس کہے
رباعی قصیدے مسدس کہے

موصوف ۱۲۸۷ھ میں اتنی نعتیں کہہ چکے تھے کہ انھوں نے ”محامد خاتم النبیین“ کے تاریخی نام سے ایک دیوان مرتب کر ڈالا۔

امیر مینائی کی نعتوں میں پیغمبر اسلام کے حالاتِ زندگی، معجزات اور حکایات نظم ہیں۔ ولادت اور معراج سے متعلق کئی نعتیں شامل دیوان ہیں موصوف نے متعلقات و منسلکات نبی کو مواضع نعت بنایا ہے۔ ان نعتوں میں انھوں نے اہلبیت اصحاب نبی کے ساتھ روضہ انور اور مدینۃ النبی کی توصیف بیان کی ہے۔ یہ نعتیں نبی امی سے ان کی عقیدت و شیفتگی منکشف کرتی ہیں۔

مدینے جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہوجائے

امیر مینائی کی بعض نعتیہ غزلیں بہت مترنم ہیں۔ ان کی یہ نعتیں میلاد خوانی کی ضروریات کو پوری کرتی ہیں۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

چٹک کے کہتا ہے غنچہ غنچہ گلوں سے بڑھ کر بہار تم ہو
چہک رہی ہے چمن میں بلبل ہزار جانیں نثار تم پر

موصوف کے دیوان میں کئی نعتیہ تضمینیں شامل ہیں۔ یہ تضمینیں حافظؔ، صائبؔ، سعدیؔ اور جامیؔ کے اشعار پر ہیں۔ بائیس بندوں کی ایک تضمین ہندی دوہوں پر لکھی گئی ہے۔ سعدیؔ کے نعتیہ اشعار پر لکھی گئی تضمین کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

مسِ قلب امیر طلا کرو سیہ آئینہ کو جلا کرو
دل و جان کو صرف ولا کرو کہ ولائے خاص خدا کرو
یہی نام منھ سے لیا کرو یہی ورد صبح و مسا کرو
جو زبان ہے تو ثنا کرو یہی منبروں پر پڑھا کرو

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ

دیوان میں مشمول ترجیع بندوں کا عام انداز مدحیہ ہے۔ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

اللہ کا محبوب ہے محبوب ہمارا
جو حسن میں ہے حضرت یوسف سے بھی پیارا
قدسی بھی جو سر عرش کرتے ہیں نظارا
ہر ایک پہ ہر ایک سے کرتا ہے اشارا
دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے
مکی مدنی ہاشمی مطلبی نے

امیر مینائی کے چار نعتیہ مسدس کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ا۔ذکر شاہ انبیاء ۲۔صبح ازل ۳۔شام ابد اور ۴۔لیلۃ القدر

ذکر شاہ انبیاء مسدس کا تاریخی نام ہے، جس کا سن تصنیف ۱۲۹۰ھ ہے۔محامد خاتم النبیین کے ایک ترجیع بند میں اس مسدس کو تخلیق کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔مولد تو آگے ہوگا یہ ترجیع بند ہے۔

مسدس چار حصوں میں منقسم ہے:

ا۔ولادت پیغمبر ۲۔رضاعتِ پیغمبر ۳۔معراج شریف اور حلیہ شریف ۴۔بیان وفات۔

صبح ازل امیر مینائی کا دوسرا مسدس ہے، جس کا سن طباعت ۱۲۹۴ھ ہے اس میں ٦٦ بند ہیں۔

شام ابد باسٹھ بندوں پر مشتمل ہے۔یہ مسدس بھی ۱۲۹۴ھ میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔

مسدس لیلۃ القدر کا سن اشاعت ۱۲۹۸ھ ہے۔یہ واقعۂ معراج کے بیان میں ہے اور اس میں ایک سو آٹھ بند ہیں۔آخر میں مناجات ہے۔آخر الذکر تینوں مسدس ایک ہی جلد میں ''مجموعہ'' کے نام سن ۱۳۱۲ھ میں اشاعت پذیر ہوئے۔

امیر کے مطبوعہ دواوین ''محامد خاتم النبیین'' اور ''مراۃ الغیب'' میں بارہ قصیدے ہیں۔امیر مینائی کے نعتیہ قصیدوں کی تعداد تین ہے۔ان کا پہلا نعتیہ قصیدہ شہیدؔی کے مشہور قصیدہ کی تقلید میں ہے۔

اس قصیدہ کا مطلع ہے:

تفکر امتیاز جان و جانان میں کیا حد کا
عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیت معقد کا

اس نعتیہ قصیدہ کی تمہید میں مضامین نعت شامل ہیں۔تمہید میں صفائی قلب اور دولت دنیا سے بیزاری کے مضامین کے بعد پندرہ اشعار کی ایک غزل ملتی ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے۔

تفکر امتیاز جان و جانان میں کیا حد کا
عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیت معقّد کا

نبی امی کے سایہ نہ ہونے کا مضمون کس سلیقگی سے باندھا گیا ہے، حسن تعلیل کا استعمال اور مدّ و بے مد کی بات حسن کلام میں اضافہ کر رہی ہے۔متعلقہ شعر ملاحظہ ہو۔

الف آدم میں ہے ممدود، احمد میں ہے بے مد کا
سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ نہ تھا قد کا

درج ذیل شعر میں 'بھری گدکا' کے استعمال سے گہرا مقامی رنگ آ گیا ہے۔

پھینکتی چھوڑ دے اب خوش نویسی کا ہے شوق اس کو
دوات و خامہ لاؤ طاق پر رکھ دو پھری گدکا

امیرؔ نے معرض بحث قصیدہ شہیدیؔ کی زمین میں لکھا ہے، جس کا اعتراف قصیدہ میں اس طرح کیا گیا ہے۔

کمی اس سے نہیں کی میں نے بھی توصیف حضرت میں
شہیدیؔ گو کہ موجد ہے اس آئین مجدد کا

تقدم و تاخر کا مضمون کتنی بداعت وندرت سے باندھا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

ظہور آخر ہے اول انبیاء سے نور احمدؐ کا
بجا ہے گر لقب ہو اول و آخر محمدؐ کا

امیر مینائی نے اس قصیدہ میں سایہ نہ ہونے کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔ احمد اور احد کو لاثانی ہونے میں اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ شعر بہت دلاویز ہو گیا ہے۔ متعلقہ اشعار ملاحظہ ہوں:

دوئی کیسی کہاں ثانی کہ یہ دونوں ہیں لاثانی
خدا کا دوسرا کوئی نہ سایہ آپ کے قد کا
وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظلِ خدا حضرت
جدا کرنا بہت دشوار تھا حرف مشدد کا
تھکا جب ڈھونڈ کر سمجھا غلط فہمی سے وہم اپنا
کہ ہے رخت سیاہِ کعبہ سایہ آپ کے قد کا
گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہو کر
اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

قصیدہ کا اختتام بھی کافی دلپذیر ہے:

عجب کیا اشک کی صورت گریں مولا کے مرقد پر
نکل کر پتلیاں دونوں کہ شوق بوسہ ہے حد کا

نسیم لطف کا جھونکا الٰہی کوئی چل جائے
شگفتہ مثل گل ہو جائے غنچہ دل کے مقصد کا

امیر مینائی کے دوسرے قصیدہ کی تشبیب میں حضرت خضر سے مخاطبت ہے، جنھوں نے اس بات کا علم ہو جانے پر کہ شاعر طیبہ کا عزم رکھتا ہے، اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اصل نعت میں سابقہ نعت کا انداز اپنایا گیا ہے اور بیانِ معجزات میں بھی تکرار ہے۔ مدینہ طیبہ کی زیارت کے اشتیاق کے مضمون میں مبالغہ کا استعمال ہے۔ عجب لفظ کے استعمال سے مبالغہ کو مبالغہ مقبولہ بنا لیا گیا ہے۔

کیا عجب ہے یہ قصیدہ جو پہنچ جائے وہاں
شوق میں آ کے کرے مثل کبوتر پرواز

امیر مینائی کا تیسرا قصیدہ، جس کا مطلع درج ذیل ہے:

لاتی ہے کیا چمن میں ہر اک شاخسار پھول
دکھلا رہے ہیں باغ جناں کی بہار پھول

موصوف کے قصائد میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھول کی رعایت میں بہت سے لطیف اور دلکش مضامین نکالے گئے ہیں۔ گریز بہت برجستہ اور بیساختہ ہے۔ مدح کا انداز خالص وصفی ہے لیکن پھول کی زمین نے نعتیہ مضامین میں جدت اور تازگی پیدا کر دی ہے۔ اس قصیدہ کا بھی خاتمہ کافی دلکش ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

اللہ نے دیا ہے یہ اس کو جمال پاک
سنبل فدا ہے زلف پہ رخ پر نثار پھول
اللہ کیا دہن ہے کہ باتیں ہیں معجزہ
ہوتے ہیں ایک غنچہ سے پیدا ہزار پھول
وہ چہرہ ، وہ دہن کہ فدا جن پہ کیجیے
ستر ہزار غنچہ بہتر ہزار پھول
ادنی سا یہ معجزہ تھا کہ ایک چوب خشک میں
پتے لگے ہزار پھل آئے ہزار پھول

موصوف کی مثنویوں کی تعداد آٹھ ہے، جن میں سے دوان کی زندگی میں شائع ہو چکی تھیں۔

۱۔ نورِ تجلی ۲۔ابرِ کرم ۳۔ مثنوی کبوتر نامہ ۴۔مثنوی دربیان جشن مسند نشینی نواب کلب علی خاں، ۵۔کارنامۂ حسرت ۶۔ مثنوی عاشقانہ
۷۔ حکایت اویس قرنی اور ۸۔قصہ یہودی۔

رسمی نعت جزو مثنوی کی حیثیت سے ہر مثنوی میں مشمول ہے۔تین مثنویاں نعتیہ مثنویوں کے زمرے میں آتی ہیں یعنی نورِ تجلی، حکایت اویس قرنی اور قصہ یہودی۔

نورِ تجلی میں کل ۴۷۳ ابیات ہیں۔ یہ مثنوی نور نامہ کے طرز پر ہے، جس میں نبی مکرّم کی ولادت باسعادت اور آپ کے فضائل و معجزات کا بیان ہے۔ ولادت کے سلسلہ میں تین روایتیں نظم کی گئی ہیں۔اور اس کے بعد ۱۲ معجزات بیان کیے گئے ہیں۔

مثنوی حکایت اویس قرنی میں محمد امی سے حضرت اویس قرنی کا نادیدہ عشق بیان کیا گیا ہے۔اس میں (۱۴۱) اشعار ہیں۔

قصہ یہودی میں کل (۱۶۳) ابیات ہیں۔اس میں ایک یہودی کا قصہ نظم کیا گیا ہے جو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا، لیکن بعد میں الطاف خداوندی سے شیدائے رسول بن گیا۔

مجموعی طور پر امیر مینائی کی مثنویاں شاعرانہ محاسن سے مالا مال ہیں لیکن مذہبی جوش کے وفور میں وہ صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز نہیں کر سکے۔ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ نے درست لکھا ہے۔

’’انھوں نے اپنی اکثر مذہبی نظموں میں معقولات کے بجائے منقولات سے سروکار رکھا ہے اور معجزات و کرامات کے بیان پر زور دیا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض ضعیف روایتیں بھی بلا تامل نظم کر دی ہیں۔‘‘ ۱۲؎

کئی موضوع روایات نظم ہو جانے کا احساس خود امیر مینائی کو تھا۔انھوں نے اس

۱۲؎ مطالعۂ امیر: ڈاکٹر ابو محمد سحر ص۔۳۰۹

قصور کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

’’اور جو روایات نامعتبرہ ان مولفات میں موزوں ہو گئے ہوں، ان سب سے میں توبہ کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول فرمائے۔‘‘ ۱۳؎

محسن کاکوروی:

محسن کاکوروی کا سن پیدائش ۱۲۴۲ھ اور آپ کی تاریخ وفات ۱۸ صفر ۱۳۲۳ھ ۲۳/ اپریل ۱۹۰۵ء ہے موصوف خواب میں بعمر سات سال حضرت یوسف کے دیدار سے اور بعمر نو سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔

محسن کا سرمایہ شعری نعت کے مقدس موضوع پر مرکوز ہے انھوں نے خود اس حقیقت کا انکشاف بیشتر مقامات پر کیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے:

سخن کو زینہ ملا ہے میری زباں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیان کے لیے
ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسنؔ
کلام نعتیہ رکھا مری زباں کے لیے
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری خالی
نہ مرا شعر ، نہ قطعہ ، نہ قصیدہ ، نہ غزل
یہ خواہش ہے کروں میں عمر بھر تیری ہی مداحی
نہ اٹھے بوجھ مجھ سے اہل دنیا کی خوشامد کا

محسن نے قصیدہ، مثنوی، رباعی، مسدس، انیس (۱۹) بندوں کی ایک تضمین اور چار غزلیں لکھی ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قصائد: (۱) گلدستہ کلام رحمت (۲) ابیات نعت، (۳) مدیح خیر المرسلین (نظم دل افروز (۵) انیس آخرت۔

۱۳؎ دیباچہ نعتیہ دیوان بحوالہ شعر الہند حصہ دوم ص۔۲۱۶

مثنویاں: (۱) صبحِ تجلی (۲) فغانِ محسن (۳) چراغِ کعبہ (۴) نگارستان الفت المعروف بہ پیاری باتیں (۵) شفاعت ونجات (۶) اسرارِ معانی دردِ عشق۔

رباعیات: ۴۳ رباعیاں جو دورانِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں لکھی گئیں۔

موصوف کا پہلا قصیدہ گلدستۂ کلامِ رحمت ہے، اس میں دو مطلع اور اکیاون اشعار ہیں۔تشبیب بہاریہ ہے۔نمونہ ملاحظہ ہو:

بہار آئی کہ ہونے لگے صحرا گلشن
غنچہ ہے نام خدا نافۂ آہوئے چمن
فیض تاثیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے
روکش باغ خلیل رب کی سراپا گلشن

پورا قصیدہ خیالات کی پاکیزگی، جذبات کی سچائی اور زبان و بیان کے شکوہ اور ندرت نیز اسلوب کی تروتازگی سے معمور ہے، تشبیب، گریز اور مدح ہر جگہ روحانیت کا غلبہ ہے۔ زبان و بیان اور خیالات کی رو سے قطعاً اندازہ نہیں ہو پاتا کہ یہ قصیدہ ایسے شاعر کا نتیجۂ فکر ہے، جس نے ابھی عمر کی کل سولہ (۱۶) بہاریں دیکھی ہیں۔ قصیدہ کی پختگی اس کے عشق کہن کی دین ہے اور اسی عشق کہن کی وجہ سے اس سے نئی بے ادبی سرزد ہوئی۔

اے محمد ہے بلا شک وہ تری ذات حسن
جس کی توصیف میں عالم کی زباں ہے الکن
یہ نئی بے ادبی مجھ سے نہ ہوتی ہرگز
مجھ کو گستاخ نہ کرتا جو ترا عشق کہن

''ابیاتِ نعت''، محسن کا دوسرا نعتیہ قصیدہ ہے، جس کو محسن نے اس وقت تخلیق کیا تھا جب ان کی عمر بتیس سال کی تھی۔ یہ قصیدہ شہیدی کے اس مشہور قصیدہ کی زمین میں ہے، جس کا مطلع رقم ذیل ہے:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا
سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا

محسن کے اس قصیدہ کی تشبیب عشقیہ ہے۔شاہد سخن کے سراپا کے بعد خط و خال کی تعریف اور فضائل رسولؐ کے علاوہ ایک الگ مطلع کے ضمن میں روضہ انور کی توصیف اور ایک دوسرے مطلع کے تحت 'قد' کے قافیہ میں مضامین نعت نظم ہیں۔شاعر نے اپنی شاعری کی تعریف کر کے ایک نئے مطلع کی استمداد سے دوبارہ نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں۔اس کے بعد دعائیہ اشعار پر قصیدہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قصیدہ معرضِ بحث میں ایک سو ایک اشعار ہیں۔ بقول، ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی اس کا ''ہر شعر، شعری و فنی خوبیوں کے ساتھ حب رسولؐ کا پیکر جمیل ہے۔'' [۱۴]

''تیغ مہند'' اور احد بامیم کا مضمون ملاحظہ کریں:

الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامہ کی
بڑھا معلوم ہو لفظ احد میں میم احمد کا
کیا شیراز کو پامال اردوئے معلّٰی نے
گیا مان اصفہان لوہا مری تیغ مہند کا

مولوی محسن کا یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں شرف قبول حاصل کر چکا ہے۔عبداللہ شاہ بزرگ نے اس نعت کے متعلق مولوی محسن سے کہا تھا '' آپ نے جو نعت لکھنا شروع کی ہے، وہ کب ختم ہوگی، دربار رسالت میں انتظار ہے۔'' [۱۵]

تیسرا قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین'' ہے جو عرف عام میں قصیدہ لامیہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قصیدہ میں ایک سو ستائیس (۱۲۷) اشعار ہیں۔ شاعر کی جدت طراز طبیعت نے تشبیب و مدح میں ایک ایک غزل شامل کر دی ہے۔پہلی غزل میں (۱۷) اور دوسری غزل میں (۱۴) اشعار ہیں۔دونوں غزلوں میں ''بادل'' کو ردیف بنایا گیا ہے، جو قصیدہ کا ایک قافیہ ہے، غزل میں قافیہ کو بدل دیا گیا ہے۔قصیدہ کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں پہلی بار اسلامی تہذیب اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کے خصائل و شمائل کو ہندوستانی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ہندوستانی رسوم و رواج، ہندوستانی میلوں ٹھیلوں اور ہندوستانی

[۱۴] محسن کاکوروی منفرد غزل گو: ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ص۔۲۲ مشمولہ فروغ اردو محسن نمبر۔
[۱۵] مولانا محسن کی شخصیت اور شاعری از درد کاکوروی ص۔۴۴ محسن نمبر فروغ اردو لکھنؤ۔

تشبیہات واستعارات سے بھر پور فائدہ اٹھایا گیا ہے، اس میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے لیے ہندوؤں کے مقدس جگہوں کو استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، یہاں دجلہ و فرات کے بجائے گنگا جمنا اور کاشی متھرا کو بطور پس منظر استعمال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین نے لکھا ہے کہ ”نعتیہ قصیدہ میں وہ کاشی، متھرا، برج، کنہیا، برہمن اور گوپیوں کو جگہ دے کر تشبیب کو دلکش بنا دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے رسوم نظم کرکے اپنی جدت پسندی اور واقفیت کا مسلسل ثبوت دیتے ہیں۔“[۱۶]
قصیدہ محولہ بالا کی تشبیب پر اظہار رائے کرتے ہوئے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی رقم طراز ہیں کہ

> ”ایسی نرالی تشبیب آپ کو اردو کے کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہیں ملے گی۔“[۱۷]

ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ نے بھی اس قصیدہ کے متعلق اپنی وقیع رائے ان لفظوں میں ظاہر کی ہے:

> ”ان کے قصیدہ مدیح خیر المرسلین کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ ان کا یہ قصیدہ اردو قصائد میں ایک منفرد اور امتیازی مقام کا مالک ہے۔“[۱۷]

اس قصیدہ میں جتنا مقامی رنگ اور جتنے ہندوستانی عناصر ہیں شاید کسی دوسرے نعتیہ قصیدہ میں نہ مل سکیں گے۔ چند منتخب اشعار متفرق جگہوں سے درج ذیل ہیں:

کتنا بے قید ہوا کتنا آوارہ پھرا
کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل

کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر
گھا گھر ا پر کبھی گذرا کبھی سوئے چمبل

چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل
نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

☆☆☆

سبزۂ خط سے ہوا ہونے لگی سرخیٔ لب
چمن حسن سے لال اڑ گئے بن کے ہریل

صاف آمادۂ پرواز ہے شاما کی طرح
پر لگائے ہوئے مژگان صنم سے کاجل

اک ذرا دیکھیے کیفیت معراج سخن
ہاتھ میں جام زحل شیشۂ مے زیر بغل

[۱۶] مذہب و شاعری: ڈاکٹر اعجاز حسین ص۔ ۱۹۸
[۱۷] لکھنؤ کا دبستان شاعری: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ص۔ ۴۲۲ نیا اڈیشن ۱۹۷۳ء

گرتے پڑتے ہوئے کہاں مستانہ رکھا پاؤں
کہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل

یعنی اس نور کے میداں میں پہنچی کہ جہاں
خرمن برق تجلی کا لقب ہے بادل

وصفی اندازِ نعت کے لیے درج ذیل اشعار ملاحظہ کریں:

باغ تنزیھ میں سرسبز نہالِ تشبیہ
انبیاء جس کی ہیں شاخیں عرفا ہیں کونپل

گل خوش رنگ رسول مدنی عربی
زیب دامان ابد طرۂ دستار ازل

نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اس قصیدہ کا اختتام بھی فنی نقطۂ نگاہ سے بے عدیل ہے۔

صف محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارہ سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

”نظم دل افروز“، چوتھا نعتیہ قصیدہ ہے جس کی تخلیق کے وقت شاعر کی عمر ۴۷ سال کی تھی، اس میں الفاظ و معانی دونوں نسبتاً آسان اور عام فہم ہیں۔

”انیس آخرت“ شاعر کا پانچواں نعتیہ قصیدہ ہے۔ یہ قصیدہ اس نے اپنی عمر کے اٹھترویں سال تخلیق کیا تھا، جب کہ عشق رسول اس کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔ اس کی زبان آسان ہے اور قصیدہ پختہ صاف ستھرا اور رواں دواں ہے۔ قصیدہ معرض بحث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری، آپ کے مراتب علیا اور معجزات و برکات کا ذکر خیر ہے۔ قصیدہ کی تمہید کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

نہیں آساں اٹھانا عشق کی چوٹیں دل و جاں پر
کلیجا ہاتھ بھر کا لائے جو ہو مرد میداں کا

”صبح تجلی“، محسن کی پہلی نعتیہ مثنوی ہے۔ اس میں (۱۸۶) ابیات ہیں۔ اور اس میں پیغمبر اسلام کی ولادت باسعادت کا ذکر بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں نادر تشبیہات اور قرآنی و احادیثی تلمیحات کی کثرت ہے۔ ڈاکٹر سید محمد عقیل نے لکھا ہے کہ ”محسن کی مثنوی“، ”صبح تجلی“ کی خوبصورتی زیادہ تر تشبیہات کی مدد سے

ابھرتی ہے۔''[۱۸] ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نے مثنوی معرضِ بحث پر اپنی ناقدانہ رائے حوالہ قرطاس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''پوری مثنوی میں محویت کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ ابیات مثنوی میں مستعمل ہر لفظ ادب و انصرام، عقیدت و محبت کی مرقع کشی کر رہا ہے۔ الفاظ کی صناعی اور معنویت کی بداعت و ندرت میں مکمل ہم آہنگی ہے۔[۱۹]''

چند ابیات بطور نمونہ ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

بیضاویٔ صبح کا بیاں ہے　　تفسیر کتاب آسماں ہے
ہے خاتمۂ شب دل افروز　　دیباچہ نگار نسخہ روز
آثار سحر ہوئے نمایاں　　سیپارہ لیے ہوئے دوراں
واللیل کا ختم کر چکا ہے دور　　آمادۂ دور والضحیٰ ہے
عنوانِ فلک ہے درِ منثور　　لوح زرّیں ہے سورۂ نور
اطراف بیاض مطلع صاف　　والفجر کے حاشیہ پر کشّاف

''فغانِ محسن'' شاعر کی دوسری مثنوی ہے۔ یہ ایک سو بیالیس ابیات پر مشتمل ہے اور ''نگارستان الفت'' تیسری مثنوی ہے، جس میں اشعار کی تعداد باون (۵۲) ہے۔ ان دونوں مثنویوں میں تخیل کی جولانی اور تفکر کی پرواز دوسری مثنویوں کی بہ نسبت نہیں کے برابر ہے، محسن کاکوروی کے کلام کا عام جوہر ''مضامین کی بلند پروازی، الفاظ کا شان و شکوہ، بندش کی چستی، استعاروں کی رنگینی اور قصہ طلب تلمیحات ہیں، جس میں ان کے معاصرین میں کوئی ان کا شریک نہیں بلکہ اردو شاعری میں اس کا جواب نہیں۔[۲۰]'' اسی لیے ان مثنویوں کو وہ شہرت نہ مل سکی، جو ''صبحِ تجلی'' یا ''چراغ کعبہ'' کو ملی۔

---

[۱۸] اردو مثنوی کا ارتقاء: ڈاکٹر سید محمد عقیل، ص۔۲۳۳

[۱۹] اردو شاعری میں نعت۔ ص۔۱۷

[۲۰] گل رعنا۔ حکیم عبدالحی ص۔۴۷۵

''چراغ کعبہ'' مولوی محسن کی چوتھی مثنوی ہے، جس میں (۴۶۷) ابیات ہیں اس مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں احادیث کی مدد سے معراج کے تمام احوال و کوائف بیان کیے گئے ہیں۔ چھبیس تمہیدی ابیات کے بعد حسب ذیل عنوانات کے تحت اشعار کہے گئے ہیں:

آغاز روایت، گریز، مدح جبرئیل، تمہید وصف براق، صفت براق، ورودِ جبرئیل، براق بر آستانہ شریف، تشریف آوری بیت اللہ، مسجد اقصیٰ، سیر فلک اول، فلک دوم، فلک سوم، سراپا فلک چہارم، فلک پنجم، فلک ششم، فلک ہفتم، بیت المعمور، بہشت و دوزخ، عرش و کرسی، مقام اعلیٰ اور خاتمہ و مناجات۔

محسن نے اس مثنوی میں واقعہ نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری، سراپا نگاری اور کردار نگاری کے جملہ خصائص کو برت کر ایک ماہر فن جوہری ہونے کے ثبوت دیئے ہیں، اس مثنوی میں واقعات کے تلازموں کا مکمل التزام کیا گیا ہے۔ مثال میں صرف ایک مقام ملاحظہ کریں ''آغاز روایت'' میں 'رات' 'حرم کعبہ' میں داخل ہوتی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ حدود حرم میں داخلہ پر اراکین حج کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے، اس لیے رات کو ان لوازم کا مکمل التزام کرتے ہوئے دکھلایا گیا ہے۔

بھیگی ہوئی رات آبرو سے　　داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے
اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام　　شبنم کی ردا بقصد احرام
گویا کہ نہا کے آئی فی الحال　　جھک جھک کے نچوڑتی ہوئی بال
کیا سعی صفا سے رنگ فق ہے　　سر سے پا تک عرق عرق ہے
نامحرموں سے چھپائے چہرہ　　پروین کو بنائے منہ کا سہرا
خوشبو وہ کہ ہار سمن کے　　لپٹے ہوئے بالوں میں دلہن کے
گرتے ہوئے ٹوٹ کر ستارے　　ہیں رمی جمار کے اشارے

مصطلحات نے مثنوی کو متوسط درجہ کے قاری کی دسترس سے باہر کر دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ نے درست لکھا ہے کہ ''مثنوی معرضِ بحث سے وہ شخص قطعاً

محظوظ نہیں ہوسکتا جو قرآن و احادیث سے خاطر خواہ واقفیت نہ رکھتا ہو۔‘‘[۲۱]

مثنوی ’’شفاعت ونجات‘‘، جس کا دوسرا نام ’’اسرارِ معانی دردِ عشق‘‘ ہے محسن کی آخری مثنوی ہے، اس مثنوی کی تخلیق کے وقت شاعر کی عمر ۶۷ سال کی تھی۔ یہ مثنوی اسم بامسمّٰی ہے۔ شاعر نے اس میں دردِ عشق کے اسرار معانی نظم کیے ہیں۔ مثنوی کے آغاز میں شاعر نے عشق سے تخاطب کیا ہے۔ شاعر پر جذبات عشق کا غلبہ ہے، لیکن شاعر کہیں بھی وفورِ جذبات میں جادۂ اعتدال اور آدابِ نعت کی حدود سے باہر نہیں ہوا۔ شاعر نے مثنوی کے افتتاح میں عشق کو اوقات میں رہنے کی صلاح دی ہے۔

ذرا عشق ادھر دیکھے بھالے ہوئے — قدم اے ستمگر سنبھالے ہوئے
نہ چلنا کہیں وہ قیامت کی چال — کہ لاشے شہیدوں کے ہوں پائمال

محسن نے اس مثنوی میں ابیاتِ نعت، عنوانات کے تحت رقم کیے ہیں۔ ہر عنوان تاریخی ہے، جس سے ۱۳۱۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ عنوانات ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

شرح حال روز قیامت، حشر وحشت افزا، طلب دعائے خیر نفوس قدسیہ، منبع الطاف احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شفاعت شفیع، خزانۂ رحمت، شفاعت مکرر، چشم داشت دعائے قبول۔

یہ مثنوی ’’چراغ کعبہ‘‘ کے بعد سب سے طویل مثنوی ہے۔ اس میں ابیات کی تعداد (۳۹۶) ہے۔ مثنوی موضوعات، عنوانات و مفاہیم اور زبان و بیان کے اعتبار سے کافی وقیع ہے، یہ مثنوی شاعرانہ لطافت اور مذہبی صداقت کا حسین سنگم ہے۔ مثنوی کا سارا مواد قرآن و احادیث سے مستعار ہے۔

’’طلب دعائے خیر نفوس قدسیہ‘‘ سے چند ابیات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔
موقع ومحل یہ ہے کہ نفسی نفسی کے عالم میں لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس شفاعت کی طلب گاری کے لیے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اعترافِ عجز کرتے ہیں۔

وہ بولے کہ پیش جہاں آفریں — نہیں مجھ کو کہنے کی طاقت نہیں
کئی باتیں مانند ’انی سقیم‘ — غلط کہہ کے میرا ہوا دل دو نیم

[۲۱] اردو شاعری میں نعت۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد ص۔۱۴۷

اسی سے ہے ہر دم مرا حال غیر — ملو جا کے موسیٰ سے یا دش بخیر

محسن نے ’’سراپائے رسول اکرمؐ‘‘ کے نام سے (۷۴) بندوں کا ایک مسدس لکھا ہے، جس کا تاریخی نام ’’حلیہ شریف نسل آدم صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ ہے۔ محسن کا یہ سراپا اردو شاعری کی تاریخ میں کافی اہم ہے۔ صنائع و بدائع اور تلمیحات و تشبیہات ایضاحِ مطالب میں معین و مددگار ہیں۔ محسن کو خود اس سراپا کی عظمت و جلالت کا احساس تھا، چنانچہ انھوں نے سراپائے معرض بحث کے آخری بند میں کہا ہے:

ہے یہ امید کہ جب گرم ہو بازار نشور
یوں کہے بادشہ بارگہ عالم نور
لو، سراپا ہمیں تم دو، عوض حور و قصور
میں کہوں واہ مجھے یہ نہیں ہرگز منظور
مفت حاضر ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں
کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

’’سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ سے ایک بند نمونہ کے لیے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

تو ہے داؤد نغم تو ہے سلیماں خاتم — فکر یحییٰ ہے تو ذکر زکریا ہر دم
خلعتِ خاص خلیل و برکات آدم — شکر یعقوبی و صبر دل ایوب بہم
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری [*]
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محسن نے نعتیہ رباعیاں بھی کہی ہیں۔ صرف ایک رباعی درج ذیل ہے۔

مولا کی نوازش نہاں کھلتی ہے — عزت مری پیش قدسیاں کھلتی ہے

[*] عربی کے کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے:
لکل نبیٍ فی الانام فضیلۃٌ
و جملتھا مجموعۃ لمحمد
(جلالین شریف ص۔۴۶۹۔حاشیہ۴)

کہہ دو کہ فلک گوش برآواز رہیں   مداح پیمبر کی زباں کھلتی ہے

محسنؔ کے نعتیہ کلام میں تغزل، ترنم، حسن معانی و بیان اور حسین ولطیف تشبیہات واستعارات کا استعمال قابل توجہ ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں لطافت اور تغزل کی جو چاشنی ملتی ہے، وہ نعت وغزل دونوں کا لطف دیتی ہے، ان کی وہ غزلیں، جن کے مطالع درج ذیل ہیں، نعتیہ غزلوں کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔

(۱) کھلے تھے لب نہ ابھی نالہ وفغاں کے لیے
کہ مانگی خیر فرشتوں نے آسماں کے لیے

(۲) حالت نہ پوچھ مری شیب و شباب کی
دو کروٹیں تھیں عالم غفلت کے خواب کی

معروضات ماسبق کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ محسنؔ کاکوروی اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک بہت معتبر اور قدآور نام ہے۔ وہ اردو کی نعتیہ شاعری میں ''حسان الہند'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

حالیؔ کا عہد:

حالیؔ کا عرصۂ حیات (۷۷) ستتر سالوں کو محیط ہے۔ ان کی حیات کی شمع ۱۸۳۷ء میں روشن ہوئی اور ۱۹۱۴ء میں بجھ گئی۔ آپ اردو ادب کی ایک قدآور شخصیت ہیں۔ نظم ونثر، تحقیق وتنقید، سوانح نگاری اور مکتوب نگاری ہر ایک میں آپ کے نمایاں کارنامے ہیں۔ ''مقدمہ شعروشاعری'' اردو تنقید کا دستور کہا جاتا ہے۔

مولانا حالیؔ کی تخلیقات کی امتیازی خصوصیات سلاست، روانی، حقائق وواقعات کا بیان اور مبالغہ سے احتراز ہے۔ آپ نے کرنل ہالرائیڈ ڈائرکٹر محکمۂ تعلیمات کے اشارہ پر لاہور میں ایک نئی قسم کی شاعری کی بنیاد ڈلی، جس میں مصرع طرح کے بجائے عنوانات دیئے جاتے تھے۔ اس طرح آپ کا شمار نظم جدید کے بانیوں میں ہوتا ہے۔

مولانا کے کلیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ہر صنف سخن میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے۔ انھوں نے جس خلوص نیت اور وفور عقیدت کے ساتھ اسلامی

اقدار کو اپنی شاعری میں، کلیدی حیثیت دی، اس کی مثال اقبال کے علاوہ اور کسی کے یہاں نہیں ملتی، بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''پرانی غزلوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری کا شاید ہی کوئی جزو ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور پیغام کا عکس صاف نظر نہ آتا ہو'' ۲۲؎ غزل، قصیدہ، رباعی، مخمس، اور مسدس ہر ہیئت میں ان کی نعتیہ کاوشیں موجود ہیں۔

مولانا حالیؔ نے ''کے لیے'' ردیف اور ''آسمان'' ''دو جہان'' وغیرہ قوافی میں (۳۲) اشعار کا ایک نعتیہ قصیدہ کہا ہے۔ اس قصیدہ میں لفظی صناعیوں اور غیر ضروری مبالغہ آرائی سے احتراز کیا گیا ہے۔ محمد عربی کی نعت میں وصفی پیرایہ بیان اپنایا گیا ہے اور حقیقتِ شب معراج کے انکشاف اور اعتراف عجز کے مضمون کے ساتھ نعتیہ قصیدہ کو پایۂ اختتام تک پہنچایا گیا ہے۔ چند اساسی اشعار ملاحظہ ہوں:

بنے ہے مدحت سلطان دو جہاں کے لیے
سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے
وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں
عداوت اس کی عذاب الیم جاں کے لیے
نہ حرف وصوت میں وسعت نہ کام ولب میں سکت
حقیقت شب معراج کے بیاں کے لیے
حریف نعت پیمبر نہیں سخن حالیؔ
کہاں سے لایئے اعجاز اس بیان کے لیے

حالیؔ کا دوسرا نعتیہ قصیدہ پہلے قصیدہ کی بہ نسبت طویل ہے۔ اس نعتیہ کاوش کی تمہید میں 'تعلّی وتفاخر' کے مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ گریز بہت برجستہ اور دلاویز ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھیڑوں گر فسانۂ فرہاد   دل خسرو میں ڈالدوں ناسور

۲۲؎ اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر فرمان فتح پوری ص۔۷۱۔ آئینہ ادب چوک مینا بازار انارکلی لاہور۔ اشاعت اول ۱۹۷۴ء

کرنے جاؤں جو حق سے عذر گناہ　　لے کے آؤں نوید عفو و قصور
لوں ملائک سے داد حسن کلام　　گر لکھوں نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ امتی جس کا　　یاں سبکسار اور واں ماجور
مژدہ اے امت ضعیف کہ یاں　　سعی ہوتی ہے بے کیے مشکور
اے ترا پایہ، فہم سے برتر　　اے ترا نام عرش پر مسطور

اس نعتیہ قصیدہ میں شاعر نے اپنی خامیوں اور بے سروسامانیوں کا تذکرہ کیا ہے اور آخر میں یاس و حرماں کے مابین امید کی کرن دیکھ کر کہا ہے:

ہاں مگر کچھ امید بندھتی ہے　　تیرے زمرے میں گر ہوا محشور
جب ترے کارواں میں جا پہنچا　　پھر رہا باب خلد کتنی دور
دوریٔ آستاں والا سے　　ہے بہت تنگ حالیؔ مہجور

دیوان حالیؔ میں ایک خطابیہ نعت بھی شامل ہے، جس کا مطلع ذیل میں رقم کیا جاتا ہے:

یا ملکی الصفات یا بشری القویٰ　　فیک دلیلٌ علی انک خیر الوریٰ

اس نعت میں (۲۵) اشعار ہیں۔ انداز بیان موجز ہے اور ہر مصرع میں کسی نہ کسی واقعہ عظیم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پوری نعت میں وصفی انداز بیان اپنایا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شان رسالت کی تھی تیری جبیں سے عیاں
گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جدا
گلہ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو
گلۂ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا

قرآن اقدس میں آپ کے اخلاق کی تعریف میں کہا گیا ہے ''**انك لعلى خلق عظيم**'' (بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں) جب قوم کا غلبہ تھا، تو آپ نے ان کے مظالم برداشت کیے اور جب آپ کو غلبہ حاصل ہوا، تو آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ اس مضمون کو حالی نے اس طرح ادا کیا ہے:

خاک تھی جس ملک کی مزرعِ شر و فساد
تو نے اسی کو دیا ارض مقدس بنا
تو نے تحمل کیا قوم کا غلبہ تھا جب
جب ہوئی مغلوب قوم تو نے ترحّم کیا

تشبیہات عام فہم اور اثر انگیز ہیں، کیونکہ وہ روزمرہ کی زندگی سے لی گئی ہیں۔

اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت
جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اٹھے گھٹا
اٹھے بہت مدعی جیسے کہ ساون میں گھاس
مزبلہ پر چند روز پاتی ہے نشو و نما

تلمیحات کے سہارے ایجاز پیدا کرنے کے سلسلے میں حالیؔ کا درج ذیل شعر ملاحظہ کریں۔

رہ گیا نام شجاع کذب میں ضرب المثل
اسود و ابن کثیر خوار ہوئے برملا

درود و سلام کا نیا انداز ملاحظہ کریں:

تجھ پہ صلواۃ و سلام رب سمٰوٰت سے
روز و شب و صبح و شام قدر رمال وحصیٰ

حالیؔ کی رباعیاں بھی وصفی انداز کی ہیں۔ ایک رباعی نمونہ کے لیے ذیل میں درج کی جاتی ہے:

بطحائے عرب کو محترم تو نے کیا　　اور امیوں کو خیر امم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا عرب و تتار　　بچھڑے ہوئے گلہ کو بہم تو نے کیا

لیکن حالیؔ اردو کی نعتیہ شاعری میں مسدس ''مدوجزر اسلام'' میں مشمول نعتیہ بندوں کی وجہ سے زندہ ہیں۔ ویسے تو پورے مسدس میں روح نعت جاری و ساری ہے لیکن اس کے کئی بندوں میں خالص نعتیہ مضمون نظم کیا گیا ہے۔ حالیؔ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے غیر ادبی

موضوع کو ادبی بنادیا۔ مسدس کے ہر مصرع میں ایک جوش، ایک ولولہ ہے۔ جس کے دم پر شاعر نے اتنی طویل ومربوط نظم لکھ ڈالی۔ مسدس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد رقم طراز ہیں ”مسدس میں نہ روایتی آراستگی ہے، نہ تشبیہات واستعارات کا طمطراق، نہ حسن و عشق کی رنگینی ہے نہ خیال بندی، نہ مضمون آفرینی ہے نہ مبالغہ آرائی یا لفظی صناعی۔ اصلیت سادگی اور جوش کی، جو کہ حالی کے نزدیک ارا کین شاعری ہیں، ہر جگہ حکمرانی ہے“ ۲۳ حالی کی تمام شعری خصوصیات مسدس میں جمع ہیں۔ مسدس کی تحریک میں سرسید کا بڑا ہاتھ ہے، جس کا اعتراف حالی نے دیباچۂ مسدس میں کرتے ہوئے کہا ہے ”ایک ٹوٹی پھوٹی نظم اس عاجز بندہ کی بساط کے موافق تیار ہوگئی اور ناصح مشفق سے شرمندہ نہ ہونا پڑا۔“ ۲۴

حالی کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نعت سے مردہ دلوں میں زندگی کی امنگ پیدا کرنے کا کام لیا۔ انھوں نے اقوال نبی اور افعال رسول کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ عالم انسانیت ان میں اپنا مداوا تلاش کرے۔ حالی سے پیشتر نعت گوئی میں نعت برائے نعت کا جذبہ کارفرما تھا یا پھر حب رسول میں سوز دروں کا اظہار انبساطِ خود کے جذبہ کے تحت کیا جاتا تھا۔ حالی نے نعت کے ذریعہ مسلمانوں کو ماضی کا پروقار چہرہ دکھلایا ہے پھر اس کا مقابلہ حال کے کمھلائے اور پژمردہ چہرہ سے کیا ہے۔ آخر میں وہ گر بتلاتے ہیں جس سے چہرہ کی جھریاں اور اس کی خشونت مٹ سکے اور چہرہ پھر ماضی کی تروتازہ اور شاداب حالت پر عود کر آئے۔

حالی نے تلمیحات کے سہارے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا نقشہ دلاویز اسلوب میں کھینچا ہے۔ ملاحظہ ہو:

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت　　بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت　　چلے آتے تھے جس کی دیتے بشارت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

۲۳　اردو شاعری میں نعت۔ص۔۲۴۷
۲۴　دیباچہ مسدس: حالی

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے۔ آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم کا خمیر مٹی اور پانی کے درمیان تھا، لیکن آپ نے اعلان نبوت چالیس سال کی عمر میں کیا۔

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت　　کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت　　کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت
یہ چالیسواں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

مسدس کے ان دو بندوں کے بعد حالی نے ایک جاندار نعت کہی ہے، جس میں وصفی انداز بیان کے ذریعہ نبی امیؐ کے ان اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے آپ کا محسنِ انسانیت ہونا واضح ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا
خطا کار سے درگزر کرنے والا　　بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا　　قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا　　کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

حالی نے نبی صلی اللہ کی زبانی توحید کی تعلیم نظم کر کے نعت میں حمد کو مدغم کر دیا ہے اور یہ کائناتی صداقت نظم کی ہے کہ کسی کی حد سے زیادہ تعریف، تعریف نہیں تنقیص

ہوتی ہے۔متعلقہ بند ملاحظہ ہوں:

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اس کی ہے سرکار اطاعت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
نصاریٰ کے مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرافگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

مسدس کی زبان کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے بالکل درست ہے کہ ”معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاف شفاف نہر کسی ہموار ترائی میں آہستگی سے بہتی چلی جارہی ہے نہ کہیں رکاوٹ ہے نہ لفظ میں گرانی ہے۔نہ قافیہ کی تنگی ہے، زبان میں گھلاوٹ، بیان میں حلاوت،لفظوں میں نفاست اور ترکیبوں میں لطافت ہے۔ ہماری زبان میں سہل ممتنع کی یہ بہترین مثال ہے۔“ [۲۵]

”شکوۂ ہند“ مصنفہ حالی میں مشمول مناجات،نعت کی دنیا میں غیر معمولی وقعت کی حامل ہے، کیونکہ اس میں امت کا حال زار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا ہے اورآپ سے دعا کی التجا کی گئی ہے۔صرف دوشعر ملاحظہ ہوں:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعاء ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

۲۵ مقدمہ مسدس حالی: حالی ص۔۴۴ صدی اڈیشن ۱۹۳۵ حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

اردو نعت کو حالی کے دین یہ ہے کہ اس نے نعت کو مقصدیت سے روشناس کیا اوراسے اخلاقی مضامین سے مزین کیا، جس کی پیروی بعد کے شعراء نے کی بالخصوص اقبال کا سارا شاعرانہ تفکر حالی سے متاثر ہے۔

علامہ شبلی نعمانی:

علامہ شبلی نعمانی کی نعتیہ شاعری میں بلا کا اثر ہے، ان کی نعتیں قاری کے دل میں محمد امی کی عظمت وجلالت کا سکہ بٹھالتی ہیں۔سیرت رسول بیان کرنے میں مبالغہ کے ذریعہ جاذبیت پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں لیکن شبلی کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے دلاویزی کا کام اپنے منفرد پیرایۂ اظہار سے لے کر سیرت کی حامل نعتوں کو اثر آفرین بنا دیا ہے۔

شبلی کی نعتیں اس زمانہ میں معرض وجود میں آئیں جب کہ اسلامی دنیا پر مصائب وآلام کی یورش ہورہی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی تھی۔ ایک طرف وہ انگریزوں سے برسر پیکار تھے اور دوسری طرف فرقہ وارانہ فسادات سے نبردآزما تھے۔ بلقان کی جنگ بھی اسی دوران لڑی جارہی تھی۔ان تمام باتوں کا اثر مولانا کے دل پر پڑا۔اسی لیے جب اس دل سے نعتیہ شاعری نکلی تو اس نے سبھوں کو متاثر کیا۔

حبّ رسول کا تقاضہ یہ ہے کہ زندگی میں انقلاب آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ پیدا ہو۔ہجرت کا واقعہ بہت سے شعراء نے نظم کیا ہے، لیکن شبلی نے اس واقعہ کو ایسا شعری جامہ پہنایا ہے کہ اس سے ایک محبّ کی محبوب سے محبت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔چنداشعار ملاحظہ ہوں:

جب کہ آمادۂ خوں ہوگئے کفار قریش
لاجرم سرور عالم نے کیا عزم سفر

کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
ایک فقط حضرت بوبکر تھے ہمراہ رکاب
ان کی اخلاص شعاری جو تھی منظور نظر
رات بھر چلتے تھے دن کو کہیں چھپ رہتے تھے
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں
تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیم جاں، خوف عدو، ترک غذا، سختی راہ
ان مصائب سے ہوئی اب شب ہجرت سے سحر

علامہ شبلی نے واقعات کی نقشہ کشی اس طرح کی ہے کہ ان کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں۔ محمد عربی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا رہے ہیں۔ انصار مدینہ ہمہ تن انتظار بنے ہوئے ہیں کہ مژدہ آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدینہ کو مشرف کر دیا ہے۔ شبلی نے اس واقعہ کو اتنے جاندار طریقہ پر نظم کیا ہے کہ محاکات نگاری کا پورا حق ادا ہو گیا ہے۔

آل نجار چلے شہر سے ہوکر تیار
زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
دفعتاً کعبۂ شاہ رسل آپہنچا
غل ہوا صل علیٰ خیر اناسٍ و بشر
جلوۂ طلعت اقدس جو ہوا عکس فگن
دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک نور بصر

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہینؔ

طور سے حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی
آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کا درس دیا۔ علامہ شبلی نے اپنی ایک نعت میں مساوات کا عملی نمونہ دکھلایا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی ہے، نبی امی، انصار و مہاجرین کے ساتھ مسجد کے تعمیری کام میں منہمک ہیں۔ مولانا شبلی کے لفظوں میں سماعت فرمائیں:

انصار پاک اور مہاجر تھے جس قدر
مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا
اک اور نفس پاک بھی ان سب کا تھا شریک
سینہ غبار پاک سے سب گرد فام تھا
سمجھے کچھ آپ کون تھا ان کا شریک حال
یہ خود وجود پاک رسول امام تھا
جو وجہ آفرینش افلاک و عرش ہے
جس کا کہ جبرئیل بھی ادنیٰ غلام تھا

اسماعیل میرٹھی:

اردو کی نعتیہ شاعری میں اسماعیل میرٹھی کا نام حالی کے پیرو کی حیثیت سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی شاعری میں قومی اصلاح کا جذبہ، فکری صلابت اور بیانیہ انداز کو رائج کرنے کا رجحان ہے۔ صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

خلیل حق کی تھی جو اشارت　　اور ابن مریم کی جو بشارت
ظہور احمد تھی عبارت　　سمجھ گئے صاحب بصارت

مولانا احمد رضا خاں صاحب:

مولانا کا نعتیہ کلام حدائق بخشش کے تین حصوں میں مشمول ہے۔ صاف سادا

عام فہم الفاظ، ستھری نتھری زبان اور شگفتہ و برجستہ پیرایۂ بیان، علامہ موصوف کے نعتیہ کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ مولانا کو محاوروں اور روزمرہ کے استعمال پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ ان کے کلام میں تلمیحات کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے۔ تبحر علمی کی وجہ سے مولانا کے اکثر قصیدے دقیق اور عسیر الفہم ہوگئے ہیں۔ اٹھاون اشعار پر مشتمل صرف ایک قصیدہ میں مستعمل محاوروں میں سے اہم محاورے ملاحظہ ہوں:

باڑا بٹنا، توڑا ہونا، ٹورا لینا، کلمہ پڑھنا، صدقہ لینا، سونا چڑھنا، سہرا ماتھے پر رہنا، بخت جاگنا، ستارہ چمکنا، دن دونا ہونا، بول بالا ہونا، لہرا بجنا، کلیجا ٹھنڈا ہونا، مچلکا لکھ دینا، لو لگانا، ذرا سا منھ نکل آنا، چھینٹا پنپا، آنکھیں مانگنا، ماتھے ٹیکا ہونا، آئینہ اوندھا کرنا، گرمی کا جھلکا لانا، دل کا کنول کھلنا، اپنے قدموں پھرنا، اشارہ پر چلنا، بے حکم پر مارنا، دو ورقہ لکھنا، چار چاند لگانا، وغیرہ۔

شاعر نے یہ نعتیہ اشعار غزل کے ارادہ سے کہے تھے، لیکن وفور جوش و عقیدت نے مضامین کو طول دے کر غزل کو قصیدہ بنا دیا۔ احمد رضا خاں صاحب نے مقطع میں اس امر کا اعتراف یوں کیا ہے۔

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اس میں بانیٔ اسلام کا سراپا استعارات کے پردے میں نظم کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا استعمال برجستہ اور فطری ہے، دقیق سے دقیق مسائل عام فہم انداز میں سمجھائے گئے ہیں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں علم ہیئت اور نجوم کی اصطلاحات نے نعتیہ قصیدہ کو دقیق بنا دیا ہے اور قصیدہ کو عام قاری کی دسترس سے باہر کر دیا ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن

موصوف نے اس میں مدینہ منورہ، اسلام، مکہ معظّمہ اور کعبہ سبھی کو استعارات کے پردے میں نظم کیا ہے، مومنؔ نے بھی قصیدوں میں علم نجوم اور ہیئت کی اصطلاحات استعمال کی ہیں لیکن ان کے قصیدے دلاویزی میں احمد رضا خانصاحب کے اس قصیدے سے کم تر ہیں۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں اس قدر دلاویز اس قدر تمکنت خیز و پُروقار اور اس قدر شگفتہ استعارات سے معمور قصیدہ کا وجود عنقا ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ نعت بھی اپنے رنگ میں منفرد ہے جس کے ہر شعر میں عربی، فارسی اور بھاشا کے فقرے اس طرح جمع کیے گئے ہیں کہ ہر فقرہ اپنی جگہ مکمل ہے اور بھاشا کے فقرے عربی کے نعتیہ فقروں کی توضیحات ہیں اس کی مثال مولانا سے پہلے صرف ایک شاعر کے یہاں ملتی ہے اور وہ شاعر فتح پور (یوپی) کے عبدالرحیم متخلص بہ رحیمؔا ہیں، جنھوں نے ایک نعتیہ کاوش کے ہر شعر میں نعت کے مضمون کو اردو، فارسی، عربی اور بھاشا چار زبانوں میں نظم کیا ہے۔ ۲۶

احمد رضا خان صاحب کی محولہ بالا نعت کا افتتاحی شعر ملاحظہ ہو:

لم یات نظیرک فی مثلٍ، مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کا تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

نعت کا آخری شعر اس بات کو منکشف کرتا ہے کہ رضاؔ نے یہ اشعار دوستوں کی فرمائش پر کہے تھے۔ یہ ان کا رنگ نہیں ہے:

میں خامہ خام نوائے رضا یہ طرز میری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

مولانا کی وہ نعت بھی قابل ذکر ہے، جو موصوف نے حج بیت اللہ کے بعد مکہ سے مدینہ کے مبارک سفر کے عزم پر لکھی تھی۔ اس نعت میں داخلیت کی کارفرمائی ہے اور کتنے دلکش انداز میں مدینہ منورہ کو کعبہ کا کعبہ کہہ کر، محبوب رب العالمین، کی ترکیب کو محاورہ کی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔

---

۲۶ اردو شاعری میں نعت ص۔۶۰۶

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اس نعت کا انداز عام فہم اور خاص پسند ہے۔ الفاظ صاف، سادا، رواں دواں ہیں، اس سلسلہ میں ان کی دوسری دو نعتوں کا تذکرہ بھی غیر ضروری نہ ہوگا، جو اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں، دونوں نعتوں کا پہلا شعر ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

☆☆☆☆☆

قافلہ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

عبدالرحیم رحیمؔا:

عبدالرحیم فتح پور ہنسوہ کے قصبہ چیت عیسیٰ پور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے اردو، عربی، فارسی اور بھاشا میں اچھی نعتیں کہی ہیں۔ آپ کی یہ نعتیں آپ کی تخلیق ''مولود شریف موسومہ انتخاب رحیمی عرف رحیم بانی'' مطبوعہ ۱۳۲۷ھ = ۱۹۰۹ء میں شامل ہیں۔

مصنف نے نعتوں کے عنوانات متعین کر دیئے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کون سی نعت کس زبان میں ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۔ سندلیس مدینہ بزبان بھاشا
۲۔ قصیدہ اردو در تصوف وحدانیت ونعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ قصیدہ در ترتیب محفل میلاد شریف بزبان اردو
۴۔ قصیدہ در نعت بزبان اردو
۵۔ مخمس بھاکا بر غزل مولانا خسرو در نعت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ قصیدہ اردو بسلام سرور

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہینؔ

۷۔ نظم فارسی در نعت رسول مقبول
۸۔ دادرہ تمنائے جانب حضور رسول دو جہاں بزبان بھاکا
۹۔ مثلث بزبان بھاشا در پیدائش نور کرامت ظہور سرور عالم
۱۰۔ قصیدہ در میلاد شریف جناب رسول مقبول اردو
۱۱۔ مبارکباد پیدائش سروری بزبان اردو
۱۲۔ سلام فارسی بہ میلاد رسول مقبول
۱۳۔ مسدس بھاکا ڈنڈوت میت مرنجن
۱۴۔ مخمس بزبان بھاکا بر غزل قدسی
۱۵۔ بھجن معجزات
۱۶۔ قصیدہ در نعت بایں وصف کہ در ہر شعر مضمون بچہار زبان نوشتہ یعنی بھاکا، اردو وفارسی وعربی
۱۷۔ قصیدہ اردو در شان حضور رسول مقبولؐ
۱۸۔ سرگ پیاں ہریتوادرس نرنجن مانہ یعنی معراج رسولؐ
۱۹۔ دادرہ فارسی باشتیاق کعبہ
۲۰۔ برنک برن محمدی بھجن بھاکا
۲۱۔ پوربی بزبان ہندی در شان نبوی
۲۲۔ ٹھمری در نعت بزبان بھاکا

رحیمؔا کو زبان و بیان پر زبردست قدرت اور مذہب و تاریخ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ وہ صنائع و بدائع اور تلمیحات کا استعمال لطافت اور ندرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایجاز و اختصار پر ان کو معجز قدرت حاصل ہے۔ شیفتگی وخلوص ہر جگہ موجزن ہے۔ ان کی طبیعت جدت پسند واقع ہوئی تھی۔ نعت کے ہر شعر کو چار زبانوں میں لکھنا ان کی اس افتادِ طبع کی غمازی کرتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خدایا تیری دربار میں دعائے رحیمؔ   مدینہ مجھ کو دکھا سید زبان کے لیے
رحیم حزیں کو بلالو محمد   کہ مدت سے عاصی جدا ہو رہا ہے

السلام اے مالک ملک شہود | السلام اے والیٔ شہر وجود
محمد کے شائق تھے توریت پڑھ کر | ہو فرخندہ موسائے عذب اللسان کو
خبر تھی جو انجیل میں اون کے دم کی | ہو فرخ یہ عیسائے روح رواں کو
جو بے تاب، دیدار سے مطلّب ہے | مبارک پسر زادہ ہو دادا جان کو
موہت ہے تمہارے بھگوانا، دیکھ معاصی اہل زمانہ | کر دظہور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
عاشق خاص محمدؐ ہے رحیمؔ مسکیں | یہ نہیں سوز و بکا ترا دکھانے کے لیے

ظفر علی خاں:

مولانا ظفر علی خاں کا شمار محبین رسولؐ کی فہرست میں ہوتا ہے۔آپ کی مخلص عقیدت کے ثبوت آپ کے نعتیہ سرمایہ میں ملتے ہیں۔آپ کی وہ نعتیں، جن کے عنوانات ذیل میں درج ہیں کافی مشہور اور وقیع ہیں: ''فریاد بحضور، سرور کونین، صلوا علیہ وآلہ، رحمۃ للعالمین، شب معراج، التجا بحضور سرور کائنات، جشن میلاد النبی، صاحب قاب قوسین، اوادنیٰ، عرش سے فرش تک، مقام محمود، تاجدار عرب وعجم، فخر رسل، عشق رسول، نور حقیقت، صاحب معراج، نوید مسیح، چشمۂ آب بقا، اللہ والے، **انک انت الاعلیٰ**، **من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ**، شان مصطفویؐ، عالم وعامل، شان احمد مجتبیٰؐ اور اطاعت واستطاعت۔''

مولانا کی نعتوں میں افادتی پہلو حاوی ہے۔مولانا حالؔی کی طرح آپ کی نعتوں میں بھی اصلاحی اور مصلحانہ رنگ غالب ہے فرق یہ ہے کہ حالؔی نے امت مسلمہ کے حال زار پر آنسو بہائے ہیں۔نالۂ وشیون کے مابین قوم کو اس کی گذشتہ عظمت کا احساس دلا کر ماضی وحال کے موازنہ کے ذریعہ قوم کی اصلاح کی ہے جب کہ مولانا ظفر علی خاں نے آہ و نالہ نہ کر کے پرجوش اور دلاویز انداز بیان کے ذریعہ اصلاحِ قوم کی خدمت انجام دی ہے دونوں کا مقصد قوم کی اصلاح تھا اس لیے دونوں نے جو زبان استعمال کی ہے وہ صاف سادہ رواں دواں ہے تا کہ ان کی نعتیں عام وخاص ہر ایک کی دسترس میں رہیں۔مولانا ظفر علی خاں کا نعتیہ سرمایہ اردو ادب میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاقؔ فرماتے ہیں:

''وہ جمال محمدی کا فریفتہ بن کر اسوۂ محمدی کی تجلیوں کے

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

لیے بے تاب رہتا ہے۔وہ صفات محمدی میں زندگی کی تعمیر کے سامان کا متلاشی ہے۔اس کے نزدیک محمدؐ کا نام ہر عقدہ کشائی کے لیے اسم اعظم کا حکم رکھتا ہے۔''[۲۷]

وہ اپنی دعاؤں میں تعمیم کا پہلو اپناتے ہیں اور دربار نبوی میں امت کے لیے سطوت کبریٰ کے تاج اور اس کے لا علاج امراض کے درمان کے خواستگار ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جاگ او یثرب کے میٹھی نیند کے ماتے کہ جاگ
لٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تیری امت کا راج

ظفر علی نے اپنی نعت ''نذر عقیدت'' میں یہ عقیدہ نظم کیا ہے کہ کائنات اور اس کی ساری برنائی ورعنائی نبی امی کے دم خم سے ہے۔'' صاحب قاب قوسین میں واقعات معراج بدیع ونادر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔دو ایک شعر ملاحظہ ہوں:

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو
جو ما سوائی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے وہ نورد جادۂ اسریٰ تم ہی تو ہو

اختصار، ایجاز اور اطناب کا سہارا لے کر اوصاف نبی کے بیان میں مولانا کی وہ نعت جس کا مطلع درج ذیل ہے کافی دلاویز ہے

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی دنیا کی سب بازاروں میں

عزیز لکھنوی:

''گل کدہ'' عزیز لکھنوی کی غزلوں کا مجموعہ اور ''صحیفہ ولا'' قصائد وسلام اور قطعات ورباعیات کا مجموعہ ہے۔عزیز کو مذہب سے خاص شغف تھا۔ان کے تمام

۲۷ اردو میں نعتیہ شاعری: ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ص۔۴۱۰

قصائد مذہبی ہیں، ان کے نعتیہ قصائد کے عنوانات رقم ذیل ہیں:

۱۔ قصیدہ بہاریہ نوروز مکالمہ حسن وعشق تخلص بہ نعت سرور کائنات بہ پیرائے تغزل موسومہ ''حسن وعشق''

۲۔ قصیدہ در عشق موسم اروی و برج از حالات ولادت انسان کامل عین العالم حقیقۃ الحقائق مرأت الصفا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موسومہ بہار ربیع

۳۔ قصیدہ معراجیہ در نعت

۴۔ نوید بعثت

۵۔ سرجوش حرا در حالات بعثت حضرت سرور کائنات

۶۔ نور ہدایت در زینت افزائے ئہ کاخ افلاک مخاطب بہ خطاب لولاک خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ شمع رسالت آراستگی عروس مضامین بمدحت رحمۃ للعالمین المخاطب بہ طٰہٰ ویٰسین

۸۔ مرأت الصفا در نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۹۔ شارع الاسلام

صحیفہ ولا میں نعتیہ قصائد کے علاوہ چند نعتیہ نظمیں بھی شامل ہیں، جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

۱۔پیغمبر اسلام ۲۔قطعہ نعتیہ ۳۔فلسفی امیؐ ۴۔محمد مصطفیٰؐ

عزیز لکھنوی مختلف علوم وفنون کی مصطلحات تلمیحات، تشبیہات واستعارات کے استعمال اور لزوم مالا یلزم میں غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی نعتیہ کاوشوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نادر انداز کے ذریعہ تاریخی واقعات کی طرف بلیغ اشارے کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام کے اوصاف حسنہ کو موجز اور دلاویز اسلوب میں نظم کرتے ہیں۔ مثال میں مرقومہ ذیل دو شعر ملاحظہ کریں۔

عرب کے جاہل عرب کے سرکش کہ جن کا جوہر درندگی تھا
یہی ہے وہ فلسفی امی کہ جس نے اس قوم کو سنوارا

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

زمینِ شور عرب پہ آکر بنائے اخلاق اس نے ڈالی
وہی یتیموں کا آسرا تھا، وہی ضعیفوں کا تھا سہارا

حفیظؔ جالندھری:

نعتیہ شاعری میں حفیظؔ کا نام ان کے ''شاہنامہ اسلام'' کی وجہ سے زندہ رہے گا۔ شاہنامہ اسلام چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

حفیظ کو رسول پاک سے والہانہ محبت تھی، جس کے نتائج واثرات شاہنامہ کی جلدوں میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے ''سبب تصنیف'' کے ضمن میں تفصیل سے بتلایا ہے کہ فردوسیؔ نے ایران کو زندہ کیا۔ وہ توفیق ایزدی کا سہارا لے کر ایمان کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ شاہنامہ اسلام جلد دوم میں ''نغمہائے گفتنی در پیرایۂ سرگزشت مصنف'' کے تحت جو اشعار لکھے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حب رسول بچپن ہی سے ان کے سرشت میں داخل ہو گیا تھا۔

شاہنامہ اسلام کی امتیازی خصوصیت اس کا ایجاز واطناب ہے جس مضمون کے لیے شاعروں کو اشعار کی وافر تعداد درکار ہوتی ہے، حفیظ اسی مضمون کو چند شعروں میں ادا کر دیتے ہیں۔ شاعر نے نبی امی کے تفصیلی ذکر سے پیشتر خلافت انسانی، افزائش نسل آدم، نور احمدی اور حضرت خلیل اللہ کے اجمالی بیان کے بعد حضرت اسماعیل کا ذکر خیر قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور حضرت اسماعیل کو لے کر وادی غیر ذی زراع جا رہے ہیں۔ حفیظ نے اس مختصر سے قافلہ کا صحرائے عرب میں سفر صرف تین اشعار میں بیان کر دیا ہے، ان اشعار سے صحرائے عرب کی وحشت، اور رہروانِ قافلہ کا تقدس دونوں ہی عیاں ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

حفیظ کی صحرا کی دعا، شعریت سے معمور ہے۔ اس میں اس نے شعریت کے ساتھ تاریخی صداقت کا بھی مکمل لحاظ رکھا ہے۔

یہ ستر اونٹ، دو گھوڑے سیراب ہو جاتے
مجاہد وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے

حفیظ کو الفاظ کے استعمال اور ان کے انتخاب پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ شاعر نے جنگ بدر کی نقشہ کشی میں ایک مقام پر ''اڈتی، دوڑتی اٹھتی، بڑھتی، پھیلتی، اور چڑھتی کے ذریعہ معانی کی صحیح ترجمانی کی ہے، ہیجانی الفاظ پے بہ پے آکر اظہار مدعا میں شاعر کی معاونت کرتے ہیں۔

اڈتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

شاہنامہ جلد سوم میں شامل گیت حفیظ کا ایک شاہکار ہے یہ اس عربی گانے کا ترجمہ ہے جو مخالفِ اسلام قریش خواتین نے گایا تھا۔ الفاظ سبک شیریں، رواں دواں ہیں اور لہجہ میں لطافت، نسوانیت اور غنائیت ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

ہم بجلیاں انوار کی ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی ہم مشعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم جیسے چلیں کبک دری
رکھتی ہیں سرسینوں پہ ہم با صدادائے دلبری
ہم طلسم رنگ و بو

حسن نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک بو

حمید صدیقی:

حمید نے ساری زندگی محبوب حسن مطلق کی نعت خوانی میں گذاردی انھوں نے خود لکھا ہے کہ ''اب مجھے سوائے ذکر دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی صنف شاعری محبوب نہیں۔'' ۲۸

حمید کی نعتوں کا مجموعہ ''گلبانگ حرم'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، جس میں ۳۲۰ صفحات ہیں ۲۷۳ سے ۳۱۷ صفحات تک غزلیات شامل ہیں۔ غزلیات کے علاوہ جو کچھ بھی کہا گیا ہے، عنوانات قائم کر کے کہا گیا ہے۔

حمید نعتیہ شاعری میں آدابِ نعت کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ وہ عشق نبی میں سرشار اور شیفتگیِ رسول میں دیوانہ ضرور ہیں، لیکن ان کا شمار ان دیوانوں میں ہوتا ہے، جو ''بکار خویش ہوشیار'' ہو۔ وہ بہرحال ہمہ آن یہ یاد رکھتے ہیں کہ ان کا ممدوح، ممدوحِ رب العالمین ہے، اسی لیے وہ دیوانگی میں بھی قرینے کی باتیں کرتے ہیں۔ مستی و سرشاری کے عالم میں اس قدر ہوشیاری اور پاس ادب بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے وہ خود کہتے ہیں:

رہے پاس ادب ائے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں
آرام گہ سید لولاک کی جانب
اٹھنا نگہ شوق کا بھی بے ادبی ہے

مناظر احسن گیلانی نے درست لکھا ہے کہ:

''اول سے آخر تک باوجود انتہائی وارفتگی کے ذہن باختگی سے ان کا دامن بچا رہا۔'' ۲۹

حمید کی زبان تکلّفات و تصنّعات سے یکسر عاری صاف سادہ ہے۔ بحروں میں

۲۸ گلبانگ حرم: حمید صدیقی ص۔۴۵ نامی پریس لکھنؤ
۲۹ گلبانگ حرم ص۔۲۰

ترنم وروانی اور مضامین میں شگفتگی اور لطافت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مصلحت ہوگی کوئی اس میں مرے آقا کی
شکوۂ غم ارے نادان نہ ہونے پائے
یہ تو مشکل ہے کہ طیبہ سے رہیں ہم محروم
اور پھر دل بھی پریشان نہ ہونے پائے
یہ بھی اک راز ہو شاید مری ناکامی کا
تاکہ اغیار کا احسان نہ ہونے پائے
دل کا جو حال ہے آئینہ ہے سب ان پہ
منھ سے اظہار مری جان نہ ہونے پائے

بہزاد لکھنوی:

بہزاد کا نام سردار احمد ہے۔ آپ کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں، جن میں نغمہ طور، کیف وسرور، موج طہور، اور چراغ طور نے کافی شہرت حاصل کی۔ ایک سو پندرہ نعتوں کا مجموعہ ثنائے حبیب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں پہلی شعری کاوش 'حمد' کے عنوان سے ہے۔ نعتیہ سبھی کاوشیں نعتیہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ اس مجموعہ میں ''بیان مدینہ'' کے عنوان سے ۳۰، نعت کے عنوان سے ۱۷، دورد وسلام کے عنوان سے ۲۵، محمد شبِ ولادت کے عنوان سے ۴۳ نعتیہ کاوشیں شامل ہیں۔ بہزاد کی سوگیتوں کا ایک دوسرا مجموعہ ''موجِ نور'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

بہزاد کے نعتیہ گیتوں میں جذبہ کا لوچ، ہندی زبان کی دھیمی لے، نغمگی، گھلاوٹ اور نکھار ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

چلو آؤ چلیں یثرب نگری   یہاں ہند میں ہے بڑی دردسری
وہاں رونے والے روتے ہیں
اور داغ گنہ کے دھوتے ہیں
وہاں ذرے سے سورج ہوتے ہیں

کب تک یہ رہے گی بے خبری   چلو آؤ چلیں یثرب نگری
ارے جانے والے جا بھی چکے
بگڑی کو اپنی بنا بھی چکے
اس در پہ سر جھکا ہی چکے
اب شاخ تمنا کر کے ہری   چلو آؤ چلیں یثرب نگری

بہزاد نے اپنی ایک نعتیہ کاوش میں بانی اسلام کے اوصاف کے بیان کے مابین آداب نعت بیان کیے ہیں۔ اس کے نزدیک دل میں خلوص پیدا کرنا، ہمہ تن گوش بن جانا، ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور لب پر درود وسلام جاری رکھنا، آداب نعت میں خاص مقام رکھتے ہیں:

شرف الانبیاء کی یہ نعت ہے   نازش دوسرا کی نعت ہے
گوش دل سے سنو ادب سے سنو   حضرت مصطفیٰ کی یہ نعت ہے
دل میں پیدا کرو خلوص و وفا   پیکر صد وفا کی یہ نعت ہے
جس کی ہر ادا پر حق شیفتہ   اس حسیں پر ادا کی یہ نعت ہے
جس کی ہر سانس تھی خدا کے لیے   ہاں اسی ناخدا کی یہ نعت ہے
کیوں نہ بہزاد میں پڑھوں جھوم کر   میرے قلب آشنا کی یہ نعت ہے

بہزاد کو نعت اور نعت کے موضوعات سے طبعی دلچسپی تھی ان کے کلام میں آورد سے زیادہ آمد ہے۔ خیال آفرینی، بیان کی شیرینی، تہذیبی متانت، شائستگی، جذبہ کی صداقت، جادۂ اعتدال کی استقامت، تغزل اور رعنائی خیال ان کی نعتیہ شاعری کی ممتاز خصوصیات ہیں۔

اختر شیرانی:

اختر شیرانی کی نعتیہ کاوشوں میں ایک معتدل ومتوازن اور کیف آور گداز ہے۔ ان کی نعتیہ نظمیں مترنم اور شیریں ہیں، لیکن ان میں گہرائی اور بے چین کر دینے والے تموّج کا فقدان ہے۔ انھوں نے ایک نعتیہ نظم میں پیغمبر اسلام کے سبب تخلیق کائنات

ہونے کا مضمون بڑی ندرت کے ساتھ نظم کیا ہے۔ دو ایک شعر ہدیۂ ناظرین ہیں۔

مسند نشیں عالم امکان تمھیں تو ہو
اس انجمن کے شمع فروزاں تمھیں تو ہو
دنیائے ہست و بود کی زینت تمھیں سے ہے
اس باغ کی بہار کے ساماں تمھیں تو ہو

اختر نے ایک نعت ''مسیحائے حجاز'' کے عنوان سے لکھی ہے، جس کا تغزل دیدہ زیب ہے اور محسوس کیے جانے کی چیز ہے۔ قصۂ لیلائے حجاز چھڑ جانے پر اس کے دل کے پردوں میں تمنائے حجاز مچلنے لگتی ہے۔ وہ نسیم سحر کو پیغام رساں بنا کر اپنے دل کے واردات شاعرانہ انداز میں بیان کرتا ہے۔ وہ اپنا تجربہ بیان کرتا ہے کہ جب سے اس نے مینائے حجاز کی مے چکھ لی ہے، اس کے لیے مئے فرنگ میں کوئی سرور باقی نہیں رہا، وہ دل دیوانہ سے التجا کرتا ہے کہ وہ ماضی کی تمکنت و وقار کی دعا مانگے جب کہ امت صحرائے حجاز پر سجدہ ریزی کرتی تھی۔ وہ روح بلال سے مخاطبت کر کے کہتا ہے کہ تو کس خواب گراں میں محو ہے۔ اٹھ اور اپنی اذان کی گونج سے دنیائے حجاز کو گرما دے۔ شاعر مقطع میں کہتا ہے کہ یثرب کے ذرہ ذرہ سے صدا آتی ہے کہ ''اختر خاک نشیں ناصیہ فرسائے حجاز'' ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

مئے فرنگ میں باقی نہ رہا کوئی سرور
ہم نے جس دن سے چکھی ہے مئے مینائے حجاز

سلیم پانی پتی:

آپ کو رسول مقبولؐ سے بہت عقیدت تھی۔ نعتیہ شاعری میں وصفی انداز بیان کی فراوانی ہے۔ موضوع و اسلوب میں رسوم و قیود کی پابندی کم سے کم ہے۔ زبان کی وسعت کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ زبان عام طور پر صاف اور سادا استعمال کرتے ہیں۔ حروف و اصوات کے زیر و بم سے مصرعوں میں غنائیت پیدا کرتے ہیں۔ شاعرانہ اندازِ بیان کلام کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ تلمیحات سے ایجاز و اختصار کے علاوہ ایضاح مطالب کا کام بھی لیا گیا ہے۔ عربی و فارسی الفاظ کی فراوانی نے

غیر معمولی ایجاز پیدا کر دیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

نور قدم پیدا ہوا   شاہ امم پیدا ہوا   عرشی قدم پیدا ہوا   والا حشم پیدا ہوا
فرخ شیم پیدا ہوا   بحر کرم پیدا ہوا   کوہ امم پیدا ہوا   پیدا ہوا قدسی سخن

اقبال سہیل:

موصوف نے عربی و فارسی میں کافی اچھی نعتیں کہی ہیں نعتیہ شاعری سے ان کا شغف بچپن کی دین ہے۔ اقبال سہیل کے والد کسی بات سے متفکر اور کبیدہ خاطر تھے۔ ان کی زبان سے یہ مصرع نکلا ''ترحم علی حالیا یا الٰہی'' اقبال سہیل نے جو پاس ہی بیٹھے تھے، برجستہ دوسرا مصرع لگاتے ہوئے کہا

''بطفیل جناب رسالت پناہی''

موصوف کا دوسرا نعتیہ شعر جو انھوں نے بچپن میں کہا تھا،

''وہ عندلیب گلشن فردوس ہستم حامدا
مدح خوانی نبی کا راست وطوبیٰ جائے من ہے''

ان کے نعتیہ سرمایہ میں آمد ہی آمد ہے، آورد کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔ موصوف نے بہت جاندار نعتیہ قصائد لکھے ہیں۔ وہ اپنے قصیدوں میں مناظر فطرت کی عکاسی اس لطافت سے کرتے ہیں کہ اس کی نظیر اردو قصائد میں نہیں ملتی۔ تشبیہیں بہاریہ اور عاشقانہ ہوتی ہیں، لیکن موصوف کا کمال یہ ہے کہ وہ ان تشبیہوں میں شائستگی اور تہذیبی سنجیدگی کا بہت لحاظ رکھتے ہیں، ان کے نعتیہ قصیدے خیال آفرینی، شیریں بیانی اور شگفتگی و رعنائی میں فارسی قصائد کی یاد دلاتے ہیں۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

عجب چیز ہے سوز غم محبت بھی   آبلے میں ہے تاثیر مرہم کافور
شراب حسن کا نشہ ہے بے قراریٔ عشق   نہاں عشق کا ثمرہ ہے زخم کا انگور
وہ زخم جس سے شگفتہ بہار کون و مکاں   وہ سوز جس سے چراغاں سوادِ عالمِ نور

عزیز الحسن مجذوبؔ:

مجذوبؔ کی نعتوں میں سوز و گداز، جذب و مستی اور کیف و سرور، روانی، تسلسل

اورسلاست ہے۔ان کی نعتیں افراط وتفریط سے پاک ہیں۔فرسودہ مضامین نئی آب و تاب کے ساتھ نظم ہوئے ہیں۔سایہ نہ ہونے کا مضمون ملاحظہ کریں:

سارا بدن حضور کا جب نور ہوگیا
پھر دور کیا ہے سایہ اگر دور ہوگیا

مجذوبؔ نے ایک نعت مثلث کی شکل میں لکھی ہے۔اس نعت میں ۴۵ بند ہیں۔ پہلا بند نقل ذیل ہے،جس میں شاعر نے یہ اساسی مضمون نظم کیا ہے کہ خالق کائنات خود ثنا خوان محمدؐ ہے،اسی لیے آپ کی شایان شان نعت کہنا ممکن نہیں ہے۔

ہو نعتِ بشر کیا کوئی شایان محمدؐ ہے جب کہ خدا خود ہی ثنا خوان محمدؐ
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمدؐ

اصغر گونڈوی:

اصغر کی نعتیہ شاعری ان کے بداعت اسلوب کی وجہ سے توجہ کی چیز بن گئی ہے۔ ان کا کلام ہر قسم کی بداعتوں سے معمور ہے۔بداعت ان کے یہاں کبھی اظہار خیال کی ترتیب،کبھی پیرایہ بیان کی تبدیلی اور کبھی استعارات کی طرفگی سے رونق پائی ہے۔

عشق کی بے سروسامانی،جمال حسن کے لیے آئینہ کا کام کرتی ہے امعانِ نظر کے حاملین مسبب میں سبب کا جلوہ دیکھتے ہیں۔اس خیال کو اپنے بداعت اسلوب سے نادر بناتے ہوئے اصغرؔ کہتے ہیں:

اے حسن ازل اپنی اداؤں کے مزے لے
ہے سامنے آئینۂ حیران محمدؐ

عبادات میں اخلاص کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال حسنہ کی بجا آوری تحریض وتخویف کے جذبات سے مغلوب ہوئے بغیر کی جائے۔دوسری صدی ہجری کی مشہور صوفیہ حضرت رابعہ بصری پانی سے دوزخ کو بجھا دینا اور آگ سے جنت کو جلا دینا چاہتی تھیں تا کہ لوگ خدا کی عبادت جنت کی طمع یا جہنم کے خوف سے نہ کریں حضرت اصغر فرماتے ہیں:

نہ میرے ذوقِ طلب کو ہے مدعا سے غرض
نہ گام شوق کو پروائے منزل مقصود

شریعت میں غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام ہے۔شاعر کس قدر شاعرانہ انداز میں ''جان حزیں'' کو در منبع نعت پر نثار کرنے کی بات کہہ کر بداعات اسلوب میں اپنی حذاقت کی مہر لگاتا ہے۔

چلوں میں جان حزیں کو نثار کر ڈالوں
نہ دیں جو اہل شریعت جبین کو اذن سجود

جگر مراد آبادی:

جگر نے نعتیں بہت کم کہی ہیں،لیکن جتنی بھی کہی ہیں،وہ آداب نعت کے نقطۂ نگاہ سے اہم ہیں۔ان کی نعتیں افراط وتفریط سے پاک ہیں اوران میں پاسِ ادب ہر جگہ ملحوظ نظر ہے۔ان کو راہِ نعت کی دشوار گذاری کا بھی احساس ہے اوران کو بخوبی علم ہے کہ اس راہ میں مودّب رہنا اور ہوشیاری کے ساتھ لب کشائی کرنا لازم ہے ایک مقام پر انھوں نے اس حقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

اے جاں بہ لب آمدہ ہوشیار ، خبر دار
وہ سامنے ہیں حضرت سلطان مدینہ

عقیدت کے خلوص،داخلیت اور حسن تراکیب کی وضاحت کے لیے صرف تین اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں۔

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ — ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ
تو صبح ازل، آئینۂ حسن ازلی بھی — اے صل علیٰ صورت سلطان مدینہ
اے خاک مدینہ تری گلیوں کے تصدق — تو خلد ہے، تو جنتِ سلطان مدینہ

اقبال کا عہد:

علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری میں حالؔی کی نعتیہ شاعری کے تمام عناصر درخشاں و

تاباں ہیں۔آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ لگاؤ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات و منسلکات سے عاشقانہ وابستگی تھی مولانا عبدالسلام ندوی نے فرمایا ہے کہ:

> ''ڈاکٹر صاحب کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ، محبتِ الٰہی پر غالب آ گئی تھی۔ ان کی آخری آرزو فریضۂ حج کی ادائیگی تھی ،لیکن اس آرزو کی محرک دیارِ حبیب کی زیارت تھی۔'' [۳۰]

ڈاکٹر صاحب کی دونوں آرزوئیں پوری نہ ہوسکیں انھوں نے عالم خیال و عالم اشتیاق میں سفر حج اور دیار حبیب کی تمام منزلیں طے کیں۔ عالم خیال میں مکہ سے مدینہ کی روانگی کے وقت آپ نے واضح طور پر خداوند قدوس سے عرض کیا تھا:

تو باش ایں جا و باخاصان بیامیز
کہ من دارم ہو ائے منزل دوست

درحقیقت ڈاکٹر صاحب کی تمام شاعری کا محور، تعلیمات نبوی ہے اور اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تمام شاعری روحِ نعت کے محور پر گردش کرتی ہے جس شاعری کی ابتدا حب قوم وحب وطن سے ہوئی تھی اس کا خاتمہ حب رسول پر ہوا۔آپ کی نعتیہ کاوشیں جوش وخروش وارفتگی ،خلوص، والہانہ پن اور سوز و گداز کا ایسا مرقع ہیں، جس کی مثال فارسی اور اردو شاعری میں کمیاب ہے۔ڈاکٹر صاحب کی نعتیہ شاعری کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی نعت گوئی جوشِ بیان اور لطیف تخیل کا دلکش سنگم ہے۔

اردو کے نعت گوشعراء کی عام روش یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کو عاشق اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوق مان کر آپ کے حسن و جمال اور خدو خال کو اپنی شاعرانہ کاوشوں کا ہدف بنایا ہے۔ یہ بات پوری طرح صحیح اور سچ ہے کہ آپ اکمل فرد انسانی تھے اور آپ میں مردانہ حسن و جمال کی تمام خصوصیات مکمل طور پر اکٹھا تھیں اور

[۳۰] اقبال کامل: مولانا عبدالسلام ندوی، ص۔۳۹۴ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء

بعض موقع پر صحابہ کرام نے ظاہری حسن و جمال کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن یہ بات بھی صد فی صد درست ہے کہ قرآن کریم میں آپ کی جسمانی خوبیوں کا تذکرہ کہیں نہیں ہے بلکہ ہر جگہ آپ کے اخلاق کریمہ اور روحانی فضائل کا تذکرہ ہے آپ کی صحیح نعت یہی ہے کہ آپ کے خصائل وشمائل اور معمولات کا اس طرح ذکر خیر کیا جائے کہ سامع و قاری کے دل میں آپ کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ بیدار ہو۔قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔''**ولکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ**''

ڈاکٹر صاحب نے اپنی نعتیہ کاوشوں میں نعتیہ شاعری کے اسی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔علامہ اقبال کی نعتیں جوش بیان کا اعلیٰ نمونہ ہیں ڈاکٹر صاحب کے نزدیک نعتیہ شاعری نہ تو تفریح کا آلہ ہے اور نہ ستائش حاصل کرنے کا ذریعہ بلکہ وہ ایک ایسی کار آمد صنف سخن ہے،جس سے مسلمانوں کے آلام و مصائب دور ہوسکتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کر کے لوح وقلم کے مالک بن سکتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کا انجام ذلت وخواری ہے۔خدا نے نعتِ نبی کو عام کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

مثل بو قید ہے غنچہ میں، پریشاں ہوجا — رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو، ذرے سے بیاباں ہوجا — نغمہ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے — دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

اس کے بعد کے چار بندوں میں سرور کائنات کی نعت منفرد لہجے میں کی گئی ہے۔
نمونہ ملاحظہ ہو:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
نہ یہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو،خُم بھی نہ ہو — بزم توحید جو دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
فیض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے — بحر میں موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے — اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا   وہ تمھارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمیٔ مہر کی پرورده، بلالی دنیا   عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے، آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری   میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری   تو مسلماں ہو تو تدبیر ہے تقدیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسلامی تاریخ پر ڈاکٹر صاحب کی نظر اتنی گہری ہے کہ وہ بڑے سے بڑے واقعہ کو دو مصرعوں کی ننھی سی بساط میں دکھلا کر شعر کو ایجاز کا ایک شاہکار بنا دیتے ہیں۔ ''سرگذشت آدم'' کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

کبھی میں غار حرا میں چھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جام آفریں میں نے

شاعر کو عاشقین رسول کے تذکرہ میں بھی ایک سرمدی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک کیفیت سے لطف اندوزی اور لذت کوشی کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے ''نظم بلال'' کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری   کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذان ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی   نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

ڈاکٹر صاحب کی وہ نظم جو بانگ درا میں ''ایک حاجی مدینے کے راستے میں''

کے عنوان سے شامل ہے، عشق کے جذبہ سے سرشار ہے۔ سفر حج کا راہی کس قدر خلوص سے کہتا ہے:

خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بے باکانہ چل
بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا؟
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا؟

''بانگ درا'' میں شامل نظم ''شب معراج'' کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک معراج کی رات صرف ایک واقعہ نہ تھی بلکہ وہ پیغامبر کے منصب پر فائز ہو کر علو ہمتی کا درس دیتی ہے۔

اختر شام کی آئی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

''ضرب کلیم'' میں معراج کے عنوان سے جو نظم مشمول ہے، اس میں معراج کا پیغام اقبال کی زبانی سماعت فرمائیں:

دے ولولۂ شوق جسے لذت پرواز   کرسکتا ہے وہ ذرۂ مہر کو تاراج
مشکل نہیں یاران چمن! معرکہ ناز   پرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دراج
ناوک ہے مسلماں ہدف اس کا ہے ثریا   رہے سرسرا پردۂ جاں نکتہ معراج
تو معنی والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا   ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج

ڈاکٹر اقبال نے اسی فلسفۂ معراج کو غزل کے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے:

عشق کی ایک جست نے کر دیا قصہ تمام
اس زمین وآسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں

ڈاکٹر اقبال کی نعتیہ شاعری میں اساسی عقیدہ یہی ہے کہ راہ نبی پر گامزن ہونے

پر دنیاوعقبیٰ سنور جاتی ہے اور دامن نبی چھوڑ کر مسلمان کہیں عزت نہیں پا سکتا۔

ڈاکٹر صاحب کے فلسفۂ خودی میں عشق رسول کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ خودی جب ارتقائی مراحل عبور کر کے حب رسول سے سرشار ہو جاتی ہے تو کائنات اور کائنات کی تمام قوتیں اس کے زیر اختیار آ جاتی ہیں۔

جوش ملیح آبادی:

جوش شاعر انقلاب ہیں۔ موصوف نے اپنی نعتوں میں اسلام کی اس قوت پر روشنی ڈالی ہے، جس نے ظلم و استبداد کی بیخ کنی پر زور دیا ہے۔ انھوں نے پیغمبر اسلام کی اس انقلابی قوت پر زور دیا ہے، جس نے کبر و نخوت، ظلم و تعدی، عدم مساوات اور نابرابری کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ ان کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزم کافری
رعشہ خوف بن گیا رقص بتان آزری
اے کہ ترا غبار راہ تابشِ روئے مہتاب
اے کہ ترا نشانِ پا نازش مہر خاوری
چھین لیں تو نے مجلس شرک وخودی سے گرمیاں
ڈال دی تو نے پیکر لات وہبل میں تھرتھری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑے دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہ قیصری
تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا ادھر تو دیکھ
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہ آذری

نعت کے وہ اشعار جو جوش کے مرثیہ ''زندگی و موت'' میں شامل ہیں، بداعت اسلوب اور ندرت طرازی میں بے عدیل ہیں۔ اس مرثیہ کی تمہید میں (۱۰) بندوں میں نعتیہ مضمون نظم ہے۔ جوش نے اس نعتیہ کاوش میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عطر نچوڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ چند منتخب بند نمونہ کے طور پر ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں۔

نوعِ انسان کو دیا کس فلسفی نے یہ پیام
مرد غازی کا کفن ہے، خلعتِ عمر دوام
نصب کس نے کر دیئے مقتل میں حوروں کے خیام
جانتے ہو اس دبیر دہن انسانی کا نام
جو انوکھی فکر تھا، جو اک نیا پیغام تھا
اس حکیم نکتہ پرور کا محمدؐ نام تھا

☆☆☆

اے محمدؐ اے سوارِ توسن وقت رواں
اے محمدؐ اے طبیب فطرت و نباض جاں
اے محمدؐ اے فقیہ نفس و نقادِ جہاں
موت کو تو نے وہ بخشی آب و تاب جاوداں
زندگی کے پجاری موت پر مرنے لگے
لوگ پیغام اجل کی آرزو کرنے لگے

☆☆☆

آتش سوزاں کو تو نے آب زم زم کر دیا
وحشیوں کو حامل تہذیب محکم کر دیا
خاک کو نسریں بنایا جام کو جم کر دیا
سرخ شعلوں کو نچوڑا موجۂ یم کر دیا
کشتیاں چلوائیں طوفان سے تیرے فرمان نے
موت بوئی، زندگی کاٹی تیرے قرآن نے

☆☆☆

جمیل مظہری:

علامہ جمیل مظہری کی نعتیہ شاعری میں عصری لے کے ساتھ مضمون آفرینی، تفکر بلند پروزی، قدرت بیان اور لفظ و معنی کی باہم امتزاجی کیفیت کو نمایاں مقام حاصل

ہے۔صرف دو اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

اجالی پر تو رخسار سے مجلس تمدن کی	چراغاں جادۂ تہذیب نقش پائے روشن سے
وہ جلوہ جو سرور معرفت دیتا ہے آنکھوں کو	وہ آنکھیں جو خراج دوستی لیتی ہیں دشمن سے

محشر:

محشر رسول نگری نے نعتیہ غزلوں کے علاوہ ایک طویل نظم مسدس کی شکل میں کہی ہے، جس کا عنوان ''فخر کونین'' ہے۔ یہ طویل مسدس دو جلدوں پر مشتمل ہے۔اس میں نبی امی کی حیات طیبہ اور آپ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو شعری جامہ میں پیش کیا گیا ہے۔شاعر نے قرآن وحدیث کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا ہے۔نعت میں عقیدت اور تخیل کی فضا چھائی ہوئی ہے، لیکن اس کے باوجود واقعیت وحقیقت کا دامن کہیں بھی نعت کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔شاعر کو موضوع کے تقدس اور اس کی نزاکت کا پورا احساس ہے۔شاعر نے ایک موقع پر عرفی کے مشہور شعر کو مدنظر رکھ کر کہا ہے:

دشوار ہے یہ مرحلۂ نعت کس قدر
میں چل رہا ہوں تیغ برہنہ کی دھار پر

عبدالکریم ثمر:

عبدالکریم ثمر کی شخصیت اردو کی نعتیہ شاعری میں اقبال کے مقلد کی حیثیت سے مشہور ہے۔ان کی شاعری میں نشاطیہ عناصر کا وفور ہے۔

عمیق حنفی:

عمیق کی ''صلصلۃ الجرس'' اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس نعتیہ کاوش نے عشق محمدیؐ اور پیغام محمدیؐ کے ابلاغ وترسیل کا کام انجام دیا ہے ان کے نزدیک امراض گرفتہ انسانیت کا مداوا تعلیمات نبوی میں نہاں ہے۔نمونہ ملاحظہ ہو:

آب رواں پہ مثل حباب، تہذیب نو کی نمود
تہذیب نو ہے ایسا چراغ جس کو ملی ہے فانوس دود

چھوتا ہے علم مریخ و ماہ، لیکن ہے دور اصل شہود
ایمان نہ ہو تو مشق حساب، تحقیق عالم ہست و بود

عمیق کی نعتیہ رباعیاں اردو نعت میں ناقابل فراموش سرمایہ کی حیثیت سے زندہ رہیں گی۔ایک رباعی درج ذیل ہے:

اللہ کا وہ عبد کہ ہے قرۃ العین	وہ مجمع اوصاف وہ مرج البحرین
خاتم بھی وہی اور وہی خاتم بھی	ہیں بوسہ زنِ مہر رسالت قطبین

عبدالعزیز خالد:

پاکستان کے نعت گوشعرا میں حفیظ جالندھری، ضیا القادری، ماہر القادری، محشر رسول نگری، عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، اعظم چشتی، عبدالکریم ثمر اور حفیظ تائب کافی اہم اور وقیع ہیں لیکن ان میں عبدالعزیز خالد کی آواز عصر حاضر کے مقتضیات سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔موصوف کی دو تصانیف کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں یعنی منحمنا اور فارقلیط۔

موصوف کی نعتوں میں خلوص اور صداقت کی حکمرانی ہے اجنبی تشبیہات و استعارات، غیر مانوس تلمیحات، عربی کے حسین مگر دقیق فقرات اور دور از فہم ترکیبوں کی وجہ سے یہ دونوں نعتیہ کاوشیں متوسط درجہ کے قاری کی بساط سے باہر کی چیزیں ہیں۔ان دونوں کاوشوں میں محمد قلی قطب شاہ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ قطب شاہ کے یہاں گھن گرج ہے جب کہ عبدالعزیز خالد کے یہاں سمندر کا سکون۔لیکن دقت پسندی کا احساس، بحر کی روانی، بیان کی صفائی، اور اسلوب کی دلاویزی سے بہت کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔عصری ماحول، مقامی فضا اور ہندوانی تلمیحات و علائم میں عبدالعزیز خالد حسان الہند مولوی محسن سے متاثر نظر آتے ہیں۔انھوں نے عربی اور فارسی کے الفاظ وتراکیب کا استعمال بکثرت کیا ہے۔اسی لیے ان کی یہ نعتیہ کاوشیں عربی قصائد کی شان اور فارسی قصائد کے طمطراق کا برزخ کبریٰ معلوم ہوتی ہیں۔فارقلیط کی دلاویزی ہندی کے سبک اور شیریں الفاظ کے مناسب استعمال سے کافی بڑھ گئی ہے۔انھوں نے 'شبد' 'چرن' 'کجرا' 'جوگن' 'بروگن' 'لاسا' 'ابھاگن' 'سنگ'

'سیّاں' 'سنجوگ' 'دھرتی' 'انبر' 'بھبھوت' 'انگ' 'برہ' جوالا' 'جیون' 'کارن' 'چِتا' 'مدھ' 'سرا' وغیرہ ہندی کے ہلکے پھلکے الفاظ کے ذریعہ نعت میں مٹھاس اور روانی کی فضا قائم کی ہے، جو اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک نیا تجربہ ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

میں شبدوں کی پیاسی میں چرنوں کی داسی
تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے
نشیلے کنول نین کجرانے تیرے
چھپا کر نظر دل تجھے دیکھتا ہے
میں جوگن بروگن میں کملی کمینی
تو سر تاج میرا، مرا دیوتا ہے
تو دیپک میں کاجل، تو درپن میں سیسہ
میں کالک تو پربھات کی لالما ہے
میں راتوں کو کوئل کی مانند کوکوں
کبھی لب پہ ڈھولا کبھی ماہیا ہے
میں ساجن کی بندی ہوں چنگی کہ مندی
اسی کی مجھے چاہ ہے لالسا ہے
جگناتھ تجھ بن بھلا کون میرا
ابھاگن کو ہر کوئی دھتکارتا ہے

(فارقلیط)

محمد انجمن کن فکاں کا صدر نشیں
محمد افسر آفاق و سرور عالم
وہ عبدہ و رسولہ وہ اسمہ احمد
کتاب حکم نبوت کا خاتم و خاتم

حمود وحامد و احمد ، محمد و محمود
کریم و میر کرام و مکرم واکرم
جمیل و اجمل و کامل مکمل و اکمل
ستم زدہ بشریت کا محسن اعظم
خدائے لم یزل و لا یزال کا کلمہ
کشید سلم و سلام و صلوہ و حمد و حکم
بساط حیّز امکان ہے فرش پا انداز
شفق شمائل، گل طلعت و بہارسیم
بہار گلشن ایجاد و حسن ہفت رواق
گل سر سبد دودۂ بنی آدم
مخاطب فلشفنا غطائک عنک
حریم لم یزلی کا مقرب و محرم
ہے اتصال عبودیت و ربوبیت
ہے جو مری خاص واخص و عام و اعم
رموز کن فیکون جس پہ مو بہ مو روشن
وہی جو ختم رسل ہے وہی جو فخر امم
نگار خانہ کن کی حسیں تریں تصویر
ہے جس پہ نازکناں خود مصور مرسم
وہی ہے کاشف راز نہانِ یزدانی
امین سرِّ سرا پردۂ وجود و عدم
براجمان ہوئے آکاش پر مکٹ دھاری
سلج،سباس سے چھلکائے ہوئے پریم رس پریتم

یہ سرب بھومی کا راجہ مہابلی سمراٹ
اپار ، اتھاہ، اننت ، ایک انیک وشواتم
یہی للن ، یہی یوگیشور، یہی کاہن
سد آتما، اپراجت، انوپم اور دردم
مہا پرش ، جسے آکار الکھ پرش کا کہیں
پسینہ جس کا ہے سونا، سوگندہ وہ ستّم

ابرار بدایونی:

ابرار بدایونی مشہور صوفی شاعر مذاقؔ میاں کے پر پوتے ہیں، اس طرح مذہبی رجحان، درویشی، شیفتگیٔ رسول ان کو ورثہ میں ملی ہے۔ ان کی نعتیہ نظمیں، ان کی عقیدت اور نبی امیؐ سے ان کی مثالی محبت کی غماز ہیں۔ اسی لیے ان کے کلام میں آمد ہی آمد ہے۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''صدرنگ'' کے نام سے شرف اشاعت حاصل کر چکا ہے، جس میں حمد، نعت، منقبت، تضمین، مسلسل نظمیں، تاریخی قطعات اور غزلیات شامل ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

وہ جنس عمل جو بہت قیمتی ہے　　گنہگار کے پاس حب نبی ہے
وہ پیارا نبی آ گیا جب جہاں میں　　زمانہ پہ رحمت کی بارش ہوئی ہے
بہار آ گئی آپ کے دم قدم سے　　چھٹیں ظلمتیں ہر طرف روشنی ہے
بشیر و نظیر و مبشر ہے احمد　　بشر بھی ہے، اللہ کا نور بھی ہے

ہے اپنے مقدر پہ ابرار نازاں
ملا ہے وہ دل جو فدائے نبی ہے

فناؔ کانپوری:

فناؔ کی نعتوں میں وصفی انداز بیان توانا عصری فضا میں تحلیل نظر آتا ہے۔ ان کی جدت طراز طبیعت کہنہ مضامین کو تروتازہ کر کے پیش کرتی ہے۔ ان کی نعتیہ کاوش کے

امتیازی خصائص تغزل، غنائیت، خلوص، شیفتگی، عقیدت، حدود شریعت کا لحاظ اور پاس ادب ہیں۔ ایک نعت کے چند اشعار ذیل میں بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

رازِ تخلیق کون و مکاں آپ ہیں　　خود ہی اس راز کے راز داں آپ ہیں
رہبر راہِ ہر کارواں آپ ہیں　　خود ہی اس راز کے راز داں آپ ہیں
پھول بھی مطمئن، خار بھی مطمئن　　اس قدر معتبر باغباں آپ ہیں
مری جانب بھی ہو اک نگاہ کرم　　چارہ ساز غم بیکساں آپ ہیں
آپ اور ذکر سرور جناب فناؔ　　نعت گوئی کے لائق کہاں آپ ہیں

عمر انصاری:

عمر انصاری نے ترانہ کی شکل میں اچھی نعتیں کہی ہیں۔ مذہب سے اچھی خاصی واقفیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی نے کلام میں دلاویزی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ نعتیں کثرت سے کہی ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کر چکے ہیں، اس لیے نعتیہ مضامین بہت سلیقہ سے نظم کرتے ہیں: داخلیت اور خارجیت کا حسین و دلکش امتزاج ان کی نعتیہ کاوشوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ صرف چند اشعار نمونہ کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں:

شافع روز جزا　　مظہر ذات خدا
مجتبیٰ و مصطفیٰ　　اے مرے شاہوں کے شاہ
اشہد ان لا الٰہ　　اشہد ان لا الٰہ الخ
روبرو تیرے شہا　　مہر کیا ہے، ماہ کیا
یہ بھی تیرا نقش پا　　وہ بھی تیری گرد راہ
اشہد ان لا الٰہ　　اشہد ان لا الٰہ الخ
دل ہے بے تاب و حزیں　　سبز گنبد کے مکیں
تیری فرقت میں کہیں　　آ نہ جائے لب تک آہ
اشہد ان لا الٰہ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

پھر ترے در پر عمر آگیا ہے لوٹ کر
اے جمال منتظر پھر ادھر کوئی نظر
اشہد ان لا الہ اشہد ان لا الہ الخ

ماہر القادری:

ماہر کو نعت گوئی وراثت میں ملی تھی۔ سارا گھر نعتیہ فضا سے معطر تھا۔ ان کے والد عمر کے آخری حصہ میں صرف نعت کہتے تھے۔ ماہر کی نعتوں کا مجموعہ ''ذکر جمیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کے دیگر مجموعوں میں بھی نعتیں شامل ہیں۔ ''ذکر جمیل'' میں عنوانات کے تحت نعتیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ''ذکر جمیل'' ''اسیران بدر'' ظہور قدسی'' ''حرمین کا مبلّغ اعظم'' ''پیغمبر انسانیت'' ''نذر عقیدت'' ''فریاد'' اور ''دربار اقدس'' وغیرہ

اردو نعت کی تاریخ میں ماہر کی شخصیت اس لیے بھی اہم ہے کہ انھوں نے نعتیہ شاعری پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے اور اپنے مجموعہ کے دیباچہ میں محبت، عقیدت اور پرستش کے فرق کو واضح کیا ہے۔ نعت گو شعرا کی غیر محتاط حرکات کا جائزہ لیا ہے۔ موصوف نے غلط اور موضوع روایات کو نظم کرنا، احمد بے میم، محمد امی کو عبد کے دائرے سے خارج کر کے الوہیت کے دائرہ میں داخل کرنے کو مشرکانہ بدعات میں شمار کیا ہے۔ ایک تراشہ ملاحظہ ہو:

''قرآن پاک میں اکثر و بیشتر مقامات پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہے، عبد کا لفظ ضرور استعمال فرمایا گیا ہے کہ عقیدت مند کہیں بندے کو خدا نہ سمجھ لیں۔ مسلمان کی شان 'انا الحق' میں نہیں ''انا العبد'' کہنے میں ہے کہ صاحب معراج اور ''واقف اسریٰ مع اللہ'' نے بار بار اپنے کو بندہ کہا۔'' ۳۰

ماہر کی نعتیہ شاعری کی امتیازی خصوصیت پاس ادب ہے نمونہ کے طور پر حسب

۳۰ ذکر جمیل، ص۔ ۱۸

ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

کوئے یار میں اس طرح جانا چاہیے — اک اک قدم پر سجدۂ شکرانہ چاہیے
مخمور جس شراب سے تھے بوذر و بلال — مجھ کو اسی شراب کا پیمانہ چاہیے
پی تو لیا ہے بادۂ حب نبی کا جام — اب اس کے بعد ہوش میں آنا نہ چاہیے
ممکن نہیں جواں کی طرف سے نہ ہو کشش — انداز گفتگو کا حکیمانہ چاہیے
ماہر غم والم سے ہو کتنا ہی دل نڈھال — شکوہ مگر زبان پر لانا نہ چاہیے

ماہر حالی اور اقبال سے بہت متاثر ہیں۔ انھوں نے ان دونوں حضرات کے تتبع میں اصلاح پر زیادہ زور دیا ہے۔ ''**یا ایھا الذین اٰمنوا صلوٰ علیہ وسلموا تسلیما**'' کے عنوان سے انھوں نے جو سلام بارگاہ رسالت میں پیش کیا ہے، اس میں یہ رنگ کافی چوکھا ہے۔ ماہر کا یہ سلام حالی کے مسدس میں مشمول خالص نعت سے معنوی ربط رکھتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کی سادگی درس بصیرت تھی
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیت تھی

اسی قبیل کی ماہر کی وہ نظم ہے جو ''ساقی نامہ'' کے عنوان سے لکھی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساقی سے مخاطب کر کے امت مسلمہ کا حال زار اس نظم میں سنایا گیا ہے اور ان ہی اشعار کے مابین خالص نعت کے کئی اشعار کہے گئے ہیں۔ چند اشعار ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

ترے کردار پر دشمن بھی انگلی رکھ نہیں سکتا
ترا اخلاق تو قرآن ہی قرآن ہے ساقی

کسی صورت ترے دربار اقدس تک پہنچ جاؤں
مجھے دشوار ہے تیرے لیے آساں ہے ساقی
مری آنکھوں نے دیکھی ہے عجم کی بزم آرائی
غضب ہے محفل بغداد بھی ویران ہے ساقی
بتوں کی طرح قبروں کی طرف پیشانیاں خم ہیں
خدا کے ماننے والوں کا یہ ایمان ہے ساقی
مسلماں نامسلمانوں کی صف میں آتے جاتے ہیں
کہ اب ایمان اک ٹوٹا ہوا پیمان ہے ساقی

ماؔہر نے اپنی نعتیہ شاعری کے ضمن میں اپنے عقائد کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔ وہ محمد عربی کو کونین کا مدّعا اور آپ کی محبت کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

ان ہی کی محبت ہے ایمان ماہؔر جو کونین کا مدّعا بن کے آئے

ماؔہر ہر سخت گھڑی میں نام محمدؐ کو اکسیر سمجھتے ہیں۔

زندگی میں جو کوئی سخت مقام آتا ہے
اس گھڑی لب پہ محمد ہی کا نام آتا ہے

ضیاء القادری:

آپ کا شمار ہندو پاک کے مشاہیر نعت گوشعراء میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار منقبت کے دشت کی سیاحی میں گذار دی۔

راقمۃ السطور کو مولانا کے دو نعتیہ مجموعے دیکھنے کو ملے ''تجلیات نعت'' اور ''نغمہ ہائے مبارک'' تجلیات نعت مولانا کا دیوان ہے اور نغمہ ہائے مبارک ان سلاموں کا مجموعہ ہے جو زائرین قبہ خضراء نے جذبات عقیدت کی شکل میں پیش کیے ہیں یا جو خود مصنف نے نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کیے ہیں مولانا نے ایک ''منظوم سفر نامۂ حجاز'' بھی تخلیق کیا ہے لیکن راقمۃ الحروف کو اس کے دیدار کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔

مولانا کی نعتوں میں بلا کی داخلیت اور تغزل ہے۔ سلاست، روانی، سادگی،

بیساختگی، نغمگی اور تراکیب کی پختگی و تازگی ضیاء کی نعتیہ کاوشوں کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ذیل میں متفرق نعتوں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

جلوۂ حسن میں گم ہیں بشر و جن و ملک — انبیاء آئینہ بردار نظر آتے ہیں
اے مسیحائے دو عالم تری رحمت کے نثار — کتنے اچھے ترے بیمار نظر آتے ہیں
سر بہ سجدہ ہیں جو سلطان ''مقام محمودؐ'' — حشر میں شاد گنہگار نظر آتے ہیں
رنگ نعت شہ بطحا ہے پس پردہ ضیاء — لاکھ سادہ مرے اشعار نظر آتے ہیں
وہی عقل کی پرستش وہی حوصلہ کی خامی — نہ وہ جرأت کلیمی نہ وہ ذوق ہم کلامی

سلام ان پر جو خلّاق ازل کے نور اوّل ہیں
سلام ان پر خدا کے بعد جو دنیا سے افضل ہیں
سلام ان پر ہوئے جن کے سبب سے دو جہاں پیدا
سلام ان پر ہے جن کے نور سے کون و مکاں پیدا
سلام ان پر جنھوں نے نوح کی کشتی ترائی تھی
سلام ان پر شرارے آگ کے جن سے گلستاں تھے

ضیاء کے سلام میں جناب ابوطالب اور جناب عباس کی ان نعتوں کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہیں، جن کو راقمۃ السطور اس مقالہ کے پہلے باب میں نقل کر چکی ہے۔

بیکل اتساھی:

بیکل اتساہی نے بھی کافی اچھی نعتیں کہی ہیں، موصوف نے اردو کے علاوہ برج اور اودھی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ برج بھاشا میں ان کا قصیدہ معراج، جس کا مطلع حسب ذیل ہے، کافی وقیع ہے۔

یہی دھوم مچی سر عرش بریں کوئی اپنا پکھیریا آوت ہے
تل تل میں جیوت کا رنگ بھرے پگ پگ رحمت برساوت ہے

اودھی میں ان کا معراج نامہ نعت کے میدان میں ایک مفید اور نئی کاوش ہے۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

ایک پلک جھپکی تو دیکھا، بجلی کوکت جائے
یہ گئے اور گئے، دور نکس گئے کوو دیکھ نہ پائے
جائے برات اکاس پہ جگمگ دونوں جگ کے ساجن کے
پگ پگ پر بلہاری حوریں، صدقے غلام ہوجائیں
آدم ، یوسف ، موسیٰ، عیسیٰ نوشاہ کے گن گائیں
عرش معلیٰ جھوم جھوم کے پنہی چومت چرنن کے
آن میں عبداللہ کا للنا اوہ جاگ کا دہن بسائے
دوتن کے جہہ ٹھاؤں پہنچتے ڈنکھ اور پنکھ سے جر جائے
عرض کریں جبریل کہ آگے جائیں گسیّاں دکھیں کے

بیکل کی وہ نعتیں جو غزل کی ساخت میں ہیں، غنائیت کا مجسم پیکر نظر آتی ہیں۔
ایک نعت کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

مانگنے سے سوا ان سے مل جائے گا
مانگنے کے لیے آنکھ نم چاہیے
پھر ضرورت ہے صدق و وفا کی ہمیں
پھر بوبکر سا محترم چاہیے
آج دنیا میں امن و امان کے لیے
ہم کو فاروقی نقش قدم چاہیے
پھر زمانہ میں شرم و حیا کی قسم
ایک عثمان کی جاہ و حشم چاہیے
دور حاضر کے راکٹ کی کیا حیثیت
اپنے سینے میں حیدر کا دم چاہیے
اہل دنیا کو خوشیاں مبارک رہیں
مجھ کو آل شہ دیں کا غم چاہیے

نعت گوئی میں بیکلؔ کٹے زندگی
شاعری اور نہ زور قلم چاہیے

ایک نعتیہ نغمہ کا صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

دعائے خلیل میں کتنا اثر ہے ماحول ہے جلوہ بار
نوید مسیحا بڑی معتبر ہے، مسرور ہے زرنگار

بیکل کو نعتیہ قطعے لکھنے میں بھی ید طولیٰ ہے:

سائنس ! تری چرخ بریں تک نظر گئی
گردوں پہ چاند تاروں کی زد میں ٹھہر گئی
جس جا نہ جاسکی تری تخیئل کی اڑان
آقا کی اس سے آگے سواری گذر گئی

بیکلؔ نے اپنا نعتیہ مجموعہ ''نور یزداں'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس مجموعہ کا افتتاح حسب ذیل قطعہ سے کیا گیا ہے۔

روضۂ پر ضیا نظر آیا   خلد کا راستہ نظر آیا
اے نسیم سحر ادب سے چل   وہ در مصطفیٰ نظر آیا

زیب غوری:

زیب غوری کا نام عصر حاضر کی شاعری میں اپنے منفرد لب ولہجہ کی وجہ سے لائق ذکر ہے۔ انھوں نے آدابِ نعت کا جتنا لحاظ اور خیال رکھا ہے، اتنا اردو کے کم شعراء کے یہاں ملے گا۔ وہ ہر محبّ رسولؐ کے لیے ہوش کو لازمی قرار دیتے ہیں اور منعوت کی عظمت وجلالت کے پیش نظر ہر شائق دیدار سے ''کچھ پردہ ڈالے رکھنے'' کی بات کرتے ہیں۔ وہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ''حرم مکہ'' میں گنجائش مستی بہت ہے لیکن ''حرم مدینہ'' میں اپنے کو سنبھالے رکھنا ضروری ہے۔

متعلقہ اشعار ملاحظہ ہوں:

اس قدر ہوش اسے چاہنے والا رکھنا   دیکھنا اس کو تو کچھ پردے بھی ڈالے رکھنا

وہ حرم تھا، وہاں گنجائش مستی تھی بہت　　　یہ مدینہ ہے یہاں خود کو سنبھالے رکھنا

موصوف کو اس بات کا یقین ہے کہ مدینہ کی گلیاں بہت پاک فضا رکھتی ہیں۔ اس لیے وہ راہیِ مدینہ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ (راہی) اس کے چرچا سے ان پاک گلیوں کی فضا کو آلودگی کا شکار نہ بنائے۔ وہ (شاعر) رحمت للعالمین کے حضور اپنے بارے میں چپ رہنے کی ہدایت دیتا ہے کیونکہ اس کی (شاعر کی) ہستی اپنی آلودگیوں کی وجہ سے اس لائق نہیں ہے کہ اس کا تذکرہ اس بارگاہ میں کیا جائے۔ یہ تذکرہ شاعر کے لیے موجب ندامت ہوگا۔ متعلقہ نعت مختصر ہے۔ آداب نعت کے سلسلہ میں زیبؔ غوری کی یہ نعت ایک گراں بہا اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ زیب کی انفرادیت پسند طبیعت نے ردیف و قافیہ اور زمین کے باب میں نیا پن کا مظاہرہ کیا ہے اس نعت کے ابتدائی چار اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں، بقیہ دو حسب موقع آگے نقل کیے جائیں گے:

پاک فضاؤں کو آلودہ مت کرنا　　　ان جگہوں میں میرا چرچا مت کرنا
مجھ کو جو نسبت ہے اسم محمد سے　　　اس نسبت کا کوئی اشارہ مت کرنا
جھوٹے تھے سارے عہد و پیماں میرے　　　میرے گناہوں کو بے پردہ مت کرنا
چپ رہنا میرے بارے میں ان کے حضور　　　کچھ کہہ کر مجھ کو شرمندہ مت کرنا

زیبؔ کو مسکن نبی کی عزت و حرمت کا اس قدر پاس ہے کہ وہ حرم نبویؐ کی زیارت کو اپنے وافر اشتیاق اور تند شیفتگی کے باوجود، اس وقت تک ٹالے رکھنا چاہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے کو ''عرش سی پاک زمینوں'' پر قدم رکھنے کے قابل نہیں بنا لیتے۔

عرشؔ سی پاک زمینوں پہ قدم رکھو گے
زیبؔ یہ سوء ادب ہے اسے ٹالے رکھنا

محمد سید المرسلین کی عظمت و تقدس کا شعور اور اس کے ذریعۂ نجات ہونے کا احساس، زیب کی شاعری میں رواں دواں ہے۔ اس قبیل کے تین اشعار ملاحظہ ہوں:

کام آ جائیں یہی اشک ندامت شاید　　　یہ گہر دل کے کسی کونے میں ڈالے رکھنا
کبھی تو وہ محرم آنکھیں دیکھیں گی مجھے　　　لیکن ان سے کوئی تقاضا مت کرنا

میرا نام مدینہ میں لے لینا بس　　　اس سے زیادہ عرض تمنا مت کرنا

زیب نعت کے تقدس اور اس کے رمزی و علامتی پہلوؤں سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کا سابقہ جب ان رمزی پہلوؤں سے ہوا، تو ان کا تخیل اور ان کا اظہار جاذب وجدان و سامعہ بن گئے۔

اس کے ایمان کی رونق بھی اسی کفر سے ہے
یونہی آباد یہ مندر یہ شوالے رکھنا

مرحوم زیبؔ کی نعتوں میں وصفی اظہار بیان کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں۔ اس سلسلہ میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی موجز بیانی کے سہارے احادیث و روایات صحیحہ میں مندرج تفصیلی واقعات کو دو مصرعوں کی ننھی سی دنیا میں اس طرح سمو دیا ہے کہ اس میں منظر نگاری پوری آب تاب کے ساتھ نظر آتی ہے اور کہیں کہیں مرقع نگاری کے کمالات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ انفرادی نعتیہ واقعہ میں فریدۂ روزگار رکانہ پہلوان کو آپ نے تین مرتبہ پچھاڑا[۳۱] دیا اور اجتماعی واقعات میں عرب کے وہ وحیدِ عصر سورما جو نخوت اور غرور میں چور تھے اور جو پہاڑوں اور سمندروں کو بھی اپنے آگے ہیچ سمجھتے تھے، بالآخر آپؐ کے اخلاق حسنہ کی اس طاقت کے آگے ریت کی دیوار کی طرح ڈھ گئے، جس کو خداوند عالم نے **انّک لعلیٰ خلق عظیم** سے[۳۲] تعبیر کیا ہے۔ اس سیاق و سباق کو ذہن میں رکھ کر زیبؔ کے اس شعر کا لطف لیں:

اس کے قدموں میں گرے ریت کی دیوار سے وہ
سہل تھا جن پہ پہاڑوں کو سنبھالے رکھنا

نبی رحمت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث ہے، جس میں آپ کی بابت کہا گیا ہے کہ آپ نماز میں اتنی دیر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے دونوں پائے مبارک پھٹ پھٹ جاتے تھے''[۳۳] ایک دوسری حدیث میں مرقوم ہے کہ

۳۱ نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص۔۱۹۷
۳۲ القرآن الحکیم پارہ ۲۹ سورہ قلم۔ آیت ۴
۳۳ صحیح بخاری جلد ۱ ص۔۱۵۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مکہ کے سارے کنکروں کو سونے میں تبدیل کر کے مجھے پیش کیا تو میں نے عرض کیا نہیں! میرے ربّ! مجھے صرف اتنا دیجیے کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہو کر کھاؤں، جب شکم سیر ہو کر کھاؤں تو آپ کی حمد وثنا کروں اور جب بھوکا رہوں، تو آپ سے گڑگڑا کر دعا مانگوں[۳۴]، زیبؔ غوری نے اس تمام مفہوم کو کس خوبی سے اپنی منفرد کاوشِ فکر کے سہارے دو مصرعوں کے ننھے سے ظرف میں اس طرح کشید کر کے رکھ دیا ہے کہ وہ واقعات نہ رہ کر شعریت کے شاہکار بن گئے ہیں۔

اس پہ سجتی تھی بہت شان کریمی اس کی
ہونٹوں پر حرف دعا پاؤں میں چھالے رکھنا

زیبؔ کی شاعری میں پائی جانے والی جدت، بداعت، بانکپن، لہجہ کی انفرادیت، تھوڑے لفظوں میں بہت کچھ کہہ ڈالنے کا خاصہ، واقعات سے نتائج کے اخذ واستنباط اور اسلوب کی چونکا دینے والی کیفیت سے قوی امید تھی کہ اگر زیبؔ کی زندگی کا چراغ اتنی عجلت سے نہ بجھتا، تو وہ اردو کی نعتیہ شاعری میں قابل قدر اور دیرپا اضافے کرتے، لیکن انھوں نے عین شباب میں پاکستان جا کر موت کو گلے لگالیا اور اردو کی نعتیہ شاعری کو ان سے جو توقعات وابستہ ہو رہی تھیں وہ بھی یک لخت منقطع ہو گئیں۔

انھوں نے اپنے مجموعہ ''زرد زرخیز'' میں کہا تھا۔

ایک جھونکا ہوا کا آیا زیبؔ
اور پھر میں غبار بھی نہ رہا[۳۵]

☆☆☆

۳۴ الجامع الترمذی ج۔۲،ص۔۶۱
۳۵ زرد زرخیز: احمد حسن خاں غوری، ص۔۱۴۹، نیشنل آرٹ پرنٹرس الہ آباد

پانچواں باب

اردو کی نعتیہ شاعری میں ہندوؤں کا حصہ

ہر قسم کی تعریفیں جگت کے پالنہار اللہ پاک کے لیے ہیں، جس کی ذات پاک اور بے عیب ہے۔ الٰہ العالمین کے محبوب اور ان کے اہل وعیال و اصحاب کرام پر کروڑوں درود و سلام کے بعد واضح ہو کہ پیغمبر اسلامؐ کی ذات اور آپ کے متعلقات و منسلکات کا شعری بیان نعت کہلاتا ہے۔ نعت شاعری کی خارجی و داخلی دونوں قسموں کا محیط ہے۔ نبیؐ اور آپ کے متعلقات و منسلکات نیز ان کے باعث قلب و ذہن کی وجدانی کیفیات و والہانہ جذبات شعر و شاعری کے لباس میں جلوہ گر ہو کر شعری اصطلاح میں نعت کہلاتے ہیں۔ رگھوپتی سہائے فراقؔ کے لفظوں میں آپ کا مقام ''اُمتِ اسلام میں محدود نہیں'' اور کرشن پرساد شادؔ کے لفظوں میں آپ کا لقب ''سرورِ جمہور'' ہے۔ اسی لیے متعدد مذاہب و مسالک اور مختلف علوم و فنون کے بہترین ذہنوں نے آپ کے حضور نذرانۂ عقیدت نعتوں کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس باب میں صرف ان شعرائے نعت کا تذکرہ کیا جائے گا جنھوں نے امت محمدیہؐ سے منسلک نہ ہوتے ہوئے بھی منبعِ نعت کا ذکر خیر اور آپ کے آفاقی اور کائناتی انعامات و اکرامات کا تذکرہ کیا ہے اور منبع نعت کی بابت اپنے مزعونات و معتقدات کو شعری پیرایۂ اظہار میں برملا منکشف کیا ہے۔

قدیم زبان سنسکرت کی مشہور روزگار تصانیف اتھروید اور رگ وید میں آپ کی نعت سے متعلق شہپارے موجود ہیں۔ اتھروید[1] کے بیسویں کانڈ کی ایک سوستائیویں سوکتی میں منتر نمبر (۱) سے منتر نمبر (۱۴) تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مرقوم ہے۔ رگ وید[2] کے پہلے منڈل کی تیرہویں سوکتی کے تیسرے منتر میں بھی آپ کی نعت مندرج ہے۔ یہ نعت نراشنس (नराशंस) لفظ سے بیان کی گئی ہے جس کے معنی قابل مدح شخصیت ہیں۔ عربی میں اسی مفہوم کو محمد کے مقدس و متبرک لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ کا مہر منبع نعتؐ پر ۲۰ مرتبہ درود بھیجنا مقرر ہوا تھا[3]۔ توریت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مرقوم تھی۔ حضرت کعبؓ (جو کہ ایک

۱۔ اتھروید سنگھتا۔ اجمیر نگرے ویدک پترالے۔ بکرم سمبت ۲۰۱۴۔ سپتما ورتہ صفحات ۴۲۰۔ ۴۱۹
۲۔ رِگ وید۔ ہندی بھاشیہ۔ مہارشی دیانند سرسوتی سینی پرنٹرس ۱۱۷ پہاڑی دھیرج دگی۔ ۶ صفحہ۔ ۶۶
۳۔ نشر الطیب صفحہ۔ ۱۱

یہودی عالم بھی تھے) ارشاد فرماتے ہیں کہ توریت میں صراحت کے ساتھ مرقوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے منتخب بندے ہیں۔ وہ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف اور درگذر کرتے ہیں۔ مکّہ آپ کی جائے ولادت، مدینہ آپ کا مقام ہجرت اور شام مرکز سلطنت ہے۔[4] حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی روایت اور واضح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ توریت میں محمدؐ کی نعت لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ دفن ہوں گے۔[5] انجیل میں آپ کی مقدس نعت اسم گرامی احمد کے ساتھ مذکور ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **واذ قال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔** (سورۃ الصّف ۶)

ہندی ادب کے مقتدر شاعر کبیر داس سے متعلق ایک دوہا ہے، جس میں "**لولاک لما خلقت الافلاک**" کے مضمون کو نظم کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

عدد نکالو ہر چیز سے چوگن کرلو وائے
دو ملا کے پچگن کرلو بیس کا بھاگ لگائے
باقی بچے کے نوگن کرلو دو اس میں دو ملائے
کہت کبیرؔ سنو بھائی سادھو نام محمد آئے

عالمی نعتیہ ادب کے پہلے شاعر حضرت ابو طالب ہیں جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی غیر معمولی محبت کی وجہ سے قریش کی اس اجتماعی کوشش کے جواب میں جو آپؐ کے مشن کو ناکام بنانے کے لیے کی جارہی تھی، بنو ہاشم کو منظّم کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور اسی کا ایک حصّہ یہ تھا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس میں دیگر قبائل قریش پر بنو ہاشم کے تفوّق کو ثابت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کل سرسبد قریش قرار دیا گیا ہے اور اس طور پر آنحضرتؐ کی ایک اثر انگیز جاندار نعت کہی گئی ہے۔ اس نعت کا درج

۴۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ۔ ۵۱۴
۵۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۵ (بحوالہ ترمذی شریف)

ذیل شعر زرّیں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے:

وان فخرت یوما فان محمداً　　　هو المصطفىٰ من سرّها وکریمها

(اگر کسی دن بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب میں منتخب ترین اور باعث عظمت و سربلندی ہیں)۔

ابو طالب کا دوسرا نعتیہ قصیدہ ۹۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ اپنی جامعیت و مانعیت کی وجہ سے لائقِ ذکر ہے۔ یہ قصیدہ اس لیے بھی اہم ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے باعث موسلا دھا بارش ہونے لگی اور **"اللھم حوالینا لا علینا"** کی دعا کے ثمرہ کے طور پر بادل چھٹ گئے تو آپ ؐ نے اسی قصیدے کے مندرجہ ذیل شعر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر میرے چچا ابو طالب یہ دن دیکھتے تو بہت خوش ہوتے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ روشن تابناک چہرے والے، جن کے وسیلہ سے بادل پانی مانگتا ہے، یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

میمون ابن قیس اعشیٰ عربی زبان و ادب کا مشہور شاعر ہے جس کو بعض ناقدین نے جملہ شعرائے عرب پر تقدّم و تفوق دیا ہے۔ اس نے سب سے پہلے شاعری کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنایا تھا۔ وہ پہلا شاعر ہے جس نے اپنے اشعار کو لحن سے پڑھ کر "**صناحبة العرب**" کا لقب حاصل کیا تھا۔ وہ ایک غیر مسلم شاعر ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک فصیح و بلیغ نعت بشکل قصیدہ لکھی اور دربار نبوی ؐ میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت ابو سفیان نے (جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے) ایک سو اونٹ دے کر اس کو مقام خفضہ سے وطن لوٹا دیا اور اعشیٰ واپسی پر سواری کی اونٹنی سے ہلاک ہو کر ۶۲۹ء میں مقام منفوحہ میں مدفون ہوا۔ اعشیٰ کا یہ قصیدہ اس کے صدق مقال ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے اس نعت میں بہت سی بلیغ تشبیہیں اور کئی نادر استعارے استعمال کیے ہیں اور کہیں کہیں پر کائناتی صداقتیں اور آفاقی حقیقتیں بھی نظم کی ہیں۔ مثال میں درج ذیل شعر پیش کیا جاسکتا ہے:

شباب وشیبٌ وافتقارٌ وثروةٌ　　　فللّٰه هذا الدّهر کیف تردّدا

(جوانی بڑھاپا، تنگی اور خوش حالی کیسے کیسے پلٹے زمانہ کھاتا ہے)

اعشیٰ کے معرض بحث قصیدہ کا درج آنف شعر بہت جاندار ہے جو اس کی ذہنی خلاقیت اور اس کے تجربہ و نظر کی گہرائی و گیرائی کا مظہر ہے:

نبیٌ یریٰ مالا ترون وذکرہٌ　　　اغار لعمری فی البلاد وانجد

(آپ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جن کو تمھاری آنکھیں نہیں دیکھتیں، اور میری عمر کی قسم ان کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل چکی ہے)

جرمن شاعر گوئٹے کو، جو مختلف علوم و فنون اور متعدد زبانوں کے ماہر تھے، ان کی جس تصنیف نے انھیں لافانی بنا دیا، وہ فاؤسٹ ہے۔ گوئٹے کی پیدائش ۲۸/اگست ۱۷۴۹ء اور ان کی وفات ۲۲/مارچ ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ انھوں نے ۱۸۱۹ء میں ''دیوان مغرب'' شائع کیا جو فارسی شاعری اور بالخصوص حافظ کی غزلیات سے بہت متاثر ہے۔ وہ کثیر التصانیف شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی کل تصانیف ''دیمر ایڈیشن'' کے نام سے ۱۴۰ جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہمہ گیر شخصیت کا حامل یہ شاعر پیغمبر اسلام ؐ کی نعت اقدس میں بھی اپنی فکری کاوشوں کو بروئے کار لایا ہے۔ اس کی یہ شعری کاوش اس کی مشہور نظم ''نغمۂ محمدی'' میں درخشاں و تاباں ہے۔ ڈاکٹر سر اقبالؔ نے فارسی زبان میں اس نظم کا آزاد ترجمہ ''جوئے آب'' کے نام سے پیش کیا ہے جو ''پیام مشرق'' میں شامل ہے۔ یہ نظم چار چار اشعار کے چار بندوں پر مشتمل ہے جس میں اسلامی تخیّل اور اسلامی تصور حیات کا دلاویز نقشہ کھینچا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر دو بند ہدیۂ قارئین ہیں:-

در راہِ او بہار پر خانہ آفرید　　　نرگس دمید و لالہ دمید و سمن دمید
گل عشوہ داد و گفت یکے پیش ما بایست　　　خندید غنچہ و سر دامانِ او کشید
نا آشنائے جلوہ فروشانِ سبز پوش　　　صحرا برید و سینۂ کوہ و کمر درید
زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود
دریائے پرخروش ز بند و شکن گذشت　　　از تنگنائے وادی و کوہ و دمن گذشت

یکسان چوسیل کردہ نشیب و فراز را	از کاخِ شاہ و بادہ و چمن گذشت
بیتاب و تند تیز و جگر سوز و بیقرار	در ہر زمان بتازہ رسید از کہن گذشت

زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

ولادت نبوی سے تقریباً ایک ہزار سال پیشتر تبّع یمنی نے ایک نعت کہی تھی جس کے تین اشعار علامہ واقدی نے اپنی کتاب ''فتوح الشام'' میں نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں

شھدت علیٰ احمد انّہ	**رسول من اللّٰہ باری النسم**
لہ امۃ سمّیت فی الزّبر	**امۃ احمد خیر الامم**
فلو مدّ عمری الیٰ عصرہ	**لکنت وزیراً لہ ابن عم** [6]

ترجمہ: گواہی دیتا ہوں میں احمد پر کہ وہ بالتحقیق اس اللہ پاک کے بھیجے ہوئے ہیں، جو نطفوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کے واسطے وہ امت ہے، جس کا نام زبور میں امت احمد ہے۔ امت احمد، بہترین امت ہوگی۔ اگر میری عمران کے زمانہ تک دراز ہوئی، تو میں ہر آئینہ ان کا وزیر اور ابن عم ہوں گا۔

تبّع انصار مدینہ کا ہم نسب تھا۔ مولوی حافظ مجیب اللہ ندوی اپنی کتاب ''اہل کتاب صحابہ و تابعین'' کے صفحہ ۱۶ پر رقم طراز ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب میں یہود کی سب سے بڑی آبادی یثرب اور خیبر میں تھی۔ یثرب کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ یہ یثرب بن قانیہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس لیے اس کا نام یثرب پڑ گیا۔ یثرب بن قانیہ حضرت نوحؑ کی اولاد کی ساتویں پشت میں تھا، اگر یہ بیان صحیح ہے تو یہ بہت قدیم آبادی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بھی یہی نام رائج تھا مگر آپ نے اس کا نام طابہ طیبہ رکھا۔ پھر آپ کی ہجرت کے بعد وہ مدینۃ النبی کے نام سے پکارا جانے لگا اور آخر میں یہی نام مخفف ہو کر زبان زد خاص و عام ہو گیا۔[7]

[6] مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی حصہ دوم، فتوح الشام صفحہ۔۷، حاشیہ۔۱
[7] اہل کتاب صحابہ و تابعین، ص۔۱۶

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

معجم البلدان نے خیبر کی وجہ تسمیہ کی بابت لکھا ہے کہ یہ بستی خیبر بن قانیہ کی طرف منسوب ہے۔[8]

بدوِ اسلام کے پیشتر ہی ہندوستانیوں سے اہل عرب کے تجارتی تعلقات استوار ہو چکے تھے۔ عرب تجار ہندوستان کی پیداوار مصر و شام کے ذریعہ یورپ تک لے جاتے تھے۔ ساتویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا، تو مسلمان تاجر ایران کی بحری تجارت پر بھی قابض ہو گئے اور عرب جہاز رانوں کے بیڑے بحر ہند میں رواں دواں نظر آنے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ منی پور میں اسلام کی آمد کی تاریخ ۶۱۵ء ہے۔ ''منی پور کے مسلمان تاریخی تناظر میں'' کے مصنّف انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ کے پروجکٹ ڈائرکٹر فاروق احمد نے منی پور میں اسلام کی دعوت کا سہرا عشرۂ مبشرہ کے مشہور صحابیٔ رسول حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص کے سر پر بتلایا ہے جنھوں نے چین میں اسلام کی دعوت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسی دور میں ایک عرب مسلم خاندان منی پور میں بس گیا اور اس طرح مسلم تجار اور مبلغوں کے ذریعہ منی پور کے طول و عرض میں اسلام کی روشنی پہنچی۔ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادے محمد الحنیفہ چین کے راستے شمالی اراکان کے علاقہ میں ۶۸۰ء میں پہنچے تھے اور انھوں نے یہاں کی ایک خاتون خیر آبادی سے نکاح کر کے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔

ہندوستان کے صوبہ گجرات میں حضرت فاروق اعظم کے عہد میں اسلام آ گیا تھا۔ عہد فاروقی کے قرآن کے مفسروں میں گجراتی علماء کے نام ملتے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا، تو مسلم تجار تاجرانہ مقاصد سے محمد بن قاسم کی آمد سے قبل جنوبی ہند کے جزیروں اور بعض ساحلی مقامات پر آ کر آباد ہو گئے تھے۔ سندھ پر اسلامی حملے کے متعدد وجوہ و محرکات میں سے ایک محرک یہ بھی تھا کہ لنکا نے مسلمانوں سے دوستی کے اظہار کے بطور منجملہ دوسرے تحائف کے

[8] اہل کتاب صحابہ و تابعین، ص۔۲۰

ایک جہاز میں ان مسلمانوں کے اہل وعیال کو عراق روانہ کیا تھا، جو بسلسلۂ تجارت لنکا میں مقیم تھے اور وہیں انتقال کر گئے تھے، جس جہاز پر یہ تحفے اور مسلمانوں کے بال بچے جا رہے تھے، اس پر سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب بحری قزاق نے حملہ کر کے تمام سامان اور عورتوں بچوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کی اطلاع پا کر عراق کے گورنر حجاج نے سندھ کے راجہ داہر سے ان گرفتار لوگوں کو بحفاظت عراق بھجوانے کا مطالبہ کیا۔ راجہ داہر نے عذر کیا کہ ڈاکوؤں پر اس کا زور نہیں ہے۔ حجاج نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک فوج سندھ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کی، جس نے ۹۳ھ میں سندھ پہنچ کر تین سال کی قصیر مدت میں ایک طرف ملتان سے کچھ تک اور دوسری طرف مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا۔[۹]

مسلمانوں نے مالدیپ اور ملیبار کے جزیروں پر بود و باش اختیار کر لی اور بقول اسٹروک (Sturrock) اس علاقہ کی عورتوں سے شادیاں کر لیں اور یہ آبادیاں بالخصوص ملیبار میں کافی بڑی اور خاصی اہم تھیں، یہاں زمانہ قدیم سے یہ مصلحت چلی آ رہی تھی کہ بندرگاہ میں تاجروں کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی جائے۔[۱۰] ان عرب تاجروں نے ملک کی دولت ہی میں اضافہ نہیں کیا، بلکہ فوجی مہموں میں بھی راجہ کی مدد کی۔ ان مسلمانوں کو راجاؤں کی طرف سے ہر قسم کی رعایتیں حاصل تھیں۔ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کر سکتے تھے۔ مسلمانوں اور ہندو راجاؤں کے تعلقات کی استواری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۰ء میں جب سلطان علاء الدین کی فوج نے کارومنڈل پر حملہ کیا، تو وہاں کے راجا کی طرف سے مسلم عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترکوں کا مقابلہ کیا اور بہت جانبازی کے ساتھ لڑے۔

گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ اور کونکن میں بھی مسلمان بڑی تعداد میں ہو گئے تھے اور انھوں نے اتنی عزت اور اس قدر اہمیت حاصل کر لی تھی کہ ان کے باہمی معاملات طے

۹ عرب و ہند کے تعلقات صفحہ ۱۵ و ۱۶

۱۰ ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر۔ ڈاکٹر تارا چند (انگریزی) مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد، صفحہ ۳۲

کرنے کے لیے راجا ان ہی میں سے معزز اشخاص کو ہنرمند (قاضی) مقرر کر دیتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی مسلمان اور ہندو مل جل کر رہتے اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے تھے۔ بقول ڈاکٹر تارا چند ''ریاست سارے ملک پر اپنے سیاسی اقتدار کے استعمال کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے مذہبی قوانین، سماجی نظام اور اظہار خیال کی آزادی کا احترام کرتی تھی۔[۱۱]

اس طرح ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ابتدا ہی سے رواداری کی فضا قائم تھی، جو ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے دوران کافی نمایاں ہو گئی تھی، مسلمان، ہندوؤں کے مذہبی رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کرنے لگے اور ہندو شعراء مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں کے لیے اپنی عقیدت و خلوص کا برملا اظہار کرنے لگے۔ علامہ اقبال کا ''نیا شوالہ'' ''نانک'' ''رام'' اور سوامی تیرتھ ناتھ'' پر نظمیں لکھنا رواداری کی علامت ہے۔ اسی طرح صدہا ہندو شعراء نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیں لکھیں۔ ادبی و سیاسی نیز مذہبی و ثقافتی جلسوں میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنا، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ہندوستان میں منبع نعت کے حضور شعری عقیدت کے پھول نہ صرف مسلم شعراء کے ذریعہ پیش کیے گئے بلکہ اس باب میں ہندو شعراء بھی ایک خاص نمایاں مقام رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں چل رہا ہے۔ جناب کچھمی نرائن شفیقؔ، پنڈت دیا شنکر نسیمؔ، عزت سنگھ عیشؔ دہلوی، سندر لال شگفتہؔ لکھنوی، راجہ مکن لال مکھنؔ، منشی شنکر لال ساقیؔ، دلّو رام کوثریؔ، پربھو دیال عاشقؔ، گنیشی لال خستہ، جذبؔ نظامی، سامی جبل پوری، رام پرساد کائستھ، گوری پرساد ہمدمؔ، شریمتی بوداتی، بابو شمبھو دیال دانشؔ، لالہ تارا چند تاراؔ، لالہ اروڑہ رائے اروڑہ، کالکا پرشاد، ڈاکٹر ماہلا رام رامؔ، شیو پرساد وہبیؔ، درگا سہائے سرور جہاں آبادی، راجیندر بہادر موجؔ فتح گڑھی، رگھوناتھ خطیب سروری، سوم ناتھ سومؔ مورنڈوی، سکھدیو پرساد بسملؔ الہ آبادی، لالہ لال چند فلک، قابلؔ لاہوری، تلوک چند محرومؔ، برجموہن دتا

۱۱ ہندوستانی کلچر کا ارتقاء تاریخ کے آئینے میں۔ ڈاکٹر تارا چند صفحہ ۴۸ شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی

تریہ کیفیؔ، آنند نرائن ملا، نریش کمار شادؔ، جوشؔ ملسیانی، عرش ملسیانی، رانا بھگوان داش بھگواؔن، امر چند قیسؔ، مندر لکھنوی، دھرم پال گپتا، وفاؔ دہلوی، کرشن بہاری نوؔر، وشنو کمار شوقؔ، ہری چند اخترؔ، فراقؔ گورکھپوری، کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ، جگن ناتھ آزادؔ وغیرہ کے نعتیہ کارنامے قابل ذکر ہیں۔ ذیل میں نعت کے ممتاز اور نمائندہ ہندو شعراء کے نعتیہ کلام کا ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

☆ لچھمی نرائن شفیقؔ دستیاب مواد کی روشنی میں پہلے غیر مسلم ہندو نعت گو ہیں، آپ کی ولادت ۱۷۴۴ء مطابق ۱۱۵۷ھ میں ہوئی۔ آپ کو شعر و شاعری کا شوق اوائل عمر سے تھا۔ آپ نے مشہور نعت گو مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کی تھیں۔ آپ نے اردو اور فارسی ہر دو زبانوں میں شاعری کی ہے۔ آپ کے تصنیفی سرمایہ میں گل رعنا اور چمنستانِ شعراء کی زبردست اہمیت ہے۔ شفیقؔ اردو نعت کی دنیا میں ۱۰۶، ابیات پر مشتمل معراج نامے کی وجہ سے وقیع اہمیت کے مالک ہیں۔ اس معراج نامہ میں الفاظ کا دروبست، تراکیب کا اتقان، زبان کی سلاست و لطافت، بیان کی صفائی اور روانی، مصرعوں کی بے ساختگی اور برجستگی نیز ابلاغ و ترسیل میں پاسِ ادب لائق داد ہے۔ ہندو معتقدات سے وابستگی کی بنا پر ان کی نعتیہ کاوش میں ہندوی و حجازی تہذیب کا گنگا جمنی رنگ دلکش ہے۔ ذیل میں منقول تراشہ کا یہ مصرع ''در حجرہ پہ دوآ جوڑ کر ہات'' ہندوی لے اور ہندوانہ تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔ اس مصرع کا ڈرامائی انداز مرقع نگاری کے سلسلے میں مصنف کی غیر معمولی ذکاوت کو ظاہر کرتا ہے۔ شفیقؔ معرض بحث معراج نامہ میں شب معراج کی سحر آگیں فضا سے اس قدر مسحور ہیں کہ یہ فیصلہ ان کی فکری دسترس کی بساط سے باہر ہو رہا ہے کہ وہ اس رات کو شب و روز کے کس خانہ میں رکھیں، نمونۃً درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:-

عجائب رات تھی وہ نُور افشاں — کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشاں
کہوں گر رات اس کو ہے تامّل — کہوں گر دن تو عالم میں پڑے خلل
غرض غفلت سبھوں پر چھا رہی تھی — خرد دا روئے حیرت کھا رہی تھی
سفیر نیک پَے پیغام لایا — سلامِ حق کہا اور یہ سنایا

در حجرہ پہ آجوڑ کر ہات — کہا سرور ترے پر حق کی صلوات
چل اٹھ اے شہ کہ ہے معراج تیرا — غنی بھی آج ہے محتاج تیرا

☆ مکھن لال مکھنؔ کو شعر و شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ آپ کے دیوان میں حمد و نعت، منقبت و مراثی موجود ہیں۔ موصوف نے اردو و فارسی دونوں زبانوں میں اچھی نعتیں لکھی ہیں۔ ان کا دیوان دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّہ میں ۴۸ اور دوسرے حصّے میں ۵۲ صفحات ہیں۔ پہلے حصّہ میں ۴ مسدّس ہیں۔ دیوان میں ایک نعت مثمّن کی ہیئت میں ہے۔ ان کی نعتیہ تضمین کافی دلاویز ہے۔

مکھن لال کو منبع نعت سے کافی عقیدت اور شیفتگی تھی۔ ان کے نعتیہ سرمایہ میں خارجیت کے ساتھ داخلیت کا بھی ازدحام ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے محاسن، آپ کے شمائل و خصائل، آپ کا رحمۃ للعالمینؐ، شفیع المذنبینؐ اور ملجا و ماویٰ ہونا وغیرہ جیسے موضوعات مکھن لال کی شاعری میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اضافی اور توصیفی ترکیبوں نے ان کی نعتیہ شاعری میں کافی اور خاصی جان ڈال دی ہے۔ قرآنی تلمیحات نے کلام میں گیرائی اور گہرائی پیدا کردی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے ایک نعتیہ مسدس کے تین بند ملاحظہ ہو:

کیا نبی اور کیا نبوت کی معلّٰی شان ہے — جس کی صورت سے ہویدا صورتِ رحمان ہے
ذات جس کی دو جہاں میں منبعِ احسان ہے — مدح میں ان کی مقصّر طاقت انسان ہے
یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

رحمۃ للعالمینؐ ہو یا نبی خیر الوریٰ — شاہ صادق تمھارے وصف کا قولِ خدا
ہو شفیع المذنبیں اور ہادی راہِ ھدا — کر کرم راہِ سعادت پر مجھے ہو رَہ نما
یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

سورہ والشّمس ہے تجھ حسن عارض پر گواہ — زلف مشکیں تس پہ جیون واللیل ہے بے اشتباہ
آیۂ ان فتحنا فتح میں ہے شمع راہ — قاتل حسّاد دیں، تم ہو تیغِ لا الٰہ

یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

منبعِ نعت کے دربار میں حاضری کی آرزو اور اس آرزو کو عملی جامہ پہنانے کے لیے شاعر کی دلی بے چینی، جس جوش و خروش کے ساتھ مکھن لال کی نعتیہ شاعری میں ملتی، اس کی نظیر دوسرے نعتیہ شعراء کے یہاں کمیاب ہے۔ ایک نعت کے صرف دو بند ملاحظہ ہوں:

یہی آرزو ہے دل میں کہ دیکھوں یثرب و بطحا — کرم سے یا نبی اللہ مجھے اوس جا پر پہنچا
کروں تا خاک تجھ درگاہ سے کحل البصر اپنا — اوس خاک مرتب بخش میں مدفن بنے اپنا
نباشد غیر تو دیگر پناہم یا رسول اللہؐ
بکن لطف و کرم بر اشک و آہم یا رسول اللہؐ

نہیں مجھ پر فراغت تا کہ میں پہنچوں مدینے کو — رکھوں آنکھوں کے خاتم بیچ اس نوری نگینہ کو
نپٹ اس آرزو میں تلخ میں سمجھا ہوں جینے کو — جو حاصل ہووے مطلب تم بتاؤ اس قرینے کو
نباشد غیر تو دیگر پناہم یا رسول اللہؐ
بکن لطف و کرم بر اشک و آہم یا رسول اللہؐ

مکھن لال کی وہ تضمین بھی کافی وقعت کی چیز ہے جس میں موصوف نے سعدیؔ کے مشہور نعتیہ قطعہ کو ہدفِ فکر بنایا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

وہ رسولِ خاص خدا کے ہیں — وہ چراغ بزم ہُدا کے ہیں
وہ مہبط صدق و صفا کے ہیں — وہ امیر ملک بقا کے ہیں
وہ شفیع جرم و خطا کے ہیں — وہ سپہر لطف و عطا کے ہیں
بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلّوا علیہ وآلہٖ

☆ منشی شنکر لال ساقیؔ کی ولادت ۱۰ دسمبر ۱۸۲۰ء کو سکندر آباد میں ہوئی۔ آپ سہارن پور میں پیشکاری کے عہدہ پر فائز تھے اور ۱۸۹۰ء میں بعمر ۷۰ سال راہیٔ عالم بالا ہوئے۔ آپ غالبؔ و مومنؔ کے معاصر تھے اور بہادر شاہ ظفر کے مشاعروں میں شرکت کا فخر بھی آپ کو حاصل تھا۔

آپ نے شعر و شاعری میں غالبؔ اور ان کے خاص شاگرد منشی ہرگوپال تفتہؔ سے کسبِ فیض کیا تھا۔ تفتہؔ آپ کے چچازاد بھائی تھے۔

آپ کی دو کتابیں دستیاب ہیں۔ کریما شیخ سعدی کا ترجمہ، جو بھاشا نظم میں ہے۔ اس منظوم ترجمہ کو ساقیؔ کے فرزند رشید منشی کشن سروپ ساغرؔ نے اوّل اوّل ۱۸۹۲ء میں زیور طبع سے آراستہ کیا تھا۔ آپ کی دوسری مطبوعہ تصنیف انتخاب کلیات ہے جس میں چند نعتیں اور غزلیں شامل ہیں۔

ساقیؔ نے ''محمدؐ امت'' کی ردیف میں ایک نعت فارسی زبان میں کہی ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مشک ختن کی بُو بلا شبہ موئے محمدؐ کا عطیہ ہے۔ دہر میں بھی ان کی نماز اس لیے شرفِ قبولیت حاصل کر سکے گی کیوں کہ سچے خلوص کے ساتھ ان کے دل کا رُخ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ جامہ ہندی زیب تن ہے لیکن جسم کی تعمیر خاک یثرب اور خاکِ کوئے محمدؐ سے ہوئی ہے۔ متعلقہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ایں بوئے خوش کہ مشک ختن یافت در جہاں — بے شبہ از عطیّۂ بوئے محمدؐ است
در دیر ہم قبول توان شد نماز من — گر روئے دل ز صدق بسوئے محمدؐ است
ساقیؔ اگرچہ جامہ ہند است برتنم — خاکم مگر ز یثرب و کوئے محمدؐ است

ساقیؔ نے ایک نعت ''چاندنی کی'' ردیف میں معراج سے متعلق اور دوسری ''قندیل میں'' کی ردیف میں نور محمدی سے متعلق کہی ہے۔ موخر الذکر نعت میں **"لولاك لما خلقت الافلاك"** اور **"اول ما خلق اللّٰہ نوری"** کو لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

آیت لولاک سے ظاہر تھی عظمت آپ کی — سب سے پہلے تھا یہی نور نہاں قندیل میں

ساقیؔ کی وہ نعت جس کی ردیف ''ہے'' اور جس کے قوافی ''اوجالا'' ''نکالا'' ''نرالا'' وغیرہ ہیں، اس لیے لائقِ ذکر ہے، کیونکہ اس نعت میں تعلی اور اعتراف عجز کے مضامین حسین انداز میں نظم کیے گئے ہیں۔ متعلقہ اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

میرا ہر لفظ نعتِ احمدی سے دُرِّ یکتا ہے
لکھا جو دائرہ ہے وہ مہ کامل کا ہالا ہے

....

صفات ذاتِ احمد لکھ سکوں کیا میری طاقت ہے
خیالِ اہلِ دانش جب یہاں مکڑی کا جالا ہے

''یہ ہی تو ہیں'' ردیف والی نعت میں استعمال تلمیحات میں حاکمانہ استطاعت اور مذہبی اصطلاحات پر شاعر کی ماہرانہ قدرت قابل دید ہے۔ اس نعت کا وصفی انداز لائق ذکر ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

ہے نزولِ آیت لولاک جس کی شان میں　　باعثِ ایجاد وہ جانِ جہاں یہی تو ہیں
معجزہ شقّ القمر کا دیکھ کر کہتے تھے سب　　بالیقیں دانائے اسرار نہاں یہی تو ہیں

☆ مصرا رام داس قابلؔ لاہوری نے ۵۲ اشعار کی ایک لطیف و دلکش نعت فارسی زبان میں کہی ہے جس میں قرآنی وحدیثی تلمیحات کے سہارے معجزاتِ نبویہؐ نظم کیے گئے ہیں۔ داخلیت وخارجیت کا امتزاج نعت کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔ چند اشعار بطور تبرک درج ذیل ہیں:

جلوہ گاہ او زمین و سیر گاہش آسمان　　لامکاں آرام گاہ لایزالی گوہری
یک نگاہش را فدا حورانِ گلزار جنان　　لیک مازاغ البصر بردیدہ کردش معجزی
گرکند پرواز در اوج علوِّ شان او　　روح اعظم را کجا یا رائے بال طائری
طائرانِ سدرہ را خود سد رہ باشد منتہیٰ　　منتہائے سیر گاہش لامکاں در برتری
خیل حوارن ملائکِ اختران و انبیاء　　در ہوا، و در ثنا و در رضا در چاکری

☆ لالہ تارا چند تاراؔ (متوفی ۱۹۰۹) کی نعتوں میں داخلیت کا وفور ہے۔ ان کو نبی سے شیفتگی کی حد تک عقیدت تھی۔ موصوف دلکش انداز میں سوزِ دروں کے اظہار پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ مختلف نعتوں سے چند چیدہ اشعار درج ذیل ہیں:

ہیں جہاں میں گو بظاہر مائل زنّار ہم　　دل سے ہیں مفتوں حسنِ احمدِ مختارؐ ہم
گہ خدا کا دھیان ہے یا گاہ اس کے دوست کا　　رہتے بیکاری میں بھی اک دم نہیں بیکار ہم

....

یوں انبیاء ہیں میرے پیمبر کے سامنے　　جیسے چکور ہوں مہٴ انور کے سامنے

پرواز مرغِ روح کرے میری یا خدا　　جا کر نبیؐ کے روضۂ اطہر کے سامنے

....

اثر اک اک سخن میں اس کی ہوگا اسم اعظم کا　　وظیفہ جس کا روز و شب درودِ مصطفیٰ ہوگا
غبار اس روضۂ اقدس کا ماتھے پر لگاؤں گا　　گذر اپنا مدینہ میں مثلِ صبا ہوگا

....

نہیں تھا جز خدا کچھ پہلے اے تاراؔ محمدؐ سے　　ہوا ہے انتظامِ دو جہاں سارا محمدؐ سے
وجودِ عالم امکاں بنا سارا محمدؐ سے　　بنا ہے دونوں عالم کی یہ اے تارا محمدؐ سے
مسیحا سے بھی جو ممکن نہ ہوگا روزِ محشر تک　　ہمارے دردِ دل کا ہوگا وہ چارا محمدؐ سے

....

☆ لالہ اروڑہ رائے متخلّص بہ رائےؔ کی نعتوں میں سوز دروں کی کارفرمائی اور شیفتگی کا برملا اظہار دیکھنے کو ملتا ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

جلوۂ حسنِ نبی جاری ہے مثلِ بحرِ فیض　　یا خدا پائی گے کب تک اس سے درِ شہوار ہم

....

ذرّے ہوں جیسے مہر منوّر کے سامنے　　یوں انبیاء ہیں میرے پیمبر کے سامنے
حضرت بلالؓ عشقِ نبیؐ میں فدا تھا یوں　　بلبل ہو جس طرح سے گلِ تر کے سامنے
جا کر کروں طوافِ مدینہ میں شوق سے　　سر کو کروں فدا در اطہر کے سامنے

....

مجھے باغِ جہاں میں کچھ نہیں پیارا محمدؐ سے　　خدا نے یہ جہاں پیدا کیا سارا محمدؐ سے
نگہباں جس کا خالق ہو کہو پھر اس کو کیا غم ہو　　کہا حق نے نہ ہے کوئی مجھے پیارا محمدؐ سے

....

☆ دلّو رام کوثری[۱۲] کی ولادت بشنوئی قوم میں حصار کے ناندڑی قصبہ میں پوہ ۱۹۳۹

[۱۲] تخلص کوثریؔ تھا۔ غیر منقوطہ نعتیہ دیوان میں تخلص نہیں بلکہ اصل نام ''دلّو رام'' کو بہ طور تخلص اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ تخلص میں حروف منقوطہ میں کا ایک نقطہ دار حرف ''ث'' شامل ہے۔

بکرمی میں ہوئی۔ آپ کا نام دلّو رام اور باپ کا نام بھورا رام تھا۔ بقول خود وہ پہلے شخص ہیں جس نے اوّل اوّل بشنوی قوم میں تعلیم حاصل کی۔ انٹرنس میں انگریزی تعلیم کے دوران شاعری کے شوق نے سر اٹھایا۔ لاہور کے ڈگری کالج میں داخلہ لے لیا، لیکن سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے میں شعروشاعری کا شوق سدِّ راہ بن گیا۔ مشاعروں میں شرکت کرنے لگے اور جلد ہی کالج چھوڑ چھاڑ کر غزل کی زلف ہائے دراز سنوارنے میں ہمہ تن منہمک ہو گئے۔

کوثرؔی کو مذہبیات سے خاصا لگاؤ تھا۔ انھوں نے مختلف مذاہب و مسالک، ہندو، مسلم، سکھ، اور مختلف اقوام مرہٹہ اور آریاؤں سے متعلق منظوم کتابیں لکھی ہیں۔ کوثرؔی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے خاص شغف تھا اور انھوں نے نعت و منقبت میں کافی سرمایہ بطور یادگار چھوڑا ہے۔ کوثرؔی کو حسّان العجم کا خطاب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے ماہ جون ۱۹۲۸ء میں مرحمت فرمایا تھا۔ موصوف کی روح ۱۹۳۳ء میں قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

موصوف نے اکثر نعتیں عنوانات قائم کر کے لکھی ہیں، عنوانات کی بابت ایک خاص بات یہ ہے کہ موصوف نے اکثر و بیشتر نعتوں کے عنوانات، نعت کے کسی مصرع کو اٹھا کر حاصل کیے ہیں، ان کے نعتیہ سرمایہ میں حسب ذیل عنوانات کی حامل نعتیں کافی وقعت کی حامل ہیں:

(۱) تو یکتا ہے بعد از خدایا محمدؐ
(۲) میں ہر دم ہوں ثنا خوانِ محمدؐ
(۳) اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ
(۴) محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا
(۵) خدا جب ہے محمدؐ کا
(۶) ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ محمدؐ
(۷) ہے پائے محمدؐ سرِ دلّو رام
(۸) محمدؐ کو یارانِ جانی میں رکھا
(۹) غل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے
(۱۰) شفاعت
(۱۱) ہندو کی بخشش
(۱۲) رسولِ عربیؐ

کوثرؔی نے شہیدؔی کی مشہور نعت کی زمین میں، جس کا پہلا شعر درج ذیل ہے، ایک اچھی نعت کہی ہے جس میں تضادی فضا پیدا کر کے ندرت کے ساتھ تیغ مہنّد کا استعمال کیا گیا

ہے۔ شہیدؔی کی محولہ بالا نعت کا پہلا شعر ہے:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سرِ دیوان لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمدؐ کا

کرائے ہندو بیاں اس طرز سے تو وصف احمدؐ کا
مسلماں مان جائیں لوہا سب تیغ مہنّد کا

مدّاحِ نبیؐ ہونے کے باعث شاعر کو اپنی کامرانی پر اس قدر ناز ہے کہ جب محشر میں فرشتوں نے داورِ محشر کو خبر دی کہ اس بُت پرست کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، جو احمد مجتبیٰ کی نعتیں لکھتا ہے:

ہے بت پرست اگرچہ وہ لیکن ہے نعت گو
احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر

ہے نام دلّو رام تخلص ہے کوثرؔی
لے جائیں اس کو خُلد یا جانبِ سقر

تو خداوندِ محشر نے یہ حکم صادر فرمایا:

سنتے ہی یہ ملائکہ سے اک انوکھی بات
فرمایا ذوالجلال نے جنت ہے اس کا گھر

اس پر شاعر تحدیثِ نعت کے طور پر کہتا ہے:

اللہ اکبر احمدؐ مرسل کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگِ دنیا پہ بھی نظر

کوثرؔی نے خارجی اور داخلی دونوں طرز ہائے بیان کی استمداد سے اپنے شعری سلک میں گراں بہا نعتیہ موتی پرو دیئے ہیں۔ موصوف معجزات نبویہؐ کا وقیع علم اور مذہبی و تاریخی تلمیحات پر قابلِ ذکر دسترس رکھتے تھے اور انھوں نے ان معلومات کے سہارے اپنے کلام میں چار چاند لگائے ہیں۔ ان کی نعت ''رسول عربیؐ'' سے تین چار اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

مختارِ کائنات تھے لیکن یہ زُہد تھا
بوسیدہ بوریا رہا بستر رسولؐ کا

انگلی کے اک اشارے سے شقّ القمر کیا
کتنا ہے اختیار فلک پر رسولؐ کا

قرآن پاک معجزہؐ بے مثال ہے
دنیا میں فیض ہے یہ برابر رسولؐ کا

سایہ نہ تھا جناب پیمبر کا اس لیے
کوئی زمانے میں نہ تھا ہمسر رسولؐ کا

کوثرؔی کے یہاں تلمیحات کا استعمال ایک خاص سلیقگی اور محتاط شعور کے ساتھ ہوا ہے۔ چند نمونے پیش ہیں:

نبیؐ کے واسطے سب کچھ بنا ہے　　بڑی ہے قیمتی جان محمدؐ
نبیؐ کا نطق ہے نطقِ الٰہی　　کلامِ حق ہے فرمانِ محمدؐ

....

آیا ہے حدیثوں میں نبیؐ نورِ خدا ہے　　اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ

....

پیمبر کی انگلی کا ہے وہ نشاں　　رخِ مہ یہ سمجھا جسے خال ہے

کوثریؔ نے اپنی نعتیہ کاوشوں میں اکثر جگہ مدّاحِ نبیؐ ہونے پر لطیف و نادر انداز میں اور جاندار و دلاویز پیرایۂ اظہار میں تعلّیاں کی ہیں ۔ یہ ندرت کہیں کہیں متضاد ماحول اور متبائن فضا پیدا کر کے اُجاگر کی گئی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے:

ترا کوثریؔ رہتا ہے ہندوؤں میں　　ہے ظلمت میں آبِ بقا یا محمدؐ

....

بتاؤں کوثریؔ کیا شغل اپنا　　میں ہوں ہر دم ثنا خوانِ محمدؐ

....

کچھ عشقِ پیمبر میں نہیں شرطِ مسلمان　　ہے کوثریؔ ہندو بھی طلب گارِ محمدؐ

....

کیوں کوثری مجھے ہو طلب عزّ و جاہ کی　　کیا کم ہے یہ شرف، ہوں ثنا گر رسولؐ کا

....

لے کے دلّو رام کو حضرت گئے جنت میں جب　　غل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے

....

نبیؐ کے ہوئے نعت گو دو برابر　　کہ دونوں کو ایک مدح خوانی میں رکھا
ہے حسانؔ پہلا تو میں دوسرا ہوں　　نہیں فرق اوّل میں ثانی میں رکھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی　　مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا
لکھیں کوثریؔ عمر بھر ہم نے نعتیں　　نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

....

ورق چند ہیں نعت کے میرے پاس　　یہی اپنی پونجی ، یہی مال ہے

....

کوثری کی ایک خاص ادا یہ ہے کہ انھوں نے عشقِ نبیؐ میں اپنی دیوانگی پر بھی تعلّیاں کی ہیں:

مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا　　کہوں اور کیا ماجرا یا محمدؐ

....

محشر میں بچالیں گے نبیؐ مجھ کو یہ کہہ کر　　چھیڑو نہ اسے، یہ تو ہے دیوانہ ہمارا

....

کوثریؔ نے عشقِ نبیؐ سے سرشار ہو کر منبع نعت اور اپنے نام کے مابین ربط تلاش کیے ہیں:

ہے پائے محمدؐ سرِ دلّو رام　　یہ نسبت مرے اوج پر دال ہے

....

جدا کیا لام دلّو رام ہے میم محمدؐ سے　　تعلق سو طرح کا ہے مشدّد سے مشدّد کا
محمدؐ اور دلّو رام میں نقطہ نہیں کوئی　　کہ ہے مدّاح اور ممدوح میں یہ ربط کس حد کا

....

☆ مہاراجہ سر کشن پرساد شادؔ کے والد کا نام راجہ ہری کشن پرشاد تھا۔ شادؔ کی ولادت ۲۸ر جنوری ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے نانا مہاراجہ نریندر پرشاد نے بڑی شفقت سے کی۔ آپ کو شعر و شاعری کا شوق اوائل عمر ہی سے تھا۔ آپ کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا۔

آپ کو نبی آخر الزماںؐ سے والہانہ لگاؤ تھا جس کا انکشاف آپ کی نعتوں سے ہوتا ہے۔ شادؔ نے مختلف جگہوں پر عشقِ نبیؐ کا برملا اظہار کیا ہے:

کافر عشقِ محمدؐ ہوں میں شادؔ　　مسجد سے بڑھ کر مرا زنّار ہے

....

مشغلہ نعتِ نبیؐ کا ہے مجھے شکرِ خدا　　بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا ہے مقصد مجھ کو

....

آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''ہدیۂ شادؔ'' کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۳۲۶ھ میں طبع ہوا، جو ۱۹۱ صفحات کو محیط ہے۔ ''ہدیۂ شادؔ'' میں ایک قصیدہ، پانچ سلام، ایک دو غزلیں اور سات مخمس ہیں۔ آپ کو مذہبیات سے گہری دلچسپی تھی اور آپ مختلف مذاہب و مشارب پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ فنِ قرأت سیکھا تھا۔ تلاوت کرتے تھے اور گیتا رامائن اور گرنتھ صاحب سے بھی واقف تھے۔ منبع نعتؐ سے ایک خاص قسم کی والہانہ شیفتگی تھی، موصوف کا نعتیہ دیوان کئی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

شادؔ کے نعتیہ کلام میں شامل نعتیہ قصیدے میں ستر (۷۰) اشعار ہیں۔ تشبیب میں شاعر نے اپنے مقام کی عظمت و رفعت کے مضامین نظم کیے ہیں۔ گریز میں ندرت اور برجستگی ہے:

ہوں حقیقت میں کیا نہیں معلوم — پر ہوں اک بندۂ خدائے مغفور
جوشِ مستی میں کہہ دیا جو کچھ! — ہوں میں اُمیدوارِ عفو قصور
ساقیا پلا شرابِ طہور — تا کہ ہو جاؤں نشے میں پھر چور
نعت کرنی ہے مجھ کو اُن کی رقم — ہے لقب جن کا سرورِ جمہور

مدحیہ اشعار میں وضعی پیرایہ اظہار کا غلبہ ہے جس میں مذہبی مصطلحات اور قرآنی آیات کا سہارا لیا گیا ہے:

ذات اس کی مظہرِ غفّار — کیوں نہ امت اسی کی ہو مغفور
بات ہر اک ہے معجزہ ان کی — ہے علوم لدنّیہ پہ عبور
ان کا کہنا ہے وحی ما یوحیٰ — نہ بناوٹ نہ اس میں کچھ ہے قصور

نعتیہ غزلوں میں بے قراری کے مضامین کثرت سے نظم کیے گئے ہیں۔ داخلی جذبات کی ترجمانی قابلِ قدر ہے۔ شاعر نے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو اللہ کی شان سے ہمہ رنگ دکھایا ہے:

باطن میں ذات ایک ہے ظاہر میں عبد و رب — عقدہ کھلا یہ ہم کو شگافِ قلم سے ہے
خود ذات ہی تھی احمد و محمود و محمدؐ — آئینۂ عرفان میں جو دیکھا شبِ معراج

کہیں کہیں پر منبع نعتؐ سے تعشّق کا اظہار بالکل اسی طرح کیا گیا ہے جس طرح

شاہدانِ مجازی سے کیا جاتا ہے:

عشق میں زلفِ محمدؐ کے مری جان چلی
یہ پری اڑ کے مجھے ڈس گئی ناگن بن کر
گیسو کی یاد ہے کبھی عارض کی یاد ہے
ہے مست اسی خیال میں لیل و نہار دل

شادؔ نے بہت سے اچھے نعتیہ قطعات بھی لکھے ہیں۔ ایک نعتیہ قطعہ میں اعترافِ عجز کا مضمون اس طرح نظم کیا گیا ہے:

کیونکر ہو نعت سرور عالی جناب کی — ذرّے سے مدح کیا ہو بھلا آفتاب کی
بعدِ خدا ہے آپ ہی کی ذات مستطاب — وہ شان ہے ہمارے رسالتمآبؐ کی

موصوف نے کئی اچھے نعتیہ گیت بھی لکھے ہیں۔ نشاط و الم کے پر جوش جذبات کی مخصوص کیفیات کو ترنم کے سہارے چند مناسب الفاظ میں منکشف کرنے کو گیت کہا جاتا ہے۔ شادؔ نے حبِ رسولؐ کا اظہار ایک عورت کی زبانی محبت کو والہانہ بنا کر پیش کیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو — چھین لیو من کو اور تن دھن کو
مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو
منہ پر ڈالے میم کا پردہ — موہ لیو سارے بندرا بن کو
مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو
ذات و صفت کا وہ ہی دھنی ہے — اپنا کیودا کے سنگھاسن کو
مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو
آ کر جگ میں بہروپ لیو — کا کہوں گُیّاں من موہن کو
مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو
بار بار آوت ہے یہی من میں — شادؔ گلے سے لگاؤں ساجن کو
مورا بطحا کا بسیا چھین لیو من کو

....

☆ ہمدمؔ اکبر آبادی کا نام کنور گوری پرشاد ہے۔آپ نے اشعار کے ذریعے پیغمبر اسلامؐ سے اپنی شیفتگی اور والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔آپ کی نعتوں میں داخلیت کا وفور ہے۔ موصوف کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ وہ نبیؐ سے گہری محبت اور آپ کی سچی پیروی کی وجہ سے سب ہی دلوں کے مکیں ہیں۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ ہیں ساری ادائیں تجھ میں
دی جگہ اپنے دلوں میں لو سبھی نے مجھ کو

شاعر کو مدّاح نبیؐ ہونے پر ناز اور بجا طور پر فخر و افتخار ہے:

کیوں نہ ہو فخر یہ توقیر ہے کیا کم ہمدمؔ
بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

ان کی تمنا ہے کہ موت آئے تو لبوں پر ذکر نبیؐ ہو اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ بلالیں تو یہ خوبیِ قسمت قابلِ رشک ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شوق پا بوس لیے چل تو مدینہ مجھ کو　　زہے قسمت کہ بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو
واپسیں دم ہے مجھے ذکرِ نبیؐ کرنے دو　　دوستو! موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو
چشم مشتاق ہے در پر تو ہیں کان آہٹ پر　　ان کے آنے کی خبر دی ہے جو کسی نے مجھ کو
ہو بُرا درد ترا، تو بھی دغا دیتا ہے　　ہائے مایوس کیا تیری کمی نے مجھ کو

مصر پر بھو دیال[۱۳] کی وہ نعت، جو ترکیب بند کی شکل میں ہے، خاصی وقعت کی چیز ہے۔اس نعت میں تیرہ بند ہیں ہر بند میں دو اشعار کے بعد ٹیپ کا مصرع آتا ہے۔ٹیپ کے تمام مصرعوں میں ''کے سوا'' ردیف اور ''حضرت''، ''رسالت''، ''صورت''، وغیرہ قوافی ہیں۔پوری نعت میں وصفی پیرایۂ اظہار کا غلبہ ہے۔نعت کا صرف ایک بند ملاحظہ ہو:

مطلع الحمد لا کر جگمگا دے خلق کو　　عارضِ روشن دکھا کر جگمگا دے خلق کو
نور وحدت کی ضیا سے جگمگا دے خلق کو　　کفر کی ظلمت مٹا کر جگمگا دے خلق کو
یہ ضیا کس میں تھی خورشید رسالتؐ کے سوا

۱۳؎ آپ کا تخلص عاشق تھا۔

☆ پنڈت گنیشی لال صاحب خستہؔ دہلوی کی شخصیت غیر مسلم نعت گویوں میں اس لیے لائق ذکر ہے کیوں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں تلمیحاتی اندازِ بیان کو خاص اہمیت دی ہے اور ایک ایک تلمیح سے پورے پورے واقعہ کے استحضار کا کام لیا ہے۔دوسری خوبی یہ ہے کہ واقعات کے بیان سے ان اوصاف کا استخراج کیا گیا ہے جو واقعات میں روح، خلاصہ اور حاصل کا درجہ رکھتے ہیں۔ان کی نعتوں میں ہندوستانی عناصر نمایاں مقام رکھتے ہیں۔امت اور ہادیٔ امتؐ کی تضادی کیفیات کا بیان بھی ان کی نعتوں میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔نعتیہ کاوشوں میں جاری و ساری اصلاحی اور مصلحانہ رنگ نے مقصدیت اور افادیت کے عنصر کو حاوی کر دیا ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بادۂ عصیاں سے کل ملکِ عرب مخمور تھا　　سوجھتا اس کو نہ تھا زنہار راہِ ارتقا
اس خدائے دو جہاں کا دیکھیے لطف و کرم　　ریت کے ذرّوں کو عالم میں کیا جلوہ نما
کاشفِ اسرارِ وحدت یا محمد مصطفیٰ　　آن کر تو نے عرب کا پار بیڑا کر دیا
ناز ہے اہلِ عرب کو ہی نہ تیری ذات پر　　حشر تک تجھ پر کرے گا فخر سارا ایشیا
ختم تیری راہنمائی راہِ وحدت پر نہ تھی　　ہاں سیاست اور تمدن میں بھی تجھ کو دخل تھا
جنگِ خندق اور پیکارِ احد سے ہے عیاں　　تیری جرأت اور دلیری اور ترا جود و عطا
آج تیری قوم پر افسوس آتا ہے مجھے　　فرقہ بندی نے جسے زنجیر درپا کر دیا
وہ زمانے کو نہ سمجھے اس کی کیا رفتار ہے　　سرزمین سے اس کو اپنی کچھ نہیں اُلفت ذرا
جس کی ذات پاک میں حبِّ وطن کا جوش تھا　　اس کی امت سو رہی ہے ہائے اس کو کیا ہوا
تیرا قرآن بس پڑھائے حبِّ قومی کا سبق　　دم سے تیری روح کے ہو پار بیڑا ہند کا
التجا امت سے تیری یہ دل خستہؔ کی ہے　　کام وہ ایسا کرے ہو ملک کا جس سے بھلا

....

☆ پنڈت راگھو نند راؤ جذبؔ نظامی رائچور دکن میں وکالت کرتے تھے۔شعر و شاعری سے آپ کو گہرا ربط تھا۔آپ نے مذہب سے وابستگی کی بنا پر منبع نعتؐ کی مدح خوانی میں زبانِ قلم کو وا کیا ہے۔''محمدؐ'' کی ردیف والی نعت کافی اچھی ہے۔اس نعت کا وصفی انداز خاصا

وقیع ہے اور بعض بعض اشعار شاعر کی قلبی عقیدت اور اس کے موروثی مزعومات کی غمّازی کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دو ایک شعر درج ذیل ہیں:

مکّے سے مدینے سے ہی پہنچی سر افلاک   بوئے گل رُخسارہ و گیسوئے محمدؐ
معراج میں سب چیزیں انھیں دیکھتی تھیں   پر حق کے سوا تھا نہ وہاں روئے محمدؐ

....

☆ بابو روشن لال نعیم ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ آپ کی نعتیہ کاوشیں سوزِ دروں سے معمور ہیں اور داخلیت کے حسین و لطیف مرقّع ہیں۔ دو ایک شعر ملاحظہ ہوں:

اے شیخ تجھی کو رہے فردوس مبارک   کافی ہے مجھے گوشۂ گلزار مدینہ
بن جاؤں میں دیوانۂ سرکارِ مدینہ   لگ جائے الٰہی مجھے آزارِ مدینہ

☆ پنڈت بشن نرائن حامیؔ بریلوی کی وہ نعت جو ''محمدؐ'' ردیف اور ''ثناخوان'' ''غلاماں'' وغیرہ قوافی کی حامل ہے، شاعر کے سوزِ دروں کی مظہر ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ ہو:

بخشیں مجھے توفیق اگر نعت کی حامیؔ   بھولوں نہ کبھی عمر بھر احسانِ محمدؐ

....

☆ ماسٹر مہادیو پرساد سامیؔ جبل پوری کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی محبت تھی، ۸/فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۶/شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ کو مغرب کے وقت ایک روشن ستارہ ٹوٹا۔ ٹوٹے ہوئے ستارہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی ''محمدؐ'' کو صفحۂ فلک پر منکشف کیا۔ اس نورانی منظر کو متعدد شعراء نے مختلف طریقوں پر اشعار کا سہارا لے کر بیان کیا ہے۔ اس سلسلے کی کاوشیں کافی وقعت کی حامل ہیں۔ انھوں نے دو نعتوں میں اس روح افزا منظر کا ذکر خیر کیا ہے۔ ایک ''جذبات سامیؔ'' کے عنوان سے ہے جس میں (۴۲) ابیات ہیں اور دوسری ''نعت سرور کائناتؐ'' کے عنوان سے ہے جس میں (۲۶) اشعار ہیں۔ موصوف نے فارسی زبان میں بھی دو نعتیں آسمان پر اسم محمدؐ کے ظہور سے متعلق لکھی ہیں، جن میں سے ہر ایک میں پانچ پانچ اشعار ہیں۔ اس کے علاوہ اسم محمدؐ کے فلک پر ظہور کی بابت دو نعتیہ رباعیاں بھی موصوف کے نعتیہ سرمایہ میں شامل ہیں۔

سامیؔ کی متذکرہ بالا نعتوں میں سے پہلی نعت کی ترکیبی فضا قصیدہ سے متاثر ہے۔ شاعر نے اس نعت میں اولاً اسلام کی عالمگیر حیثیت اور اسلام و مسلمانوں کی ملکی سطوت و جبروت پر روشنی ڈالی ہے اور عصری احوال و کوائف کا جائزہ لیتے ہوئے سرزمین ہند کی زبانی منبعِ نعتؐ سے التجا کرتے ہوئے کہا ہے:

روبرو حضرت کے عاجز ہوں میں قیل و قال سے   قوم کس ادبار کو پہنچی ہے کس اقبال سے

....

ملت اسلام کی الٹی ہوئی تقدیر ہے   آپ کی امت کی یہ پردیس میں توقیر ہے

اس تمہید کے بعد شاعر نے گریز کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ سرزمین ہند کی التجا سے ''عرش ذوالجلال'' جنبش میں آ گیا اور اللہ کے پیارےؐ کا جی بھی غم سے نڈھال ہوگیا، آسمان پر آہ کا شعلہ ستارہ بن کر نمودار ہوا اور اس طرح ''نور جو پنہاں تھا آخر آشکارا ہوگیا''۔ بعد کے اشعار میں شاعر نے آسمان پر اسمِ محمدؐ کے ظہور کی بابت نعتیہ مضامین قلم بند کیے ہیں۔ یہ اشعار اس لیے بھی اہم و وقیع ہیں کیوں کہ ان میں مقامی اور عصری رنگ بہت چوکھا ہے۔ اس سلسلے کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نور تھا یہ آپ کا چمکا کہ قسمت ہند کی   ہند کے مسلم کی عزت اور حرمت ہند کی
خانۂ تاریک مسلم میں اُجالا ہوگیا   ہند کا دنیا کے آگے بول بالا ہوگیا
یہ صدا ہاتف نے دی چمکا جو جلوہ آپ کا   ساکنانِ دہر سن لیں حکم والا آپ کا
اب ستایا جائے گا ہرگز نہ شیدا آپ کا   اے مسلمانو رہے گا سر پہ سایہ آپ کا
تم کو کیا غم سر پہ جب خود نائب باری رہے   رہنے دو گر دشمنوں کی لاکھ تیاری رہے

اس نعتیہ کاوش کا اختتام دعائیہ اشعار پر ہوا ہے:

یا نبیؐ ہر حال میں ہو لطف حامی آپ کا   زینت گردوں رہے طوق غلامی آپ کا
یہ شرف کافی ہے مجھ کو خادمِ خدّام ہوں   آپ کے بندوں کا آقا! بندۂ بے دام ہوں

دوسری نعت میں تارے کے ذریعہ اسم محمدؐ کے ظہور کے متعلق اشعار اس طور پر کہے گئے ہیں کہ نور کی وصفی نعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلامؐ کی نعت کا وصفی رنگ بھی کافی خوشنما اور

چوکھا دکھائی پڑتا ہے۔صرف دو تین اشعار ملاحظہ ہوں:

اللہ رے ضو جھمکتی ہے آنکھ آفتاب کی   تارا ہے یا کوئی شررِ شمع طور ہے
ہاں کیوں نہ ہو یہ نور ہے اس شاہ کا کہ جو   محبوب حق ہے، شافعِ یوم النشور ہے
سلطانِ دیں کہ جن کے غلاموں کے واسطے   سب انتظامِ جنت و حور و قصور ہے

شاعر کے نزدیک یہ ظہورِ نور ہندوستان کے ساکنین کے لیے باعث فخر وانبساط ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

ہو سامنے یہ جلوہ تو تسلیم ہے مجھے   یہ ہند غم کدہ نہیں دارالسرور ہے

ساؔمی کو منبعِ نعتؐ سے اس قدر عقیدت ہے کہ وہ خلد کی آرزو بھی اس لیے کرتا ہے کیونکہ خُلد وصال یار کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔نعت میں عجز کے مضمون کو نظم کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

ممکن ہے مدح کس سے پھر اس ذات پاک کی   مدحت طراز جس کا خدائے غفور ہے

مدّاحِ نبی ہونے پر تعلّی کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

خادم کا بال بال گنہگار ہے تو ہو   مدّاح ہے حضورؐ کا اتنا ضرور ہے
محشر میں دیکھ لیں گے جنھیں اشتباہ ہو   ساؔمی ہے اور جامِ شرابِ طہور ہے

....

☆ عرؔش ملسیانی کا نام بالمکند اور تخلص عرؔش ہے۔ادبی دنیا میں عرؔش ملسیانی کے نام سے مشہور ہیں۔آپ ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۸ء کو ولادت پذیر ہوئے اور بی۔اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔آپ کی نعتیہ شاعری کافی وزنی ہے،نعتیہ کلام کا مجموعہ ''آہنگ حجاز'' کے نام سے ۱۹۵۳ء میں طبع ہو چکا ہے جس میں ۲۲ صفحات ہیں۔اس مجموعہ میں دس نعتیہ غزلیں شامل ہیں جو شاعر کے خلوص کا نتیجہ ہیں۔درِ محبوب خدا پر سجدہ ریزی کی تڑپ عرؔش کی داخلی کیفیت کی عکاسی کرتی ہے۔اس قبیل کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

درِ محبوب پر سجدہ اگر اک بار ہو جائے   دل پر آرزو سرچشمہ انوار ہو جائے
تجلّی عام ہو اور وارِدِ اسرار ہو جائے   جبیں دل جو نقشِ آستان یار ہو جائے

مری کشتی ہے میں ہوں اور گرداب محبت ہے   جو وہ ہو ناخدا میرا تو بیڑا پار ہو جائے
جو وہ چاہے تو مجھ کو اک نظر سے زندگی بخشے   جو وہ چاہے تو بختِ خفتہ پھر بیدار ہو جائے

عرؔش نے اکثر نعتیں چھوٹی مترنم بحروں میں لکھی ہیں جن میں روانی، کیف آور موسیقی، مضمون کی شگفتگی، الفاظ کا انتخاب، تراکیب کی دلکشی اور الفاظ کی صوتیت دیدنی ہے۔ان کا کلام سلیس، رواں، بے ساختہ اور جذب و کیف کا لطیف مرقع ہے۔نعتوں میں وصفی اظہار کے ساتھ داخلی کیفیت کا دلکش امتزاج ہے جو کلام کی دیدہ زیبی میں چار چاند لگا دیتا ہے۔عرؔش کے متعلق مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی درج ذیل رائے کافی باوقعت اور باوزن ہے۔

''مسلموں اور غیر مسلموں کو ملا کر بھی جو مختصر فہرست منتخب نعت گو شعراء کی تیار کی جائے گی یقین ہے کہ ذوقِ سلیم اس میں بھی ایک جگہ ان کے لیے مخصوص رکھے گا۔۱۴؎

تحتی سطور میں چند اشعار متفرق نعتوں سے بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں:

معطر فضا، مست ساری خدائی   صبا مشک افشاں مدینہ سے آئی
غنیمت ہے قرب نبی کی یہ صورت   وگرنہ کہاں ہم میں تاب جُدائی
چل اے عرؔش! ہو تو مدینہ کا عازم   نہیں راس دنیا کی ہنگامۂ زائی

جہاں ذکر احمد سے لبریز مستی   مسرور مئے و جد و حال اللہ اللہ
یہ نور ہدایت، یہ تفسیر وحدت   عمل سے بھی افضل خیال اللہ اللہ
اتر آئے خود عرش و کرسی سے جلوے   نبوت کا اوج کمال اللہ اللہ

حامل جلوۂ ازل پیکر نور ذات تو   شان پیمبری سے ہے سرور کائنات تو
تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خونِ ہر بشر   حسن نمودِ زندگی، رنگ رخ حیات تو
شان بشر کا منتہا خالقِ دہر کا حبیب   مرد خدا پرست کا آئینہ حیات تو

۱۴؎ دیباچہ آہنگ حجاز، ص۔۸

لالہ لال چند فلکؔ لاہوری ہندو مسلم اتحاد کے زبردست عمل بردار تھے اور ہر مذہب و ملت کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ نے منبع نعت ﷺ کی شان اقدس میں بھی اپنے قلم شعر کو استعمال کیا ہے۔ آپ کی نعتیہ کاوش میں تاریخی رنگ غالب ہے۔ چند رشحات فکری تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔

نغمہ وحدت حق دہر میں گایا تونے
کملی والے یہ عجب گیت سنایا تونے

پڑ گئے ماند سبھی شرک و خودی کے اختر
مہر توحید کا جلوہ جو دکھایا تونے

باہمی نفرت و کینہ تھا وتیرہ جن کا
انس الفت کا سبق ان کو پڑھایا تونے

کردیا ایک شہنشاہ و گدا کا رتبہ
اونچ اور نیچ کا سب فرق اڑایا تونے

خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے مکی مدنی
لب اعجاز سے "قم" کہہ کے اٹھایا تونے

آ گئے حلقہ اسلام میں انصار و یہود
جا کے آسن جو مدینہ میں جمایا تونے

ریت کے ذروں کو بارود کی طاقت بخشی
کارِ ناچیز کو اکسیر بنایا تو نے

پنڈت ہر چند اخترؔ ۱۵/اپریل ۱۹۰۱ء کو صاحبہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے ۱۹۱۶ء میں بعمر ۱۵ سال شاعری کے شوق نے سر اٹھایا اور حضرت علامہ حفیظ جالندھری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کی دو نعتیں "اک عرب" اور "سبز گنبد" کافی لطیف ہیں۔ یہ نعتیں شاعر کے عشق رسول اور دینی معلومات کے معتدبہ ذخیرہ پر شاعر کی لیاقتی دسترس کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان نعتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اخترؔ کو پیغمبر اسلام سے مخلص شیفتگی اور گہری عقیدت تھی۔ موصوف نے ایک نعت میں منبع نعت سے عقیدت کی بنا پر اپنے اور زاہد کے فرق کو واضح کرتے ہوئے زاہد کو "طالب جنت" اور اپنے کو "طالب دیدار رسول ﷺ" کہا ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا

کہہ دیا **لا تقنطوا** اخترؔ کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کردیا

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات
اب کسی نے اسکو عالم آشکارا کردیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیاں کردیا
ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

وسعت مشرب سے ہیں اک مخزن اسرار ہم
طالب جنت ہے زائد طالب دیدار ہم

قبر میں اترے گا جا کر اپنی غفلت کا خمار
یعنی خواب مرگ ہی سے ہوں تو ہوں بیدار ہم

سبز گنبد کے اشارے کھینچ لائے ہیں ہمیں
لیجئے دریا میں حاضر ہیں اسے سرکار ہم

یا الٰہی کس طرف کو ہے مرا عزم سفر
خضر کہتے ہیں کہ ساتھ آئیں ذرا سرکار ہم

نام پاک احمد ﷺ مرسل سے ہم کو پیار ہے
اس لئے لکھتے ہیں اخترؔ نعت میں اشعار ہم

☆ بوادتی صاحبہ کی نعتیں ان کے سوز دروں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان میں داخلیت کی کارفرمائی لائق توجہ ہے۔ ایک چھوٹی سی نعت درج ذیل ہے:

میں کس لئے ہوں زیست سے بیزار ہوگئی
میری حیات کس لئے دشوار ہوگئی

فرقت نے کس کی ہے مجھے مجنوں کردیا
میں کس کی جان و دل سے خریدار ہوگئی

کافور ہوگئی ہے مرے دل کی تیرگی
شکر خدا کہ خواب سے بیدار ہوگئی

اخلاق احمدی ﷺ نے ہے حیراں کیا مجھے
بی ڈی غلام احمد مختار ہوگئی

☆ بابو شمبھو دیال دانشؔ نے "اخلاقِ محمدی ﷺ" کے عنوان سے ایک جاندار نعت لکھی ہے۔ جس میں ایک تاریخی واقعہ کو نظم کر کے اس کے ذریعہ "اخلاق محمدی ﷺ" کو منکشف کیا گیا ہے۔ اس نعت میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شاعر نے تاریخی واقعہ کو نظم کرنے میں کہیں بھی شعریت کا خون نہیں کیا۔ اس نعت میں منظوم واقعہ مجملاً اس طرح ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ ایک جھاڑی کے نیچے سو رہے تھے، ایک دشمن نے تلوار کھینچ کر آپ سے کہا:

کون اب تجھ کو بچانے آئے گا
لے بتا وہ ہے محافظ کون سا

جب آپ نے فرمایا "میرا حامی ہے وہ رب العالمین" تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور آپ نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا کہ اب تجھ کو کون بچائے گا اور پھر آپ نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا کہ اب تجھ کو کون بچائے گا اور پھر آپ ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا۔

دانشؔ نے اس واقعہ کو ۴۵ اشعار میں نظم کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پھینک کر تلوار فرمایا یہ لے　　　اور کہہ اپنے دل پُردرد سے
مجھ کو بھی ہے اب اسی کا آسرا　　　اب وہی میری مدد کو آئے گا
بن رہا تھا جو ابھی تیری سپر　　　تھا بھروسہ جس کو تیری ذات پر
اس نے جب دیکھی یہ عالی ہمتی　　　اور یہ تقریر آنحضرتؐ سنی
ہوگئی اس کی تو کچھ حالت ہی اور　　　ہو گئی اس کی تو کیفیت ہی اور
کیا کہوں کیا اس کا حالِ زار تھا　　　رو رہا تھا ان کے قدموں پر پڑا

☆ کنور مہندر سنگھ بیدیؔ اُردو ادب کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کی شاعری میں جدت وندرت کی کارفرمائی ہے۔ یہی جدّت وندرت اور طرز بیان کی بداعت ان کی نعتوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے سحرؔ کی نعتیہ کاوش میں فکر آمیز عناصر کی کارفرمائی ہے۔ ان کا مطالعہ وسیع اور ان کی قوت استنباط پر اثر ہے۔ ایک نعتیہ کاوش سے صرف متعلقہ اشعار بغرض ملاحظہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

یہ سینہ اور یہ دل دوسرا معلوم ہوتا ہے　　　کوئی پردوں میں دل کے آچھپا معلوم ہوتا ہے
مدینے تک پہنچ جائے پہنچ جائے تو مرجائے　　　یہی بیمار غم کا مدّعا معلوم ہوتا ہے
رسائی شمع تک کرتا ہے پروانہ شعاعوں سے　　　خدا کے نور سے یعنی خدا معلوم ہوتا ہے
سمٹ کر دو جہاں کی وسعتیں آئیں تخیّل میں　　　تصوّر سرور لولاکؐ کا معلوم ہوتا ہے

☆ پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کی شخصیت اُردو ادب میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کی نعتوں میں عشق کی شیفتگی اور دل کا خلوص نمایاں ہے۔ آپ نے بڑے تزک واہتمام کے ساتھ نعتیں لکھی ہیں۔ آپ کا سلام، سلاموں کی دنیا میں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ قاری کے سامنے آزادؔ کی نعتیہ شخصیت کا ایک ہلکا سانقش مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعہ ابھارا جاسکتا ہے:

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ

مددگار و معاون بے بسوں کا، زیر دستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزادؔ کا آزادؔ کی رنگین بیانی کا

آزادؔ کی نعت ''مطلع انوار'' سے جو ترجیع بند کی شکل میں ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تیرہ و تار فضاؤں میں تجلّی چمکی
کس کا اعجاز تھا، یہ ایک بشر کا اعجاز
ہاں یہ اعجاز اسی صاحب اعجاز کا تھا
آج بھی محفل گیتی کا جو ہے چہرہ طراز
ہرزمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی
کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز
تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا
اے ترے نام سے پیدا مرے سینہ میں گُداز
جوہر طبع من از وصفِ کمالت روشن
گوہرِ نظم من از نسبتِ ذاتت ممتاز

☆ ہندی کے مشہور ومعروف شاعر عبدالکبیر کبیرؔ نے اپنی ایک نعت میں معراج کی معقولیت کودلیل سے آراستہ کرتے ہوئے کہا ہے:

نب کا در کھلا نہیں، نبی گئے اوہ پار
جیسے چھچھ، اچھچھ ماں، نکل جات اوہ پار
(ہندوشعرا کا نعتیہ کلام: فانیؔ مرادآبادی صفحہ ۵۸)

☆ بابا گرودت صاحب گروداس، بابا چھیٹو داس اور بابا بھاگو داس کی نعتیہ کاوشیں، خیالات کی ندرت اور جذبات کی شیفتگی کے نقطۂ نظر سے لائق داد ہیں۔ منشی دامودر صاحب دروغؔ نے دو ایسی نعتیں لکھی ہیں، جن میں انھوں نے صفت توشیح استعمال کرتے ہوئے ''بسم

اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ کو نظم کیا ہے۔

ہندو خواتین نے بھی نبی امّی کے حضور گلہائے عقیدت نذر کیے ہیں۔اس سلسلہ میں مسمّاۃ رام پیاری لکھنوی اور محترمہ بوادتی صاحبہ کی نعتیہ کاوشیں قابلِ داد ہیں۔

مذکورہ بالا چند ہندو شعرائے نعت کے علاوہ صدہا ایسے ہندو نعت گو شاعر ہیں، جن کے کلام میں حقیقی نعت کے بعض ایسے نمونے ملتے ہیں، جو موضوع اور اسلوب کی ندرت و بداعت کے باعث شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان حضرات نے اس صنف میں ایسے ایسے موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے، جو اردو نعت گوئی کے باب میں ایک مستحسن قدم ہونے کے علاوہ ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندو شعرائے نعت کی فہرست میں ایسے سخنور بھی شامل ہیں کہ اگر ان کا سرمایۂ نعت تخلص و نام کے تعیّن کے بغیر شائع کر دیا جائے، تو اس امر کی شناخت مشکل ہو جائے گی کہ اس کا تخلیق کار ہندو ہے یا مسلم؟ ہندو شعرا کے یہاں ہیئات و اشکال کا تنوّع بھی ملتا ہے۔ان حضرات نے اردو شاعری کے مختلف مروّجہ اصناف سخن میں نعت گوئی کی ہے۔ان کے یہاں ہندوستانی ماحول، ملکی وضعداری، مقامی رنگ اور ارضی رکھ رکھاؤ بدرجۂ اتم موجود ہے۔

ہندو شعرا کے سرمایۂ نعت کو محمد الدین فوقؔ نے ’’اذانِ بت کدہ‘‘ میں، فانی مرادآبادی نے ’’ہندو شعرا کا نعتیہ کلام‘‘ میں اور محمد محفوظ الرحمٰن نے ’’ہندو شعراء اور دربار رسولؐ‘‘ میں یکجا کیا ہے، لیکن ان تینوں حضرات کی مرقومہ بالا تالیفات کم یاب ہونے کے باعث عوام بلکہ بہت حد تک خواص کی بھی دسترس سے باہر ہیں۔علاوہ بریں ان تالیفات میں شعراء کے کلام کی یکجائی میں کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا، جس کی وجہ سے قاری اور شناورانِ بحرِ نعت کو کسی مخصوص شاعر کے کلام کی تلاش میں کافی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔

یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ نعت پر جتنا کام اس صدی میں ہوا ہے، اتنا ماسبق کی کسی صدی میں نہیں ہوا اس صدی کے نصف آخر میں نعت پر متعدد تحقیقی و تنقیدی مقالے لکھے گئے ہیں، ہندو نعت گو شعراء پر پی۔ایچ۔ڈی اور ڈی لٹ کے مقالے لکھے جا رہے ہیں (ڈی لٹ کا مقالہ ڈاکٹر سید شمیم گوہر ’’اردو کے ہندو نعت گو شعراء‘‘ عنوان سے تیار کر رہے ہیں،

جب کہ ڈاکٹر نگار سلطانہ کو ان کے تحقیقی مقالہ ’’بیسویں صدی میں اردو کے غیر مسلم نعت گو شعراء‘‘ پر کانپور یونیورسٹی کانپور نے ۱۹۹۴ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی تھی۔

ہندو نعت گو شعراء پر ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ نے خاصا کام کیا ہے۔اس سلسلہ میں موصوف نے ایک کتاب سوغات صنم خانہ لکھی ہے، جس کا سن طبع ۲۰۱۳ء ہے۔انھوں نے اپنی اس کتاب میں شعراء کا کلام ان کے ناموں کے لحاظ سے جمع کیا ہے۔موصوف نے نام کے ساتھ تخلص کا اندراج بھی کر دیا ہے، تاکہ قاری کو اپنے مقصود شاعر کا کلام بآسانی دستیاب ہو سکے۔موصوف نے شعراء کے سوانح حیات بھی افادیت کی خاطر شامل کتاب کر دیئے ہیں۔ ان کی اس کتاب میں صفحات کی تعداد ۲۳۶ ہے۔

موصوف نے اپنی اس کتاب کی تالیف میں ’’اذان بت کدہ‘‘ ’’ہندو شعرا کا نعتیہ کلام‘‘ اور ’’ہندو شعرا دربارِ رسولؐ‘‘ سے استفادہ کیا ہے۔موصوف کو ’’اذان بت کدہ‘‘ کا نسخہ ایک کباڑی کی دوکان سے حاصل ہوا تھا۔’’ہندو شعرا کا نعتیہ کلام‘‘ اور ’’ہندو شعراء دربار رسولؐ‘‘ کی زیراکس کاپیاں موصوف کو ابو مظفر عالم اسسٹنٹ لائبریرین خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کی وساطت سے حاصل ہوئی تھیں۔

ہندو شعرا کے نعتیہ کلام سے استفاضہ کی خاطر ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ کی کتاب ’’سوغات صنم خانہ‘‘ خاصی اہم ہے۔وہ اس سلسلہ میں خود مکتفی ہے۔سوغات صنم خانہ کی ترتیب اس طرح ہے کہ اس کے آغاز میں ہندو شعراء کا حمدیہ کلام نقل کرنے کے بعد متعدد ہندو شعرا کا نعتیہ کلام نقل کیا گیا ہے۔آخرِ کتاب میں کتابیات کے تحت کتابوں کے نام مع ان کے تخلیق کاروں کے اسمائے گرامی جمع کر دیئے ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل آزادؔ ایڈوکیٹ نے سوغات صنم خانہ کو ۱۹؍جولائی ۱۹۹۲ء کو اتوار کے دن اپنے موروثی مکان موقوعہ ۱۳۰ محلّہ مہاجری فتح پور یوپی میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا تھا۔موصوف کا یہ مکان ان کا مسقط الراس بھی ہے۔موصوف کے اس کتاب کے حوالے مرحوم نور احمد میرٹھی نے اپنی تخلیق ’’بہر زماں، بہر مکاں‘‘ میں بکثرت دیئے ہیں۔انھوں نے ڈاکٹر آزادؔ ایڈوکیٹ فتح پوری کی اس کتاب کا تذکرہ غیر مطبوعہ کے ضمن میں مندرج کیا ہے۔مرحوم نور احمد میرٹھی کی

محولہ بالا کتاب کا سالِ اشاعت ۱۹۹۶ء ہے، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کی زیرنگرانی ڈاکٹر نگار سلطانہ نے ''بیسویں صدی کے غیر مسلم نعت گوشعراء'' نام سے اپنا تحقیقی مقالہ لکھ کر کانپور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

پاکستان کے مرحوم نور احمد میرٹھی نے ''اردو کے غیر مسلم نعت گوشعراء'' نام سے جو کتاب تحریر کی ہے وہ خاصی وقیع ہے اس کتاب کے علاوہ پاکستان کے کسی تخلیق کار نے ہندو شعراء پر کوئی کام ہنوز نہیں کیا۔

☆☆☆

چھٹا باب

نعت کا فنّی و معنوی تجزیہ

نعت کا تعلق موضوع و مفہوم سے ہے۔ ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے اس کی کوئی شکل متعین نہیں ہے۔نعت کا تعلق، ذات نبیؐ، صفات نبیؐ اور متعلقات و منسلکات نبیؐ سے ہے، چنانچہ یہ شعر و شاعری کی کسی بھی ہیئت میں کہی جاسکتی ہے۔اسی لیے ہر دور کا نعتیہ ادب اس دور کی جملہ مروجہ شعری اشکال و ہیئات میں ملتا ہے۔اردو شاعری میں جتنی اشکال و ہیئات رائج ہیں نعتیہ شاعری ان سب میں موجود ہے۔

نعت مثنوی میں:

اردو کی سب سے پہلی تصنیف شمالی ہند کے ملا داؤد کی تخلیق ''چندائن'' ہے جو مثنوی کی ہیئت میں ہے۔اس مثنوی کا چھٹا بند نعت نبی میں ہے۔اس طرح اردو کی پہلی نعت، مثنوی کی ہیئت میں ہے مثنوی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی تثنیہ کیا گیا'' یا دو دو کی نسبت دیا گیا'' ہیں اور اصطلاحاً مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں، جس کے مختلف اشعار کے مختلف قافیے ہوتے ہیں، لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور تمام اشعار کا وزن ایک ہوتا ہے۔حالیؔ نے مثنوی کو سب سے زیادہ مفید اور کارآمد صنف سخن بتلایا ہے۔

مثنوی اتنی وسیع صنف سخن ہے کہ اس میں جملہ مضامین ممکنہ موضوع کی حیثیت سے شامل کیے جاسکتے ہیں۔دوسرے موضوعات کی طرح نعت بھی اردو مثنویوں کا اہم موضوع رہا ہے۔قدماء کی مثنویوں میں بھی نعت بہ حیثیت جزو شامل ہے ملا داؤد سے محمد قلی قطب شاہ تک کی نعتیہ کاوشیں مثنوی کی ہیئت میں ملتی ہیں۔خواجہ بندہ نواز کا عرصۂ حیات فخر دین نظامی سے پیشتر کا ہے۔خواجہ صاحب کی نعتیہ کاوش کی ساخت اس طرح ہے کہ اس میں سب سے پہلے ایک شعر ہے، جس کے دونوں مصرے مثنوی کے ہیئت کی مانند ہم قافیہ ہیں۔اس کے بعد تین تین مصرعوں کے تین بند ہیں۔ ہر بند کے تین مصرع ہم قافیہ ہیں، لیکن ہر بند کے مصرعوں کے قوافی دوسرے بند کے مصرعوں کے قوافی سے جدا ہیں۔فخر دین نظامی کی نعت، اس کی شاہکار مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ'' میں اجزائے مثنوی کی حیثیت سے داخل ہے۔ یہ مثنوی ہندوی اسلوب اور فارسی اسلوب کا دلکش امتزاج ہے۔نظامی نے نعت رسول کے عنوان سے (۲۲) ابیات کہے ہیں۔ یہ نعت لسانی اعتبار سے زیادہ اہم ہے، اس میں ہندوی اور گجروی اردو کے

الفاظ بکثرت مستعمل ہیں۔ ہندوانہ اساطیر کے ساتھ خالص اسلامی تلمیحات سے بھی فیض اٹھایا گیا ہے، صدرالدین نے ''کسب محویت'' اور ''رموز العارفین'' مثنویوں میں بھی نعتیں لکھی ہیں ان کی زبان میں فارسی و عربی کے عام فہم الفاظ کی کثرت ہے۔شاہ میران جی شمس العشاق نے عوام کی زبان میں مثنوی کی ساخت میں ایسی نعتیں کہی ہیں، جن میں احادیث صحیحہ نظم کی گئی ہیں۔ان کی مثنوی ''شہادت التحقیق'' میں شامل نعت کی بحر چھوٹی ہے۔جس کا وزن ہندی ہے اور اس میں دوہے کی روایت کا التزام ہے۔خوب محمد چشتی کی خوب ترنگ میں نعتیہ مضامین کثرت کے ساتھ در آئے ہیں۔اس میں کہیں کہیں خالص نعت کے اشعار بھی مل جاتے ہیں خوب محمد چشتی فرسودہ نعتیہ مضامین کو جدت طرازی کے ذریعہ شاداب اور شگفتہ بنا دیتے ہیں۔

عبدالملک بھروچی سے پیشتر نعت مثنوی کے ضروری جزو کی حیثیت سے کہی جاتی تھی۔ عبدالملک بھروچی پہلے شخص ہیں، جنھوں نے میلاد نبوی کے مقدس موضوع پر ڈھائی سو اشعار کی ایک نعتیہ مثنوی لکھ ڈالی۔اب تک کے دستیاب مواد کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ پہلی نعتیہ کاوش ہے، جس میں نعت کو موضوع بنا کر مثنوی میں مکمل ربط و تسلسل ہے، جو موضوع پر مصنف کی مکمل قدرت کی شہادت دیتا ہے۔بھروچی زبان و بیان کی کمزور روایت کے باوجود اپنے مدعا کے اظہار پر ید طولیٰ رکھتا ہے۔نصرتی بنیادی طور پر قصیدہ کا شاعر تھا، لیکن اس نے تین مثنویاں بھی لکھی ہیں۔اس نے اپنی مثنوی ''گلشن عشق'' میں نعت کے (۱۲۷) ابیات اس طور پر کہے ہیں کہ اگر ان نعتیہ ابیات کو مثنوی سے الگ کرلیا جائے، تو وہ خود ایک نعتیہ مثنوی بن جائے گی۔شاعر نے اس مثنوی میں رسمی نعت میں ضمنی عنوان کے تحت واقعۂ معراج نظم کیا ہے۔

نصرتیؔ نے اپنی دوسری مثنوی ''علی نامہ'' میں بھی نعت اور معراج کے عنوان سے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔نصرتیؔ کی نعتیہ کاوشیں ایجاز، اختصار، زبان کی حلاوت اور تخیل کی متناسب جولانی میں بے عدیل ہیں۔سید میران خاں ہاشمی نے بھی ایک معراج نامہ مثنوی کی ہیئت میں لکھا ہے۔اس نے ایک نعت ''یوسف زلیخا'' کے ضمن میں کہی ہے۔اس کی نعتیہ مثنویوں کے خیالات اور مضامین دونوں میں فرسودگی ہے۔اس کا معراج نامہ منظر نگاری اور مرقع نگاری کے نقطہ ہائے نگاہ سے اہم ہے۔ ملا وجہی کی نعتیہ کاوش بھی مثنوی کی ساخت میں ہے اور

معراج کے واقعات کو اس نے بھی جگہ دی ہے۔

گیارہویں صدی ہجری میں بلاقی، احمد، عالم، معظم، مختار اور فتاحی اپنے مولود ناموں، وفات ناموں اور معراج ناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہ سبھی معراج نامے مثنوی کی ساخت میں ہیں۔

اٹھارہویں صدی عیسویں نے دکن کی آواز شمال پہنچا دی ولی کے دیوان نے شمال و جنوب کو ایک کر دیا۔ ولی نے خود بھی مثنوی کی شکل میں نعتیں کہی ہیں۔ شمالی ہند میں ''اسرار محبت'' ''سحر البیان''، ''گلزار نسیم''، ''طلسم الفت''، ''بہار عشق'' وغیرہ عشقیہ مثنویاں لکھی گئیں۔ ان میں نعت بہ حیثیت جزو شامل ہے، لیکن ان میں مشمول نعتوں میں کوئی لائق ذکر بات نہیں ہے۔

مومن نے اپنے دور میں اچھی نعتیہ مثنویاں لکھی ہیں جو وفور شیفتگی، خلوص عقیدت اور نظافت جذبات کے باعث کافی دلاویز اور اثر انگیز ہیں۔ امیر مینائی کی آٹھ مثنویوں میں سے ہر ایک میں رسمی نعت جزو کی حیثیت سے شامل ہے، لیکن موصوف نے تین مثنویاں ایسی تخلیق کی ہیں، جن میں نعت کو اساسی حیثیت دی گئی ہے۔ یہ مثنویاں ''نور تجلی''، ''حکایت اویس قرنی'' اور ''قصہ یہودی'' کے نام سے مشہور ہیں ان مثنویوں کی امتیازی خصوصیات پاس ادب، میانہ روی اور حفظ مراتب ہیں۔ محسن کاکوروی کی مثنویاں فنی نقطہ نگاہ سے بہت اہم ہیں ان کی نعتیہ مثنویوں کی تعداد (۶) ہے۔ انھوں نے ان مثنویوں میں نعت کو ایک جزو کی حیثیت سے نہیں بلکہ موضوع سخن کی حیثیت سے داخل کیا ہے یہ مثنویاں صبح تجلی، فغانِ محسن، نگارستان الفت، چراغ کعبہ، شفاعت ونجات اور اسرار معانی درد عشق ہیں۔

دور حاضر میں حفیظ جالندھری کا ''شاہنامہ اسلام'' ایک طویل مثنوی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا تفصیلی خاکہ کھینچا گیا ہے۔ اس مثنوی میں شاعرانہ واقعیت وشعریت تاریخی صداقت کے شانہ بہ شانہ چلتی ہے۔

نعت قصیدہ کی ہیئت میں:

نعتیہ شاعری کی دوسری مقبول ہیئت قصیدہ ہے نعت کا اولین نقش قصیدہ کی ہیئت میں ہے، جس کو ابوطالب نے نظم کیا تھا۔ کعب ابن زہیرؓ عبداللہ بن رواحہؓ، اور حضرت حسانؓ کی اکثر

نعتیں قصیدہ کی ہیئت میں ہیں۔ فارسی شاعری کی ابتدائی نعتیں قصیدہ اور مثنوی دونوں ہیئتوں میں ملتی ہیں۔ حکیم سنائی کی کلیات میں چھ نعتیہ قصیدے موجود ہیں۔ انھوں نے اپنی نعتوں میں معراج پر بھی مستقل اشعار کہے ہیں۔ عراقی نے واحد متکلم کے صیغہ میں نعت لکھ کر نعتیہ قصیدہ کی مودب فضا برقرار رکھی ہے۔ خاقانی نے اپنے قصیدوں کے ذریعہ نعت کو تخیل کی بلندی، بیان کے زور، سنجیدگی، مدلل طرز ادا، مقامی رنگ، عصری ماحول اور سوانح حیاتی عناصر سے معمور کیا۔

اردو شاعری میں محمد قلی قطب شاہ سے پیشتر نعتیہ قصیدے نہیں ملتے۔ محمد قلی قطب شاہ پہلا شاعر ہے، جس کے دیوان میں نعتیہ قصائد ملتے ہیں، اس کے دیوان میں ایک بغیر تشبیب کا قصیدہ ''عید میلاد النبی'' کے نام سے ہے، جو بہت منظم اور مربوط ہے دکن کے نعت گو شعراء میں نصرتی اور شاہی کے نعتیہ قصیدے فنی اعتبار سے مثالی کہے جا سکتے ہیں، نصرتی دکن کا سب سے بڑا قصیدہ گو شاعر ہے۔ اس کا قصیدۂ معراج تشبیب کے نقطۂ نگاہ سے کافی اہم ہے۔ اس نے تشبیب کو مدح سے ہم آہنگ کرنے کے لیے، تشبیب کو فلکیات سے متعلق کر دیا ہے، اس نعتیہ قصیدہ میں ایک اچھے قصیدہ کے سبھی عناصر موجود ہیں۔ یہ قصیدہ تخیل کی بلندی، خیالات کی شادابی، زبان کے تمکنت خیز شکوہ، تشبیہات کی بداعت اور الفاظ کی شوکت سے معمور ہے۔ ولی نے بھی نعتیہ قصیدے کہے ہیں۔ سودا کے دیوان میں صرف ایک نعتیہ قصیدہ ملتا ہے جس میں اس کی سبھی شاعرانہ خصوصیات موجود ہیں۔ یہ نعتیہ قصیدہ عملی تنقید کے لحاظ سے زبردست اہمیت کا مالک ہے۔ بعد کے نعتیہ قصیدہ نگاروں نے سودا کے اس قصیدہ کو مشعل راہ بنا کر اس صنف کو آگے بڑھایا۔ اردو میں نعتیہ قصیدہ نگاروں کی ایک فہرست ہے۔ علی جواد زیدی نے اپنی کتاب ''قصیدہ نگارانِ اتر پردیش'' میں اتر پردیش کے تقریباً سوا سو ایسے شعرا کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔

حالی نے مقدمہ شعر وشاعری میں قصیدہ کی بڑی لے دے کی ہے اور فن قصیدہ نگاری میں بہت سے عیب نکالے ہیں، لیکن حالی کے بیان کردہ معائب کی زد میں نعتیہ قصائد قطعاً نہیں آتے۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کی صفات بے مثل ہیں۔ وہ

اتنے اعلیٰ واولیٰ ہیں کہ کائنات کا ہر مشبہ بہ ان کے مقابلہ میں ناقص اور کم تر ہے۔

حالیؔ نے مقدمہ شعروشاعری میں قصیدہ نگار شعرا کو مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے:

''شاعر کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ اچھوں کی خوبیوں کو چمکائے ان کے ہنر اور فضائل، عالم میں روشن کرے اور ان کے اخلاق کی خوشبو سے موجودہ اور آئندہ دونوں نسلوں کے دماغ کو معطر کرنے کا سامان مہیا کر جائے۔''[1]

حالیؔ کے بتائے گئے اصولوں پر صرف ان ہی قصیدہ نگاروں نے عمل کیا ہے، جنھوں نے نعت گوئی کو اپنی شعری کاوشوں کا موضوع بنایا ہے۔ امیرؔ مینائی کے نعتیہ قصائد میں عرض حال کے اشعار کافی وقیع ہیں۔ انھوں نے ان میں سوز دروں کے ذریعہ رقت پیدا کی ہے ان کے قصیدوں کے محولہ بالا اشعار ان کے مخلص عشق اور مذہبی خلوص کے آئینہ دار ہیں۔ لب ولہجہ کے وقار، الفاظ وتراکیب کی استواری، جوش وجزالت کی تڑپ، علوم وفنون کی مصطلحات، صنائع وبدائع کے دلکش استعمال اور تخیل ومشاہدہ کی ہم آہنگی نے ان کے نعتیہ قصیدوں کو فنی حیثیت عطا کی۔

منیر شکوہ آبادی اور امیر مینائی کے نعتیہ قصیدوں کا شمار اردو ادب کے صف اول کے قصائد میں ہوتا ہے۔

محسن کاکوروی کی کلیات میں پانچ نعتیہ قصیدے ملتے ہیں جن کی تفصیل اس مقالہ کے چوتھے باب میں دی جا چکی ہے۔

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ ان کے نعتیہ قصیدے فنی اور شعری محاسن کے مظاہر اور شیفتگیٔ رسول کے دلاویز پیکر ہیں۔ خاص طور سے ان کا لامیہ قصیدہ صرف نعتیہ قصائد ہی میں نہیں بلکہ اردو قصیدہ نگاری کی تاریخ میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ معرض بحث قصیدہ میں مقامی و زمانی رنگ اور ہندوستانی فضا مکمل طور پر چھائی ہوئی ہے۔ اس قصیدہ میں پہلی بار دجلہ اور فرات کی جگہ گنگا، جمنا اور گھاگھرا، شیراز اور اصفہان کے بجائے بنگالہ، پنجاب، گوکل اور متھرا،

[1] مقدمہ شعروشاعری، ص۔۱۷۷

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہینؔ

بلبل اور چکور کی جگہ ہریل اور شاما، نرگس، نسرین اور سمن کے ساتھ بیلا، گلاب اور کنول، سنبل کی جگہ لجالو اور شیریں وفرہاد، لیلیٰ مجنوں اور وامق وعذرا کی جگہ کرشن اور گوپیاں ملتی ہیں۔

نعتیہ قصیدہ نگاروں میں کچھ شاعر ایسے بھی ہیں، جن کی تشبیہیں اپنے زمانہ کی ادبی فضا کی آئینہ دار ہیں۔ اردو کے نعتیہ قصیدہ نگاروں کی فہرست میں ایسے شاعر بھی ہیں، جنھوں نے خاقانیؔ کی طرح اپنی نعتیہ کاوشوں میں عصری احوال وکوائف کے علاوہ اپنے سوانح حیاتی عناصر بھی پیش کیے ہیں، اس سلسلہ میں منیر شکوہ آبادی نے جزیرۂ انڈمان کی پریشانیوں کا ذکر کیا ہے، جس سے اس زمانہ کی زندانی زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان کے نعتیہ قصیدوں میں روایتی فضا کے ساتھ تاریخی ومعاشرتی حالات کے نقوش ملتے ہیں۔

عزیز لکھنوی کے ''صحیفۂ ولا'' میں نو نعتیہ قصیدے ہیں۔ عزیزؔ کی بہاریہ اور غزلیہ تشبیب و مدح کے مضامین میں جو ہم آہنگی ملتی ہے، دوسرے شعراء کے یہاں اس کی کمی ہے۔

دور حاضر کے پاکستان کے نعت گو شاعر عبدالعزیز خالدؔ نے نعتیہ قصیدہ کی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ انھوں نے ''منحمنا'' اور ''فارقلیط'' نام کے دو قصیدے لکھے ہیں۔ موصوف اپنے دونوں قصیدوں میں محسن کاکوروی سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ ان نعتیہ قصیدوں میں عربی وفارسی کے تمکنت خیز الفاظ کے ساتھ ہندی کے سبک شیریں الفاظ کی پیوندکاری، پیچیدہ مسائل تصوف کا بیان اور فلسفیانہ بارک گتھیوں کا حل خاصی وقعت کی چیز ہے۔

جاگیردارانہ نظام کے اختتام نے قصیدہ گو شعراء کے حریصانہ جذبات کو سرد کر دیا۔ سرمایہ داری، حقیقت نگاری، طرز تعلیم کی تبدیلی، مشرقی علوم کی جگہ مغربی علوم کی ترویج، مذہبی معتقدات کے تزلزل نے قصیدہ نگاری کو مائل بہ زوال کر دیا۔ نعتیہ قصائد میں بھی وہ شدومد نہیں رہا، لیکن چونکہ نعتیہ قصائد میں طمع زر کے جذبات کی کارفرمائی نہیں ہوتی بلکہ وہ مخلص جذبات کے تحت لکھے جاتے ہیں، اس لیے جب تک مذہب اور مذہب والے زندہ ہیں نعتیہ قصائد لکھے جاتے رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے اور آپ اکمل فرد انسانی ہیں آپ نے امن وآشتی، مساوات، اور حریت کی تعلیم دی۔ اس لیے جب تک انسانیت زندہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں لکھی جاتی رہیں گی۔

نعت مرثیہ میں:

نعت کی طرح مرثیہ کا تعلق موضوع سے ہے۔ مرثیہ شاعری کی اس صنف کو کہتے ہیں، جس میں کسی کی موت پر تاسف کا اظہار کیا جائے۔ بزرگان دین اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں اور جہاں تک نبی اقدس کی بات ہے، آپ افعال حیات پر قدرت کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپ نے ظاہری طور پر پردہ فرما جانے کے بعد علامہ بوصیری کے بدن پر اپنے دست مبارک پھیرے تھے اور ان کے مفلوج بدن پر چادر ڈال دی تھی[۲]۔ رسول کائنات نے سید حسن غزنوی کو مواجھہ شریف پر مصرع درج ذیل پڑھنے پر ''مدحتے آوردم اینک خلعتے بیروں فرست'' قبہ مبارکہ سے دست مبارک برآمد کر کے خلعت مرحمت کیا اور فرمایا **یا بنی خذ** (اے فرزند لے)''[۳]

مردہ سے قبر میں منکر نکیر کے ذریعہ جو سوالات کیے جاتے ہیں، ان میں ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے ''**ما کنت تقول فی هٰذا الرجل لمحمد**''[ص] تم اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردہ کے سامنے ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی حیات سے متعلق چند مثالیں ہیں۔ اس لیے اردو کی نعتیہ شاعری میں نعت مرثیہ کی صنف میں بہت کم ملتی ہے۔ عربی شاعری میں حضرت حسان نے آپ کے ظاہری طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانے پر ایسی نعتیں بھی کہی تھیں، جن میں عنصر رثا حاوی ہے اور جو مرثیہ کے زمرہ میں آتی ہیں۔

اردو شاعری میں کافی نے مرثیہ کے تحت نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں شاعر نے مندرجہ ذیل عنوان کے تحت

قیامت سے نہیں کم انتقال سرور عالم | کہ جس کی یاد کرنا آج تک ہم کو رلاتا ہے

ترمذی شریف کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے متعلق احادیث کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اس باب کے اختتام پر ایک غزل بھی شامل کی گئی ہے، جس میں زبردست رثائیت ہے۔ قصیدہ اور مرثیہ دونوں میں محاسن بیان کیے جاتے ہیں۔ فرق صرف انداز کا ہے۔ اگر بیان محاسن میں عنصر رثا حاوی ہو، تو اس کو مرثیہ کہیں گے۔

---

[۲] نعتیہ شاعری کا ارتقاء: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد ص۔۱۸۵
[۳] فارسی شعراء اور نعت رسول، پروفیسر ضیاء احمد بدایونی (مضمون)
[ص] المشکوۃ المصابیح ص۔۲۴، الفاظ بخاری کے ہیں۔ حدیث متفق علیہ ہے۔

نعت غزل کے جام میں:

اکثر شعراء نے مضامین نعت غزل کی ہیئت میں بیان کیے ہیں۔ نعتیہ غزلیں وہ شعری کاوشیں ہیں، جن میں مضامین نعت، تغزل، ترنم، اور حسن معانی و بیان کے ساتھ نظم کیے گئے ہوں۔ نعتیہ غزلوں میں سلمیٰ، لیلیٰ، ساقی، **مغبچہ**، صراحی، پیمانہ اور جام وصبو، مجازی معنی میں مستعمل ہوئے ہیں اور جہاں کہیں شراب کا تذکرہ ہے، وہاں شراب سے مراد اس دنیا کی نشہ آور شراب نہیں بلکہ میخانہ خلد بریں کی شراب ہے۔

فارسی شاعری میں جامی نے اچھی نعتیں کہی ہیں۔ ان کی اس نہج کی غزلوں میں سلاست روانی، سوز و گداز اور غنائیت ہے۔ صہبائے عشق کی تندی، دلوں کو گرماتی، برماتی اور پگھلاتی ہے۔ جامی نے کئی نعتیہ غزلوں میں مضامین نعت کے مابین مسایل تصوف بیان کیے ہیں۔ انھوں نے چھوٹی بحروں کی نعتیہ غزلوں میں آیات قرآنی کو لطیف انداز میں جمع کیا ہے۔ قدسی کی نعتیہ غزلوں کو کافی مقبولیت ملی بالخصوص ان کی وہ مشہور غزل جس کا مطلع درج ذیل ہے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اس لیے کافی اہم ہے کہ جتنی تضمینیں صرف اس ایک غزل پر لکھی گئی ہیں اتنی کسی ایک غزل پر غالباً نہیں لکھی گئیں۔

اردو شاعری میں محمد قلی قطب شاہ، پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعوری طور پر نعتیہ غزلیں کہی ہیں۔ ان کے دیوان میں (۵) نعتیہ غزلیں ہیں۔ سراج نے چھ اشعار کی ایک غزل ایسی کہی ہے، جس میں حمد کے مضامین تین اشعار مطلع، مطلع سے پیوستہ شعر اور ایک مقطع میں ہیں۔ بقیہ اشعار نعت کے ہیں۔ انشاء کی نعتیہ غزلوں میں سپردگی، گداز اور سوز ہے۔ الفاظ صاف سادہ ہیں اور لہجہ تعقید اور گنجلک سے پاک ہے۔ مومن کا عہد نعتیہ غزلوں کے عروج کا دور ہے۔ اس دور نے اردو نعت کو پر کیف تغزل، دلاویز رعنائی اور دلکش اثر سے روشناس کیا۔ لطف کے دیوان میں ایک سو سے زائد نعتیہ غزلیں ہیں، ظفر کی نعتیہ غزلیں، صاف سادہ اور فصیح وسلیس ہیں۔ کافی کی وہ غزل جو وصال نبی سے متعلق ہے پرسوز، اثر آفریں اور رقت آمیز

ہے۔ داغؔ کی نعتیہ غزلوں میں داخلیت اور خارجیت کا حسین امتزاج ہے۔ امیر کی نعتیہ غزلوں میں وصفی پیرایۂ اظہار کی کارفرمائی ہے۔ ترنم ان کی نعتیہ غزلوں کا سرمایۂ افتخار ہے۔

دور جدید اور عصر حاضر میں زیادہ تر نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی جارہی ہیں۔ ان دونوں عہدوں میں مشکل سے کوئی نعت گو ایسا ملے گا، جس نے نعتیہ غزلیں نہ کہی ہوں، ان نعتوں میں پاس ادب اور حدود شریعت کا لحاظ کم رکھا گیا ہے۔ بہت سے شاعروں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں، جو قطعاً آپ کے شایان شان نہیں ہیں۔

نعت اور قطعہ:

دنیائے نعت کے سب سے پہلے شاعر حضرت ابوطالب نے قصیدہ کے علاوہ قطعہ کی ہیئت میں بھی نعت کہی ہے۔ "**الاصابہ فی تمیز الصحابہ**"[۴] میں جناب ابوطالب کے نعتیہ اشعار قطعہ کی ہیئت میں درج ہیں، جن میں کا حسب ذیل شعر تو حضرت حسان کو اتنا پسند آیا ہے کہ انھوں نے اسی زمین میں ایک مکمل نعت کہہ دی۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذو العرش محمود و ھٰذا محمد

ترجمہ: اور (خدانے) آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے آپ کا اسم شریف اپنے اسم مبارک سے مشتق کرلیا۔ عرش والا محمود ہے اور آپ محمدؐ ہیں۔

اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں نعتیہ قطعات ہیں۔ عصر حاضر میں نعتیہ قطعات نے کافی رواج پکڑ لیا ہے۔ شعرائے نعت مشاعروں میں نعت سے پیشتر نعتیہ قطعات پیش کرتے ہیں۔ بیکل اتساہی نے نعتیہ قطعات کافی تعداد میں کہے ہیں۔

نعت اور رباعی:

محمد قلی قطب شاہ کی کلیات میں کئی نعتیہ رباعیاں ملتی ہیں۔ حالیؔ نے کئی اچھی نعتیہ رباعیاں کہی ہیں، لیکن اردو نعت میں یہ ہیئت کم استعمال کی گئی ہے۔ پھر بھی امجدؔ اور طوفان کی رباعیاں خاص وقعت کی حامل ہیں۔ امجد کی وہ رباعی کافی اہم ہے، جس میں انھوں نے ختم

۴ الاصابہ فی تمیز الصحابہ: علامہ احمد بن علی بن محمد بن علی الکینانی، العسقلانی المعروف بہ ابن حجر ص۔۱۱۶ مطبوعہ مصر جز و رابع۔

رسالت کا مضمون نظم کرتے ہوئے محمد عربی کو رباعی کا مصرعۂ آخر کہا ہے۔ واضح ہو کہ رباعی کا مصرعۂ آخر حاصلِ رباعی ہوتا ہے۔ محولہ بالا رباعی درج ذیل ہے:

رخ مہر خط شعاعی کی طرح — وہ گلّۂ امت میں ہے راعی کی طرح
اس خاتم انبیاء کا آخر میں ظہور — ہے مصرع آخر رباعی کی طرح

جلیل مانک پوری نے ۱۳ رباعیات کہی ہیں، جن میں سے (۸) شبِ معراج پر ہیں۔

نعت اور ترکیب بند نیز نعت اور ریختی:

شعرائے نعت نے ترکیب بند کی ساخت میں بھی اچھی نعتیں کہیں ہیں۔ مومنؔ کی وہ نعت جس کا عنوان "تخمیس برغزل قدسی در نعت سرور عالم" ہے ایک اچھی ترکیب بند نعت کہی جاسکتی ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم
یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہم
خود ستائی ہے زبس رسم فصیحان عجم
نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

مرزا علی بیگ نازنیںؔ نے بھی ایک نعت ترکیب بند میں کہی ہے، جو اس لیے اہم ہے کہ وہ ریختی کی صنف میں ہے۔ ریختی اور نعت بظاہر ندی کے دو کنارے لگتے ہیں لیکن نازنین نے ریختی میں نعت کہہ کر اپنی فنی مہارت کا بیّن ثبوت دیا ہے۔ صرف ایک بند ملاحظہ ہو:

میں ہوں عورت نہ مجھے عقل ہے کچھ اور نہ شعور — نہ میں ہوں رابعہ بصری اور نہ ہوں بی بی نور
پر یہ سمجھی کہ ہے عزت تری رب کو منظور — ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبان عربی

نعت اور ترجیع بند:

ایران کی نعتیہ شاعری میں جامیؔ اور سید حسن غزنوی کے یہاں ترجیع بند کی ہیئت میں نعتیں موجود ہیں۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں امیر مینائی نے کئی جاندار نعتیہ ترجیع بند کہے

ہیں۔ان کے ایک ترجیع بند میں چار چار مصرعوں کے بعد ترجیع کا شعر عربی میں، دوسرے ترجیع بند میں ترجیع کا شعر فارسی میں ہے۔ان کے نعتیہ دیوان میں کئی ترجیع بند ایسے بھی ہیں، جن میں ترجیع کا شعر اردو میں ہے۔امیر نے اپنے نعتیہ ترجیع بندوں کا عام انداز مدحیہ رکھا ہے۔امیر مینائی کے شاگرد جلیل مانکپوری نے معراج پر ایک شاندار ترجیع بند کہا ہے۔ جنگ بہادر خاں تابش اور آرزو سہارنپوری کے مشہور سلام ترجیع بند کی ساخت میں ہیں۔

نعت و مثلث:

حضرت علیؓ نے اپنی نعت حلیہ شریف مثلث کی ہیئت میں کہی تھی۔کشن پرساد شادؔ کا نعتیہ مثلث نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

منھ پر ڈالے میم کا پردہ   موہ لیو سارے بندرا بن کو
مورا بطحا کا بسیّا چھین لیو من کو

نعت و مخمس:

اردو شاعری میں نعتیہ مخمس ولیؔ، طوفان، کشن پرساد شادؔ، اور شارقؔ ایرانی وغیرہ نے لکھے ہیں۔

نعت و مسدس:

نظم کی یہ ساخت مذہبی شاعری میں رائج ہے۔مرثیہ کے لیے تو یہ ہیئت متعین سی ہوگئی ہے۔حالیؔ نے مسدس مدو جزر اسلام اسی ہیئت میں لکھی ہے۔نعتیہ اشعار جو مدوجزر اسلام میں مشمول ہیں، مسدس کی ہیئت میں ہیں۔طوفانؔ، حمیدؔ لکھنوی، اور ضیاء القادری کے نعتیہ مسدس کافی جاندار ہیں۔

نعت و مستزاد:

رباعی کے ہر مصرع کے آخر میں ایک حصہ رباعی کا لاتے ہیں۔لیکن اب غزل کو بھی مستزاد کرنے لگے ہیں۔ہر مصرع کے آخر میں دو ایک کلمے وزن سے زیادہ ملاتے ہیں۔ولیؔ اور طوفان کے نعتیہ مسدس کافی دلکش ہیں۔

نعت اور نظم :

محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں (۱۱) نعتیہ نظمیں ملتی ہیں۔محمد قلی قطب شاہ کے بعد

نظموں میں ایک خلا دکھائی پڑتا ہے۔کرنل ہالرائیڈ کی زیر سرپرستی لاہور میں منعقد ہونے والے مشاعروں نے نظم کو رواج دیا اور اس طرح اردو میں نظموں کا سکہ چلنے لگا۔دورِ جدید اور عصرِ حاضر کے نعت گو شاعروں نے نظموں کو نعتیہ شاعری کا وسیلہ بنایا۔ان دونوں عہد کے شاعروں نے اچھی نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔

نعت اور سلام:

سلام اردو شاعری کی ایک مقبول صنف ہے۔اردو شاعری میں سلام کا تعلق نعت و منقبت اور رثائی شاعری سے ہے۔اللہ پاک نے قرآن حکیم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سلام خوانی کا واضح حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے'' **ان اللّٰہ و ملٰئکته یصلون علی النبی ۔ یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما**''[۵]

راقمۃ الحروف کو جامیؔ کی نعتیہ شاعری میں سلام ملے ہیں۔اس لیے دستیاب معلومات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جامیؔ پہلا سلام گو شاعر ہے۔شیخ جمال الدین صرصری عربی میں سلام کا موجد کہا جاسکتا ہے۔

مولانا امداد امام اثر لکھتے ہیں:

''عروضی ترکیب کی رو سے غزل، سلام اور سہرا شئی واحد ہیں مگر ان کے مضامین کے تقاضے ایک دوسرے سے علاحدہ انداز رکھتے ہیں۔فارسی میں سہرا اس واسطے نہیں ہے کہ اس ملک میں دولھا یا دولہن کو سہرا نہیں باندھتے ہیں مگر سلام ہیں۔''[۶]

سلام لکھنا ایک مشکل فن ہے کیونکہ ہیئتی اعتبار سے سلام اور غزل میں بہت باریک فرق ہے۔علامہ جمیل مظہری نے درست لکھا ہے کہ

''سلام کا کوچہ پل صراط ہے، جس سے بآسانی گذر جانا ہر شاعر کا کام نہیں قدم کی ذراسی لغزش بھی سلام کو غزل بنا کر مشیر لکھنوی کا یہ

۵ القرآن الحکیم۔
۶ کاشف الحقائق: امداد امام اثر جلد دوم ص۔۱۹

طعنہ سنتی ہیں ۷

غزل کا شعر کہیں اور سلام کہلائیں　　　مشیر کیا کہیں ان احمق اللذ ینوں کو

اردو کی نعتیہ شاعری میں حفیظ جالندھری کے معرکہ آرا سلام نے شعرائے نعت کو سلام گوئی کی طرف متوجہ کیا اور بہت جلد سلام نے ایک جداگانہ صنف کی حیثیت اختیار کرلی۔ اس سلسلہ میں ضیاء القادری، درد کاکوروی، حافظ ہزاری، شہاب علوی، منظور حسین منظورؔ، ہادی مچھلی شہری، محمد حسین بے چینؔ، یحییٰ اصطفیٰ، ابوالمجاہد زاہد، جنگ بہادر خاں تابش، قاضی اطہر مبارکپوری، فخر الدین فخرؔ گیاوی، مظفر گجراتی، مظفر وارثی، نثار بارہ بنکوی، شرف شیخو پوری، فضا ابن فیضی، آرزو سہارنپوری، حمید لکھنوی، جگن ناتھ آزادؔ اور بیکل اتساہی کے سلام کافی مقبول ہیں۔

نعت، گیت، ترانہ، ٹھمری اور دادرہ:

اردو شعراء نے گیت اور ترانہ دونوں میں کامیاب نعتیں کہیں ہیں۔ عصر حاضر میں بیکل اتساہی کے نعتیہ گیتوں اور عمر انصاری کے ترانوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ نعتیہ شاعری اردو شاعری کی جملہ مروجہ اصناف سخن میں پورے آب و تاب اور مکمل فنی شعور کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

اردو نعت بھجن، ٹھمری اور دادرہ میں بھی کہی گئی ہے۔ میر اعظم علی شائقؔ، حمزہؔ اور حسرتؔ نے فنی اعتبار سے پختہ نعتیہ ٹھمریاں لکھی ہیں، حالؔی کے عہد میں فتح پور ہنسوہ کے ایک شاعر مولوی عبدالرحیم رحیماؔ نے ٹھمری کے علاوہ بھجن، دادرہ، میں کئی نعتیں کہیں ہیں، جو ان کے مطبوعہ دیوان مولود شریف موسومہ انتخاب رحیمی عرف رحیم بانی میں شامل ہیں۔

اس طرح نعتیہ مضامین اردو شاعری کی سبھی ساختوں اور ہیئتوں میں نظم کیے گئے ہیں۔ لیکن اردو کی نعتیہ شاعری میں جو مقبولیت مثنوی، قصیدہ، غزل، نظم اور مسدس کی ہیئتوں کو ملی ہے وہ کسی دوسری صنف شاعری کو نہیں مل سکی۔

عورت کی زبان سے عشق رسول کا اظہار:

ہندی شاعری میں عشق کے جذبات کا اظہار عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس طرح عورت عاشق اور مرد معشوق اور محبوب ہوتا ہے۔ شری کرشن سے گوپیوں کی محبت ضرب المثل

۷　ریاض ارم مطبوعہ ۱۹۶۸ء کلکتہ، ص۔۳۔

ہے۔ جوگن کا اپنے پیا سے عشق اسی مذہبی رجحان کی دین ہے۔ عربی اور فارسی کے برخلاف مرد کی والہانہ شیفتگی کا جواب عورت کی جانب سے یاس و حرمان کی شکل میں ملتا ہے۔

عورت کی زبان سے عشق رسول کا اظہار ہندی کے اسی رجحان کا اثر ہے۔ اردو نعت کی ٹھمریاں اسی رنگ میں شرابور ہیں۔ نعت کا یہ لطیف و دلکش پہلو خالص ہندوستانی ہے۔ عورت کا عقیدتمندانہ قلبی ہیجان، اپنے میں روحانیت اور علویت رکھتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین، بچوں، اور سبھوں سے زیادہ محبوب رکھنا شرط ایمان ہے۔ ہر مرد اور ہر عورت پر یہ شرط عائد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ”**لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین** “۸ (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اپنے لڑکے، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں) دور نبویؐ میں متعدد عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کامل محبت کے ثبوت دیئے ہیں۔ انصار کی شاخ بنونجار کے ”قبیلہ بنودینار کی ایک عورت کا شوہر اس کا بھائی اور باپ جنگ احد میں ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔ موصوفہ کو ان تینوں کی خبر مرگ سنائی گئی۔ تو اس نے پوچھا یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کیا ہے۔ جواب دیا گیا: اے ام فلاں! آپؐ خدا کے فضل سے بخیر ہیں، جیسی تیری آرزو ہے۔ خاتون نے کہا آپ کہاں ہیں میں آنکھوں سے دیکھ لوں؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا گیا۔ اس نے دیکھ لیا تو کہا: ۹ ”**کل مصیبۃ بعدک جلل**“ (آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں)

قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ام عمارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے نرغے میں دیکھ کر آپ کے پاس چلی گئیں اور آپ کے بچاؤ میں تلوار چلا رہی تھیں اور دوسری طرف کمان سے تیر پر تیر پھینک رہی تھیں۔ ان کا بدن زخموں سے چھلنی ہوگیا، لیکن مدافعت رسولؐ میں ڈٹی رہیں۔ انھوں نے ام سعد سے اپنے کاندھے کے گہرے زخم کی بابت، ان کے

۸　صحیح مسلم، ج۔۱۔ص۔۴۹

۹　سیرت النبی کامل: ابن ہشام، ج۔۲، مترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی و مولانا غلام رسول مہر ص۔۸۴، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

دریافت کرنے پر بتلایا کہ ''جس وقت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر الگ ہوتے جا رہے تھے، اس وقت ابن قمیہ آگے بڑھا وہ یہ کہہ رہا تھا'' بتاؤ محمد کدھر ہیں۔ اگر وہ بچ نکلے تو خدا کرے میں زندہ نہ رہوں۔'' اس وقت بھی یہ تحفظ رسولؐ میں سامنے آگئیں اور فرماتی ہیں کہ ''اس موقع پر ابن قمیہ نے مجھے تلوار کا یہ زخم لگایا تھا۔ میں نے بھی اس پر تلوار کے کئی وار کیے لیکن اس دشمن خدا نے دہری زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس لیے زخمی نہ ہو سکا۔'' ۱۰؎

عرب اور ایران کے ادب میں ایسی شاعری کا فقدان ہے، جس میں عورت اپنے دلی جذباتِ عشق کا اظہار کرے لیکن اردو کی نعتیہ شاعری میں ایسی نعتیں کثرت سے ملتی ہیں، جن میں عورت کی جانب سے اس کے دل میں جاگزیں عشق رسولؐ کا اظہار ہو۔ حسرتؔ، شائقؔ، حمزہؔ، امجدؔ، عبدالرحیم رحیمؔا کی نعتیہ شاعری میں اس قبیل کی نعتیں اپنا خاص مقام رکھتی ہیں۔ ان نعتوں پر تفصیلی بحث متعلقہ شعراء کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے وقت کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف نمونہ دیا جا رہا ہے۔

بار گنہ سے ڈوب رہی ہے آن پڑے منجدھار
نبی جی موری نیا کردو پار
بالا پن اور چڑھی جوانی دونوں گئے برباد
بوڑھے پن میں حرص بڑھی تھی کیا قضا نے یاد
اب تو چھوڑ چلے گھربار
نبی جی موری نیا کردو پار
مورا من ہی مچلتا جائے
نبیؐ پہ میں بلہاری
موہے چین نہ اک پل آئے
نبی پہ میں بلہاری
سورج چمکے چندا دمکے
چھائے سارے جگت پہ بہار

۱۰؎ سیرت النبی ج۔۲۔ ابن ہشام، ص۔۶۵۔

موہے کچھ نہ اس بن بھائے
نبی پہ میں بلہاری

نعتیہ شاعری میں ہندوستانی ماحول کا نقشہ:

اردو کی نعتیہ شاعری میں ہندوستانی ماحول کے اثرات واضح طور پر سب سے پہلے اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کے یہاں ملتے ہیں۔ اس نے عید، عید قرباں، نوروز، اور بسنت کے موضوعات پر نظمیں کہی ہیں۔ عید اور نوروز کے قصائد میں مضامین نعت کے مابین یہ اثرات کافی گہرے دکھائی پڑتے ہیں۔ اس کے میلادیہ اور معراجیہ اشعار میں بھی ہندوستانی ماحول کی جھلک اور ہندوستانی دیوتاؤں کی آسمانی سیر کی جھلکیاں دکھائی پڑتی ہیں۔ بلاقیؔ کے معراج نامہ میں بھی صنمیات کا تاثر نمایاں ہے۔ یہی حالت احمد، عالم، معظم، مختار اور فتاحی کے میلاد ناموں، وفات ناموں اور معراج ناموں کی ہے۔

شاہی کے نعتیہ قصیدہ میں ہندوستانی ماحول کا اثر کافی گہرا نظر آتا ہے اس نے سورج کی جشن عروسی کی تصویر میں ہندوستانی ماحول اور ہندوستانی فضا کے سہارے ہی جان ڈالی ہے۔

مولوی محسن کاکوروی کے یہاں یہ ماحول پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے، بالخصوص ان کا قصیدہ لامیہ اس باب میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے قصیدہ کی تشبیب میں صرف ہندوستانی ماحول ہی نہیں پیش کیا بلکہ الفاظ و تراکیب اور اسلوب میں بھی ہندوستانی ماحول کی جلوہ گری کی ہے۔ کاشی، متھرا، گنگا جل، مہابن، تیرتھ، برہمن، شری کرشن، درشن، گوپیاں، راکھیاں، سلونوں، ہنڈولے کا میلا، بڑھوا، کھیم، کسل، جوگیا، بھبھوت، بیراگی، راجہ اندر، کنہیا، مندر، استل، وغیرہ الفاظ اور ان کے علائم و رموز سے آگاہی ہندوستانی ماحول اور ہندوستانی معتقدات کو سمجھے بغیر نہیں ہو سکتی۔ متعلقہ شعراء کے نعتیہ خصائص شماری کے مابین، ہندوستانی ماحول کے اثرات پر مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ اس لیے ان کا اعادہ کر کے تحصیل حاصل سے کوئی حاصل نہیں۔

ہندوستان کی مذہبی مصطلحات:

ہندوستان کی مذہبی مصطلحات بھی نعتوں میں بکثرت جمع ہیں خصوصاً محسن کے نعتیہ قصائد کی تشبیب میں یہ مذہبی مصطلحات مختلف اشکال و ہیئات میں ملتے ہیں۔ دور حاضر میں

پاکستان کے نعت گو شاعر عبدالعزیز خالد کے یہاں بھی یہ مصطلحات درخشاں و تاباں ہیں۔ میلاد نامہ، معراج نامہ اور نور نامہ سے متعلق شاعری میں بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر ہندوستان کی مذہبی اصطلاحات سے سابقہ پڑ جاتا ہے۔

مولوی محسن کی بابت، اقبال صدیقی نے اپنے مضمون ''نعتیہ شاعری میں ہندی اصطلاحات کے بانی'' میں رقم کیا ہے کہ ''سیکڑوں ہندی اصطلاحوں کا غالباً پہلی مرتبہ نعتیہ کلام میں استعمال کر کے نعت گوئی کی ایک منفرد ہندوستانی تاریخ کی داغ بیل ڈالی۔[۱۱] اس نعتیہ کاوش میں اشنان کی دلکشی، گوپیوں کی جانب سے کنہیا جی کے درشن کی تڑپ اور ان کی بیکلی کی نقشہ کشی کے ساتھ ساتھ اس ظلمت اور انسانیت دشمن تاریک ماحول کے تہذیبی اقدار کو اجاگر کیا گیا ہے، جن کو ایک دائمی انسلاک حیات میں منسلک کرنے کے لیے محمد امیؐ کی ذات گرامی اس عالم آب و گل میں مبعوث کی گئی۔ اس وقت پھیلی ہوئی عالم گیر ذہنی بے چینی اور انتشار گرفتہ ماحول کی عکاسی نعت میں ملاحظہ کریں۔

دل میں کچھ اور ہے پر منھ سے نکلتا ہے کچھ اور
لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے اٹکل
کتنا بے قید ہوا، کس قدر آوارہ پھرا
کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل
کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر
گھاگھرا پر کبھی گزرا کبھی سوئے چمبل
چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل
نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

مقامی اشیاء کا تذکرہ ہندی الفاظ و تراکیب کا استعمال نیز مقامی وضعداری اور رکھ رکھاؤ:

ڈاکٹر اعجاز حسین اسلامی رسوم کے شانہ بہ شانہ ہندوانی رسوم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[۱۱] فروغ اردو لکھنؤ محسن نمبر، ص۔۱۱۴

اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

''دور آخر میں بالخصوص محسن کاکوروی کے یہاں یہ عنصر خاص طور پر نمایاں ہے۔ ان کے لامیہ قصیدہ میں کئی ایک مقامات پر نہایت شدومد کے ساتھ ہندوؤں کے رسوم پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے مقدس مقامات کا بھی ذکر آیا ہے اور بعض واقعات اور تہوار بھی نہایت خوبصورتی سے نظم ہو گئے ہیں۔۔۔۔ محسن نے بڑا کام کیا کہ مذہبی و نیم مذہبی امور کو قصیدہ میں جگہ دے کر نہ صرف وسیع النظری کا ثبوت دیا بلکہ ادب کو ایک نئے میدان کی طرف بڑھانے کی کوشش کی۔ سودا منیر کی طرح محسن کا بھی قصیدہ پر احسان رہے گا کہ ادب کو زندگی سے قریب تر کرنے کی فکر کی۔ ایک نئے عنوان کا اضافہ کیا۔ قصیدہ کو بھی دلچسپ بنایا اور ادب کے بڑے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔ اس جرأت رندانہ کی قدر ہماری نگاہوں میں اور بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ نعتیہ قصیدہ میں وہ کاشی، متھرا، برج، کنہیا، برہمن اور گوپیوں کو جگہ دے کر تشبیب کو دلکش بنا دیتے ہیں ہندوؤں کے رسوم نظم کر کے اپنی جدّت پسندی اور واقفیت کا مسلسل ثبوت دیتے ہیں۔[۱۲]''

ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں:

''اس کی تشبیب جس پر اس قصیدہ کی مقبولیت کی بنیاد ہے، یوں تو بہاریہ تشبیب ہے، لیکن محسن نے اس کو برسات کے موسم سے ہم آہنگ کر کے مقامی رنگ، ہندوستانی تلمیحات، ہندوستانی رسوم و رواج، ہندی الفاظ کی آمیزش اتنی فنکاری سے کی ہے کہ کچھ اور ہی عالم پیدا ہو گیا ہے۔''[۱۳]

[۱۲] مذہب اور شاعری: ڈاکٹر اعجاز حسین ص۔۱۹۶، ۱۹۷ و ۱۹۸

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی قصیدۂ محسنؔ میں ہندوستانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ایسی نرالی تشبیب آپ کو اردو کے کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہیں ملے گی۔ ذوقؔ، وسوداؔ قصیدہ کے بادشاہ ہیں، لیکن ان کی کسی تشبیب میں ایسی جدت اور زور نہیں۔ یہ مضامین تشبیہات، استعارات اور خیالات جو خالص ہندوستانی فضا کی پیداوار ہیں، محسنؔ ہی کا حصہ ہیں۔''۱۴

نمونہ میں چند اشعار ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سروقدان گوکل
جاکے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

☆☆☆☆☆

دھر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ
ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جل
ابر پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برق بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں

---

۱۳ اردو میں قصیدہ نگاری: ڈاکٹر ابومحمد سحر ص۔۲۲۵
۱۴ لکھنؤ کا دبستان شاعری: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ص۔۴۲۲ اردو پبلشرز نمبر ۸ تلک مارگ، لکھنؤ نیا اڈیشن ۱۹۷۳ء

تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گردابِ بلا
نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
قمریاں کہتی ہیں طوبیٰ سے مزاجِ عالی
لالۂ باغ سے ہندوئے فلک کھیم کسل

☆☆☆☆☆

جگنو پھرتے ہیں جو گلبن میں تو آتی ہے نظر
مصحفِ گل کے حواشی پہ طلائی جدول
سبزۂ خط سے ہوا ہونے لگی سرخیٔ لب
چمن حسن سے لال اڑ گئے بن کے ہریل
صاف آمادۂ پرواز ہے شاما کی طرح
پر لگائے ہوئے مژگاں صنم سے کاجل

☆☆☆☆☆

شاخِ شمشاد پہ قمری سے کہو چھیڑے ملار
نونہالان گلستان کو سنائے یہ غزل

منیرؔ شکوہ آبادی کا زندانی قصیدہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس وقت کے ہندوستان۔ اس دور کے طور طریقے، اس قت کے مظالم واستبداد اور اس وقت کے ہندوستان میں ہندوستانیوں کے حال زار کو سمجھے بغیر منیرؔ کے محولہ بالا قصیدہ سے لطف اندواز نہیں ہوا جاسکتا۔ اس میں مقامی اشیاء کا تذکرہ اور مقامی احوال وکوائف دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اٹھارہ سو ستاون کے آس پاس کے ہندوستان کی جیتی جاگتی تصویریں دیکھنا ہو تو منیرؔ کے محولہ بالا قصیدہ کا رخ کریں۔ اس پر مکمل بحث اس مقالہ کے چوتھے باب میں ہو چکی ہے۔ صرف چند اشعار

بطور نمونہ ملاحظہ کریں:

سحر کی بھیرویں کو شیام کلیاں اس جگہ سمجھو
کدارا چاندنی میں ہے اندھیری رات کا پانی
چنے کھانے کو ترسیں صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابر نیسانی
مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزوں
نہیں ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی
کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر
سر تخت ہما میں بوم صرف بال افشانی
گلستان ارم میں دھوم ہے مرگھٹ کی دعوت کی
تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی

ہندی الفاظ وتراکیب کے سلسلے میں پاکستان کے عبدالعزیز خالدؔ کے فارقلیط میں مستعمل الفاظ وتراکیب کی طرف نظر کریں۔ وہاں آپ کو 'شبد' 'چرن' 'سنجوگ' 'دھرتی' 'انبر' 'نگر' 'من' 'بھبھوت' 'کجرا' 'جوگن' 'کارن' 'لالسا' 'سنگ' 'سیّاں' 'انگ' 'برہ' 'جوالا' 'جیون' 'کارن' 'اچتا' 'مدھ' سرا ہندی کے ہلکے پھلکے الفاظ ملیں گے۔ متعلقہ اشعار اس تحقیقی مقالہ کے چوتھے باب میں لکھے جاچکے ہیں۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں، مقامی وضعداری اور رکھ رکھاؤ محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے ملتا ہے۔ مقامی وضعداری اور رکھ رکھاؤ کی نمایاں تصویر اردو کے ہندو نعت گو شعراء کے کلام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ راقمۃ الحروف کے تحقیقی مقالہ کا پانچواں باب ''اردو کی نعتیہ شاعری میں ہندوؤں کا حصہ'' ہے جس میں ۳۲ ممتاز ہندو نعت گو شعرا کے نعتیہ خصائص پر تفصیل سے بات کی گئی ہے چھمی نرائن شفیق کے معراج نامہ کا درج ذیل بیت بطور نمونہ ملاحظہ کریں، جس میں ہندوستانی تہذیب اور ہندوانہ وضعداری پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

در حجرہ پہ دو آجوڑ کر ہات — کہا سرور ترے پر حق کی صلوات

نعتوں میں فوق فطری عناصر:

فوق الفطری عناصر معجزات کے تحت آتے ہیں۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں معجزوں کا بیان بکثرت ہے۔ ہندوانہ مذہب کی صنم پرستی نے انسان پر دیوتاؤں کی عظمت طاری کرنے کے لیے ان کے متعلق ایسے ایسے قصے گڑھ لیے جو محیر العقول اور فوق فطری ہیں۔

یہ فوق فطری عناصر میلادناموں، میں کثرت سے ملتے ہیں کیونکہ میلاد خوانی کا رابطہ عوام سے ہے اور عوام کو داستانویت اور تحیر افزا کارناموں میں جتنا مزہ آتا ہے، اتنا واقعیت اور حقیقت سے معمور شاہکار میں نہیں آتا۔ عوام کی تحسین اور ان کی واہ واہ کا شور محرک بنا کہ میلاد خواں محیر العقول قصوں سے اپنے میلادوں کو زینت بخشیں۔ کیونکہ عوام اس وقت تک میلاد خواں کو ہمہ تن گوش بن کر سنتے تھے جب تک وہ خارج از عقل باتیں کیا کریں، فتاحی نے اپنے مولودنامہ میں خوارق عادت واقعات اور محیر العقول کارناموں سے رنگ و روغن لینے کے چکر میں موضوعات اور غلط باتوں کو راہ دے دی۔ مولانا باقر آگاہ نے فتاحی کے بیان معجزات میں غلط باتوں کو جگہ دینے پر ان کو بہت سخت سست کہا ہے۔ مولانا آگاہ کے ہشت بہشت سے متعلقہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

جیسا فتاحی لکھا ہے معجزات — اکثر اس میں ہے غلط اور جھوٹ بات
اور یوں نور و شمائل کا بیان — اور یوں معراج نامہ اے میاں
اور وفات شاہ کا ذکر اس نمط — اکثر ان نسخوں کا مضموں ہے غلط

امیر مینائی کے ایسے عالم شاعر کے یہاں بھی تحیر افزائی کے چکر میں بہت سی موضوع روایات در آئیں، جن کا اعتراف موصوف نے اپنے ''میلاد نثر خیابان آفرینش'' کی سبب تالیف میں اس طرح کیا ہے:

> ''میں اپنے اس قصور کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس سے پہلے مسدّسات جن کے اسماء یہ ہیں۔ ذکر شاہ انبیاء، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر میں نے موزوں کیے، وہ چھپ کر شائع ہوئے۔ ان میں سے بعض جیسے عکاسہ ابن محصن کا قصہ ذکر شاہ انبیاء میں ہے

قطعاً غیر صحیح ہیں اور جو روایات غیر معتبرہ ان مولفات میں موزوں ہوگئے ہیں۔ ان سب سے میں توبہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول فرمائے۔''۱۵؎

نعتوں میں فوق فطری عناصر کا وفور میلاد ناموں سے زیادہ معراج ناموں اور بیان معجزات کے باب میں ہے۔ اس میں ہر قسم کی بدعنوانیاں کی گئی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقابل دیگر انبیاء سے کرکے دوسرے انبیاء کی تنقیص کی گئی ہے، حالانکہ نبی امی نے اس قسم کے تقابل سے منع فرمایا تھا۔ سوداؔ نے ایک مثنوی میں انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اس حد تک کی ہے کہ اصحاب نبی کو نبیوں سے بہتر کہہ دیا ہے۔ متعلقہ شعر درج ذیل ہے۔

کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب
کہ نبیوں سے ہیں بہتر اوس کے اصحاب

معجزات میں صحیح اور غیر صحیح کے فرق کو یک لخت نظر انداز کر دیا گیا ہے، حالانکہ نبی امی کے معاملہ میں عمداً دروغ بیانی موجب جہنم رسانی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''جس نے جان بوجھ کر میری جانب غلط بات کا انتساب کیا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

نعتوں میں منظر نگاری، جذبات نگاری:

عشق نبیؐ سے سرشار قلب سے اٹھنے والے جذبات کی ترجمانی کرنے والے اشعار بھی نعتیہ اشعار کہلاتے ہیں۔ متاخرین شعراء کے یہاں پیغمبر اسلام سے عشق اور جذبات قلبی کا اظہار غالب ہے۔ متقدمین شعراء کے یہاں بھی کہیں کہیں جذبات نگاری کے نمونے ملتے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید کی نعت معنون بہ ''قصہ حضرت حلیمہ سعدیہ'' سے چند اشعار ملاحظہ کریں، جن میں بچے کے لیے ماں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی ماں کی مخصوص پیار و محبت بھری زبان میں کی گئی ہے، جس سے نعت میں لطف اور حقیقت پیدا ہوگئی ہے۔ ان اشعار سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نعت نے انسانی نفسیات کی ترجمانی کے فرائض بھی بحسن و خوبی انجام دیئے ہیں:

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی   جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی

۱۵؎ خیابان آفرینش: امیر مینائی ص۔۶، اڈیشن ۱۳۰۶ھ

دودھ اس گل کو پلاتی تھی وہ   گل سے پھولے نہ سماتی تھی وہ
گرد پھرتی تھی کبھی سو سو بار   جیسے ہو شمع پر پروانہ نثار
کبھی کر بیٹھتی بیساختہ شور   چاند کو دیکھ کے جس طرح چکور
خواب سے کرتی تھی جس دم بیدار   آنکھوں کو تلووں سے ملتی تھی ہر بار
بخت عالم ہے تو اے دلبر جاگ
جاگنا بخت کا ہے بہتر جاگ

حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام میں منظر نگاری، جذبات نگاری اور مرقع نگاری کے صدہا نمونے ملتے ہیں۔ قدما کے یہاں نعت مداحی کے مترادف سمجھی جاتی تھی اور عموماً اس میں اوصاف و فضائل نبوی کا بیان ہوتا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ سے عشق اور جذبات قلبی کا اظہار مغلوب تھا۔ متاخرین کی نعتوں میں جذبات نگاری اور مرقع نگاری کے لاثانی شاہکار ملتے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو، جس میں براق کی وضاحت میں منظر نگاری کا سہارا لیا گیا ہے:

چھوٹا سا فرس فرشتہ ہیکل   کھیت اس کا بہشت خلد جنگل
مہ پارہ فلک سے آنے والا   اطلس کو کتاں بنانے والا
یوں چرخ سے نکلے وہ سبک رو   فانوس سے جس طرح کہ پرتو
شیشے سے پری چمن سے شبنم   سیپی سے گہر حباب سے دم
گلشن سے بہار جسم سے جان   آنکھوں سے نیند دل سے ارمان
صحرائے شہود میں دم غیب   چلتی ہوئی راہ عالم غیب
محو روشِ فراغ بالی   مشتاقِ خرام لا ابالی
آدم سے ملک تک ایک دم میں   امکان سے قدم تک اک قدم میں
شوخی میں سلوک شوق کا حال   رفتار میں جذب عشق کی چال
نیرنگ طلسم حیرت آئین   یا گنج روانِ دولتِ دین
اقبال کا یا کہ بالِ دیگر   یا روح الامیں کا تیسرا پر
یا دیدۂ منتظر میں نقشا   اڑتی ہوئی وصل کی خبر کا

نعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور متعلقات ومنسلکات کے شعری بیان کو کہتے ہیں۔اس طور پر ہر نعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اوراس ذات سے متعلق کسی نہ کسی واقعہ کا انکشاف ہوتا ہے۔کسی ذات کی شخصیت، واقعات کے مابین ہی منکشف ہوتی ہے،نعتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے تمام گوشوں سے آگاہی ہوتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس شخصیت کا مالک اکمل فرد انسانی ہے۔

متقدمین کے مصنفہ مولودناموں،معراج ناموں وفات ناموں اورنورناموں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نعتیہ شاعری آپ کی حیات مقدسہ کے تمام پہلوؤں کوواضح کرتی ہے۔

دور حاضر کے سلام بھی آپ کی شخصیت نگاری کا کام انجام دیتے ہیں۔نمونہ کے طور پر جگن ناتھ آزاد کے سلام میں شخصیت نگاری کے نقوش ملاحظہ کریں:

سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بیکسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا
سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر
پیام دوست لے کر صادق الوعد وامین بن کر
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لیے بے تاب سجدوں کو جبینوں کو
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹے میں جس نے اخوّت کی بنا ڈالی
زمانہ سے تمیز بندۂ و آقا مٹا ڈالی

نعتیہ شاعری میں ترقی پسندی کا رجحان:

تعلیمات نبوی کا بیان بھی نعت کا اہم موضوع رہا ہے۔محمدؐ امی نے معقولیت پر بہت زور دیا ہے۔قرآن شریف میں ہر جگہ تفکر و تعقل سے مسائل کو حل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔نبی امی نے اخوت،حریت اور مساوات کی بات کی اور''**الناس کلھم اخوہ** ''(سب

لوگ بھائی بھائی ہیں) کا عام اعلان فرمایا۔آپ نے غلامی کے انسداد کی بات کی۔شعرو شاعری کی بابت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان طبع حقیقت پسندی اور واقعیت نگاری کی طرف تھا۔آپ نے ایسی شاعری کو پسند فرمایا،جس کا تعلق عوام اورعوام کی اصلاح سے ہوآپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ سب سے سچا کلمہ جو کبھی کہا گیا،لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے۔

''**الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل**''۱۶؎
(آگاہ ہوجاؤ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے)
اس کا دوسرا مصرع ہے۔
''**وکل نعیم لا مجالۃ زائل**''
(اور دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت ضائع ہوجانے والی ہے)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نظریہ دیا کہ''**انظر الی ما قیل ولا تنظر الی من قال**''
(جو بات کہی جارہی ہے اسے دیکھو،کون کہہ رہا ہے یہ مت دیکھو)

امراء القیس ایک عیاش شاعر تھا،لیکن چونکہ اس کے کلام میں شعریت بلا کی تھی اس لیے آپ نے اس کی بابت فرمایا''**انہ اشعر الشعراء**''(وہ شاعروں میں سب سے بڑا تھا)لیکن چونکہ اس کے (امرء القیس کے) شعری موضوعات لایعنی تھے،اس لیے اس کو ''**قائدھم الی النار**''(شاعروں کو جہنم لے جانے والا لیڈر) بھی فرمایا گیا۔

آپ نے فرمایا تھا''**لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لابیض علی اسود و لا لا سود علی ابیض** ''۱۸؎کسی عربی کو غیر غیر عربی پر یا کسی غیر عربی کو عربی پر یا کسی گورے کو کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی تفوق یا برتری حاصل نہیں ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام فرمودات نعتیہ شاعری کے اندر درخشاں اور تاباں ہیں۔

نعت گوئی پر ہندوستانی صنمیات کے اثرات:

ہندوستان میں، رسول امی کی نعت سرائی ہندوستان کے اصنام یا دیوتاؤں کی مدحت

۱۶؎ خصائل النبوی ص۔۱۲۳
۱۷؎ کتاب العمدہ:ابن رشیق ص۔۵۹
۱۸؎ زادالمعارج ج۔۲ص۔۱۸۵مصنفہ علامہ ابن قیم

طرازی سے کافی حد تک متاثر ہوئی۔ ہندوستانی بھجنوں نے نعت پر اپنا گہرا اثر ڈالا۔ بھجنوں کی حقیقت یہ ہے کہ وہ آریوں کے غیر معین مذہبی خیالات ہیں، جنھوں نے تخیل کے سہارے اتنی اونچی اڑان بھری ہے کہ ان کا رشتہ حقیقت سے ٹوٹ گیا ہے۔ اس لیے ''دیوتاؤں کی کسی قسم کی کوئی تقسیم نہیں ہوسکتی اور نہ ان کے طبقات قائم ہو سکتے ہیں [۱۹] خدا کا تصور بھی مبہم اور غیر واضح ہے۔ مہابھارت اور رامائن میں دیوتاؤں کی عظمت اور جلالت کی بہت تعریف کی گئی ہے، لیکن انھیں دیوتاؤں کا مقابلہ جب انسانوں یا راکششوں سے ہوتا ہے تو یہ اپنی عظمت اور طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ راون کی حیثیت راکششوں کے راجہ کی ہے لیکن اندر اور یم جیسے عظیم دیوتا راون کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں ایک اور مثال ملاحظہ کریں شری رام چندر کے بھائی لکشمن اپنی بھاوج سیتا جی سے کہتے ہیں ''یہ بالکل محال ہے کہ میرے بھائی کو اَسور اور اندر اور تمام دیوتا مل کر بھی شکست دے سکیں'' [۲۰] اسی قبیل کی ایک اور مثال کالیداس کے مشہور ناٹک شکنتلا سے ملاحظہ کریں جب اندر اپنا قاصد راجہ دشینت کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجتا ہے کہ ''تم اَسُوروں کو جا کر مارو کیونکہ میرا بس ان پر نہیں چلتا۔'' [۲۱] اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ راجہ دشینت ان اسوروں کو شکست فاش دے دیتا ہے جنھوں نے اندر کو شکست دی تھی۔

ہر دیوتا وقتی طور پر کلی اقتدار کا مالک بن جاتا ہے رامائن اور مہابھارت میں مافوق فطری عناصر کی کثرت ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستانی شعراء نے اعتدال و توازن اور تناسب کا خیال نہیں رکھا۔ ہندوستانی قدیم کتابوں کی مدحت طرازی کے بعد مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ دیوتاؤں کی بھجن میں دیوتاؤں کے حسب مراتب فرق کا فقدان ہے۔ جوش عقیدت میں توسنِ تخیل کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے اور نتیجتاً چھوٹے اور بڑے دیوتاؤں کی مدح ایک سی ہوگئی ہے۔

---

[۱۹] تمدنِ ہند از ڈاکٹر گستاولی بان مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی ص۔۲۰۱ شمسی پریس آگرہ ۱۹۱۳ء

[۲۰] تمدن ہند ص۔۲۰۳

[۲۱] تمدن ہند ص۔۲۰۳

۲۔ مذہبی اور روحانی پیشواؤں کو اوتار سمجھ کر انھیں خدائی اوصاف سے متصف کر دیا گیا ہے۔

۳۔ فوق فطری عناصر سے جذباتی لگاؤ ہے۔

کلام مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا ہے اور پھر رسالت کے عہدۂ جلیلیہ پر فائز دکھلایا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبد کا کمال عبدیت میں ہے نہ کہ الوہیت میں مدغم ہو جانے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت کے عروج پر فائز ہیں۔ آپ عرش پر ہوتے ہوئے بھی قاب قوسین او ادنیٰ کے فاصلہ پر ہیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جہاں تصور اور تخیل کا بھی گزر نہیں ہے۔

آپ محبوب رب العالمین ہیں لیکن رب العالمین نہیں ہیں۔ خداوند قدوس نے ''**سبحان الذی اسریٰ بعبدہ**'' کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی رفعت کو بالکل واضح کر دیا ہے، لیکن ہندوستان کی صنم پرست ذہنیت نے مربوب کو رب بنانا چاہا اور اردو کے نعت گو شعراء نے توڑ مروڑ کر احمد کے میم کو ہٹا کر، احد میں میم جوڑ کر اور عرب کے عین کو ہٹا کر احد اور احمد، رب اور مربوب کو ایک کر دینے کی کوشش کی۔ محسن کاکوروی کے ایسے محتاط شاعر نے اتنا تو کہہ ہی دیا:

عینیت غیر رب کو رب سے — غیریت عین کو عرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا — سایہ کیا میم تک جدا تھا [۲۲]

صحوؔ نے کہا ہے:

پردۂ میم میں چھپے ہیں حضور — ہم سے نزدیک ہیں، نہیں کچھ دور [۲۳]

شائقؔ حیدرآبادی کا ایک شعر ملاحظہ کریں:

میم کا رخ سے اٹھا کر گھونگھٹ — شکل دکھلا میرے پیارے احمد [۲۴]

خداوند قدوس نے کلام پاک میں اپنی بابت فرمایا تھا:

---

[۲۲] کلیات محسن کاکوروی ص۔۲۳۲۔

[۲۳] دیوان صحو، ص ۳۶

’’**نحن اقرب الیہ من حبل الورید**‘‘ (ہم اس سے (انسان سے) شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں) لیکن اس آیت کو محمد عربی پر چسپاں کر دیا گیا اور بہت لحاظ رکھا گیا تو مضمون بندی اس طرح کی گئی:

مرا دل ہے محو جمالِ محمد — وصال خدا ہے وصال محمد [25]

اردو نعت پر ہندوستانی صنمیات کا اثر اس حد تک پڑا کہ نبی عربی کو بالکل اوتار بنا دیا گیا اور صاف کہہ دیا گیا:

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہوکر — اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہوکر

صنم پرست ہندوستان کی اوتار وادی ذہنیت کے اثرات امجد کے مندرجہ ذیل اشعار میں ملاحظہ کریں:

عرش والا زمیں پر آتا ہے — فاتقوا یا اولی الابصار
شکل احمد میں خود احد آیا — ہوا مطلق مقید اظہار
دائرہ مختفی تھا نقطہ میں — ہوگئی ختم گردش پرکار
وہی اژدر وہی عصائے کلیم — وہی قطرہ وہی در شہوار
بیج بھی ہے وہی، شجر بھی وہی — وہی قہار وہی غفار
آپ اپنا پیام پہنچایا — آپ خود اپنا کر گیا اقرار
یار آیا تھا نامہ بر بن کر — خط کے دھوکے میں رہ گئے اغیار

اردو نعت گوئی پر ہندوستان کی بھگتی تحریک کے اثرات بھی صاف دکھائی پڑتے ہیں۔

’’ہمہ اوست‘‘ کا مسئلہ یہی ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے۔

کبیر نے کہا تھا:

لالی میرے لال کی جت دیکھو تت لال
لالی دیکھن میں چلی میں بھی ہوگئی لال

---

[24] کلیات شائق، ص۔۱۲۵
[25] دیوان صحو، س۳۳

اردو کے ایک اور نعت گو کو دیکھیے جو محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے اوپر لے جانے کی سوچ رہے ہیں:

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے

شائق حیدر آبادی کی جرأت رندانہ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ خدا اور رسول کے درمیان طاقت اور قوت کا مقابلہ کروا رہے ہیں:

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ
مصطفیٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ

اسی قبیل کے ایک ایک شعر طالب اور متین کے دیکھتے چلیں:

دوئی کا مطلقاً پردہ نہ تھا جب ذات خالق سے
معما کس طرح کھلتا نبی کی ذات یکتا کا
(طالب)

اس خلوت وحدت میں نہ تھا نام دوئی کا
اللہ سے یوں ہوگئے واصل شبِ معراج
(متین)

بہر حال اردو کی نعتیہ شاعری میں اس قبیل کے صدہا اشعار بھرے پڑے ہیں۔ اسی لیے نعت کہنا بہت دشوار ہے۔ امجد کی ایک غزل کو، جس میں مسلسل یہی مضمون نظم ہے، نقل کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔

محمد سرّ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
خدا اور مصطفیٰ کی تہ میں ادراک عاجز ہے
محمدؐ کو خدا جانے، خدا کو مصطفیٰ جانے
محمدؐ نے خدائی کی، خدا نے مصطفائی کی

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی جانے تو کیا جانے
وہی ہے ایک دریا اور دو عالم اس کی موجیں ہیں
بحر عرفان ہو تو جب یہ ماجرا جانے
ھوالاوّل، ھو الآخر ، ھو الظّاہر ، ھو الباطن
اسی کو ابتدا جانے اسی کو انتہا جانے[۲۶]

☆☆☆

۲۶ خزینہ نعت حصہ اول ص۔۴۶۔

ساتواں باب

نعت کی اہمیت و افادیت
اور
اردو ادب میں اس کا مقام

نعت عالمی ادب کی سب سے مفید، کارآمد اور اہم صنف سخن ہے۔ اس میں بیکراں وسعت ہے۔ نعت شعر و شاعری کی ہیئتی اور موضوعاتی تقسیم میں، موضوعاتی شاعری کے تحت آتی ہے۔ اس کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، صفات، متعلقات اور منسلکات سے ہے۔ اسی لیے ہر وہ نظم جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کسی بھی طرح ہو، نعت کہی جائے گی خواہ اس کی ہیئت و ساخت کچھ بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نعت شعر و شاعری کی جملہ مروجہ اصناف سخن میں کہی گئی یہاں تک کہ ریختی، جس کو آبرو باختہ صنف سخن کہا گیا ہے، اس میں بھی اچھی نعتیں لکھی گئی ہیں۔ اگر کوئی شخص صرف ایک صنف سخن سے شعر و سخن کی تمام ہیئات اور اصناف سے واقفیت چاہتا ہے، تو اس کا مقصد نعتیہ ادب کے مطالعہ سے حاصل ہو جائے گا۔ نعت کا یہ ایسا اختصاص ہے۔ جس میں اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہے۔

نعت کا آغاز سرزمین عرب میں ہوا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ولادت پذیر ہوئے تھے۔ ابتدا میں نعتیہ شاعری میں مقصدیت و افادیت کا غلبہ تھا۔ دنیائے ادب کی پہلی نعت اس وقت منصّہ شہود پر جلوہ گر ہوئی جب کفار قریش نے جناب ابو طالب سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ محمدؐ عربی کو ان کے سپرد کر دیں جناب ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی مدافعت میں چند نعتیں کہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گل سرسبد قریش کہا گیا اور قبیلہ بنی ہاشم کی دیگر قبائل قریش پر برتری دکھلاتے ہوئے ان کو (بنو ہاشم کو) منظّم کرنے کا کام کیا گیا۔ جناب ابو طالب نے روسائے قریش کی پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے کہا:

و نسلمہ حتی نصرع حولہ　　　و نذھل عن ابناء ناو الھلائل

(اور کیا ممکن ہے کہ ہم ان کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) ان کے ارد گرد بیوی بچوں کو فراموش کر کے اپنی جانیں قربان کیے بغیر سپرد کر دیں گے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصری شعراء کو ایک خاص مقصد کے تحت نعت خوانی کا حکم دیا تھا۔ عربی کے متقدمین شعرا نے نعتیہ شاعری کو آلات اور وسائل کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اسی لیے نصرتِ دین، اشاعت مذہب، اعلائے کلمۃ اللہ اور مذمت اعدائے دین اس عہد کی نعتیہ شاعری کے خاص موضوعات تھے۔ متاخرین نے اسلامی تہذیب و تمدن کے مائل بہ زوال

ہو جانے پر جذباتِ شیفتگی کے اظہار کے لیے نعتوں کو آلۂ کار بنایا۔ اسی لیے اس دور کی شاعری میں رقت، سوز و گداز اور جذبات عشق کا والہانہ اظہار ہے۔

ایران کے نعت گو شعرا نے نعت کے دامن کو بہت وسیع کیا۔ انھوں نے نعت میں آپ کے عطیات و احسانات اور اس کے عالمی نتائج پر روشنی ڈالی۔ اس طرح نعت میں متصوفانہ خیالات، اخوت، بھائی چارہ، میل ملاپ، امن و آشتی اور فلسفہ و سائنس کے مفید اضافے کیے گئے۔ فارسی میں فردوسی سے لے کر آج تک کے شعرا نے نعتوں کا معتد بہ ذخیرہ تیار کر دیا۔ سنائؔی کی شاعری میں مسائل تصوف کے بیان کے ساتھ جذبات نگاری، اور مرقع نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ خاقانؔی نے اپنی نعتوں میں مقامی رنگ، عصری مسائل اور سوانح حیاتی عناصر کو داخل کر کے نعت کو مذہبی گرفت سے باہر نکالا اس کی نعتوں میں بے مثال شعریت ہے۔ خاقانی کے عہد میں نعت نے ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت اختیار کر لی۔ نظامؔی نے اپنی نعتوں میں شیریں کلامی اور نزاکت تخیل کو اہمیت دی اور امت مسلمہ کے ادبار کا دلاویز نقشہ کھینچ کر مسلمانوں کی پستی پر آنسو بہائے۔ سلجوقی عہد کے شاعر عطار نے شفاعت طلبی کے مضامین داخل کیے، رومؔی نے معجزات کا سہارا لے کر عرفانی مسائل بیان کیے۔ عراقؔی کے یہاں پر وقار محتاط اور سنجیدہ لہجہ کو خاص اہمیت دی گئی۔ انھوں نے واحد متکلم کے صیغہ میں کافی اچھی اور خاصی مودب نعتیں کہی ہیں۔ سعدؔی نے ملاحت، لطافت اور اظہار کی سادگی کو خاص اہمیت دی۔ جامؔی کے ہاتھوں نعت معراج کمال پر پہنچ گئی۔ قدسؔی نے تغزل اور قاآنؔی نے موسیقیت کے مفید اضافے کیے۔ فارسی کے ہندوستانی شعرائے نعت میں سے خسرؔو نے شاعرانہ توجیہات، عرفؔی نے آداب نعت، فیضؔی نے مضمون آفرینی اور اقبالؔ نے فلسفہ اور سائنس داخل کر کے نعت میں بیکراں وسعت پیدا کر دی۔ گرمیٔ جذبات، وارفتگیٔ شوق اور خلوص میں ایران کی نعتیہ شاعری عرب کی نعتیہ شاعری کے مقابلہ میں کافی وزنی اور وقیع ہے۔

عرب کے ہندوستان سے تعلقات قدیمی ہیں۔ نبی امی کی پیدائش سے پیشتر کی عرب کی شاعری میں ہندوستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ کعب بن زہیر کے جس شعر پر نبی امی نے بطور انعام ان کو چادر مرحمت فرمائی، اس میں ہندوستان کا ذکر ہے، لیکن ہندوستانی ادب اور

ہندوستانی زبان، عربی اور فارسی زبان وادب سے اس وقت تیزی سے متاثر ہونے لگی جب ان دونوں خطوں کے مسلمانوں نے ہندوستان پر حملے کیے اور یہیں بود و باش اختیار کرلی۔ مسلم صوفیائے عظام نے اصلاحی مشن چلائے اور نبی امی کی حیات مقدمہ کو اسوہ، بنا کر آدمیت کو انسانیت میں بدلنے کے لیے اپنی کوششوں کو بروئے کار لانا شروع کیا۔ انھوں نے عوام تک اپنی بات پہنچانے کے لیے ان کی زبانیں سیکھیں اور عوام سے ان ہی کی بولیوں میں گفت وشنید کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سہارے عالم انسانیت کو تاریکی کے غاروں سے نکالنے کے لیے علاقائی زبانوں کو ذریعۂ ابلاغ وتبلیغ بنایا۔ چنانچہ ان صوفیائے کرام نے مقامی زبانوں میں پرخلوص نعتیں کہیں۔ بہمنی دور کے خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے کلام میں روحِ نعت رواں دواں ہے۔ پندرہویں صدی کے عہد آفریں شاعر فخر دین نظامؔی اردو کی نعتیہ شاعری میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی نعت ان کی تخلیق ’’کدم راؤ پدم راؤ‘‘ میں شامل ہے، جو مضامین کی بہ نسبت لسانی نقطۂ نگاہ سے زیادہ اہم ہے۔ اس میں عربی وفارسی کے بجائے سنسکرت، پراکرت اور علاقائی زبانوں کے الفاظ زیادہ ہیں۔ انھوں نے زبان کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی اور یہی کوشش ولؔی کے ہاتھوں بن سنور کر مشعل راہ بنی۔ میران جی نے شعوری طور پر پہلی بار علاقائی زبان ہندوی کو نعتوں میں وسیلہ ابلاغ وتبلیغ بنایا۔ میران جی نے زبان کے علاوہ مضامین میں بھی اصلاحات کیں اور نعت میں گوناں گوں مضامین داخل کیے۔ دستیاب معلومات کے سہارے کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ہی سب سے پہلے نعت میں احمد اور میم احمد کی بحث چلائی۔ نظامؔی کی زبان ثقیل تھی۔ میران جی نے ثقیل الفاظ کو خارج کرکے زبان کو نکھار عطا کیا۔ خوب محمد چشتی نے بھی زبان کی وسعت میں اہم کام کیے۔ عبدالملک بھروچی نے ڈھائی ہزار اشعار کی ایک مربوط اور مسلسل مثنوی ’مولود نامہ‘ لکھ دی، جس میں آنحضرت کی ولادت سے متعلق اشعار نظم ہیں۔ مولود نامہ میں غیر مستند واقعات وقصص سے احتراز کیا گیا ہے اور واقعات کے سلسلہ میں احادیث نبویہ کو مشعل راہ بنایا گیا ہے۔ بھروچی کی زبان میں عربی وفارسی الفاظ کی لطیف آمیزش ہے۔

محمد قلی قطب شاہ پہلا صاحب دیوان شاعر ہے جس کی نعتیہ شاعری میں مضامین اور

ہیئت دونوں اعتبار سے رنگارنگی ہے۔ انھوں نے غزل، قصیدہ، نظم اور رباعی کی شکلوں میں نعتیں لکھی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ سے قبل کی نعتوں میں قصہ پن زیادہ ہوتا تھا اور شعریت برائے نام ہوتی تھی، موصوف نے اردو نعت کو شعریت سے روشناس کیا۔ علی عادل شاہی دور کے پہلے شاعر شاہی نے فنی اعتبار سے مکمل نعتیہ قصیدہ کہا ہے، جس کی تشبیب بہت جاندار ہے۔ شاہی کی آواز زیادہ گھن گرج کے ساتھ نصرتی کے یہاں سنائی پڑتی ہے۔ نصرتؔی کا قصیدہ، قصیدۂ معراج قصائد کی دنیا میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہی کے معراج نامہ کی وہ تصاویر، جو منظرکشی کے سلسلے میں پیش کی گئی ہیں، کافی توانا اور جاندار ہیں، قطب شاہی دور کے غواصی نے اپنی تین مثنویوں میں نعتیہ اشعار پیش کیے ہیں، جن میں نعتیہ مضامین کے لحاظ سے ’’طوطی نامہ‘‘ زیادہ اہم ہے، غواصی نے نعتیہ مضامین میں تعلیمات نبوی کو خاص جگہ دی ہے۔ غواصی اور وجہی دونوں نے نعت کو فنکارانہ شعور دیا۔ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ہندوی رسوم ومزعومات کا غلبہ تھا۔ اس دور میں میلاد نامے، وفات نامے اور معراج نامے کثرت سے لکھے گئے۔

گیارہویں صدی ہجری میں بلاقؔی، احمؔد، عالؔم، معظؔم، ممتاؔز اور فتاحؔی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے معنوی اعتبار سے نعت کے دامن کو وسیع کیا۔ سید احمد نے عالؔم کے وفات نامہ سے دوسال بعد نور نامہ لکھا۔ اس طور پر گیارہویں صدی ہجری میں دکن نے اتنا نعتیہ ادب اکٹھا کردیا تھا، کہ اس کی تقلید کرکے کام کو اور آگے بڑھایا جاسکے۔ اس عہد کی امتیازی خصوصیات نظم، ضبط، ہم آہنگی اور تسلسل بیان ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی نہ صرف اردو نعت بلکہ اردو شاعری کے لیے خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی صدی میں شمال وجنوب ایک ہوگئے ۱۱۳۳ھ = ۱۷۲۰ء میں جب ولؔی کے دیوان کا مکمل نسخہ دلّی آیا، تو شمالی ہندوستان کے شعراء نے بھی اپنے دیوانوں کو مدون کرنا شروع کیا۔ ولؔی ایک پاک طینت مذہبی آدمی تھا۔ اس کے دیوان میں مختلف شکلوں اور ہیئتوں میں نعتوں کا معتد بہ ذخیرہ موجود ہے۔ اس کے یہاں داخلیت اور خارجیت کا حسین امتزاج ہے، اس کے نعتیہ سرمایہ میں اعتدال وتوازن کی حکمرانی ہے اور تقدس واحترام اور عقیدت و

خلوص کی چھاپ ہے۔

سوداؔ کا دور دکن کی نعتیہ شاعری کا عہد زریں ہے۔ عبدالحمید ترینؔ اور عثمان نے شمائل نامے لکھے۔ دکھنی شاعری میں یہ دور معراج ناموں کا دور کہا جاسکتا ہے۔ اس دور میں اعظم محمد ابن مجتبیٰ مہدوی، کمال الدین، پچھمی نرائن شفیقؔ اور شاہ ابوالحسن قرلی نے عہد ساز معراج نامے لکھے۔ اس عہد میں علی بخش دریا اور میر ولی فیاض ولی ویلوری نے وفات نامے لکھے۔ نوازش علی شیداؔ اور محمد باقر آگاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو اپنی نعتیہ کاوشوں کا موضوع بنایا۔ شیداؔ کی ''اعجاز احمدی'' اور ''ریاض الاطہار'' کو قابل رشک نمونے کی حیثیت حاصل ہے۔ روضۃ الاطہار میں چار حصوں میں پیغمبر اسلام کی مکمل حیات پاک نظم کی گئی ہے۔ آگاہ کی ہشت بہشت، سیرت پاک اور اخلاق حسنہ کو اپنے میں جذب کیے ہوئے ہے۔ اس دور کی بیشتر نعتیہ کاوشیں مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔ فدویؔ اور محمد شریف مفتونؔ اچھے نعتیہ قصیدے بھی لکھ رہے تھے۔

شمالی ہند میں سوداؔ سے پیشتر نعتیہ شاعری کسمپرسی کے عالم میں تھی۔ سوداؔ پہلا شاعر ہے، جس نے فنی شعور کے ساتھ نعت پر قلم اٹھایا۔ اس کا نعتیہ سرمایہ اس لیے بھی اہم ہے کیونکہ اس میں نعت پر نظریاتی اور عملی تنقید کے نمونے ملتے ہیں۔ سوداؔ بنیادی طور پر قصیدہ گو شاعر ہے۔ اس کی نعتیہ مثنویاں قصیدہ کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہیں اور ان میں معنوی طور پر قصیدہ کے اجزائے ترکیبی حکمرانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں سوداؔ نے کسی فرد کی ایسی مدح کو ناروا قرار دیا ہے، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں (نعوذ باللہ) نقص آتا ہو۔ اس نے ''سبیل ہدایت'' میں احمد بے میم کے مضمون کو بھی قابل گرفت بتلایا ہے۔

مصحفیؔ کے دور میں سوداؔ کا تتبع کیا گیا اور اس کی جلائی گئی شمع کی روشنی کو دور تک پہنچایا گیا۔ انشاؔ نے بہت کم نعتیں کہی ہیں، لیکن اس کے نعتیہ تیور اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اگر وہ اس طرف متوجہ ہوتا، تو عہد آفریں نعت کہتا۔ میر حسنؔ نے اپنی معرکہ آرا مثنوی سحرالبیان کے نعتیہ حصہ کو مضمون آفرینی کے سہارے کافی وقیع بنا لیا ہے اس نے نبی امی کے سایہ نہ ہونے کے مضمون میں کافی جدت پیدا کی ہے اور سایہ کے فقدان کی کئی تروتازہ شاعرانہ

توجیہات بیان کی ہیں۔ مصحفیؔ کی نعتیں سنگلاخ زمینوں میں ہیں اور دل سے زیادہ ذہن کی چیز معلوم ہوتی ہیں۔ نظیرؔ اکبرآبادی نے منقبتی اشعار میں نعتیہ مضامین کی آمیزش کی۔

شہیدیؔ کے عہد میں نعت نے ہمہ جہتی ترقی کی۔ مومنؔ کے دیوان میں ایک نعتیہ مثنوی، ایک قصیدہ اور ایک نعتیہ تضمین ملتی ہے۔ قرآن وحدیث کے ترجموں، علمی مصطلحات، مذہبی تلمیحات اور مضمون آفرینی نے ان کی نعتیہ کاوشوں کو عام اور متوسط قاری کی دسترس سے باہر کر دیا ہے کافی نے شمائل ترمذی کا منظوم ترجمہ ''بہار خلد'' کے نام سے کیا ہے فہرست کتاب منظوم قصیدہ کی شکل میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال پر ایک غزل شامل ہے، جس میں بلا کی رقت آفرینی اور سوز و گداز ہے۔ اس عہد میں نعتوں کا اتنا رواج ہو گیا تھا کہ باقاعدہ مناعتے ہونے لگے تھے۔ اس عہد میں لطفؔ نے اپنا نعتیہ دیوان مدون کیا، جو ان کی زندگی ہی میں شرف طباعت سے مشرف ہوا۔ مولوی غلام امام شہید اور شہیدیؔ نے قابل قدر نعتیں کہیں۔ اس دور کے اختصاصات میں یہ ہے کہ اس نے نعت کو شاعرانہ انداز بیان، پر کیف تغزل اور داخلیت کے گرانقدر جواہر سے مالا مال کیا۔

محسنؔ کاکوروی کا دور شمالی ہند میں اردو کی نعتیہ شاعری کا عہد زریں کہا جاسکتا ہے۔ اس عہد میں نعت میں سوز دروں کی آمیزش کی گئی تھی۔ موضوع روایات کا اخراج کیا گیا اور عبد واله کی حد بندی دوبارہ قائم کی گئی جو سابقہ شعراء کے ہاتھوں ٹوٹ گئی تھی۔ محسنؔ نے اردو نعت میں مقامی رنگ کی آمیزش کی اور ہندوانی و ہندوستانی تلمیحات کو آلۂ کار بنا کر نعت کا رشتہ ملک و قوم کے ساتھ جوڑ دیا۔

حالیؔ کے عہد میں اصلاح، مقصدیت اور افادیت کا احیاء ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے ہندوستانی بساط الٹ کر رکھ دی جس کے ثمرہ میں اقدار و معاییر میں زبردست رد و بدل ہوا ان اقدار و معاییر نے ادب کو بھی متاثر کیا۔ اس دور میں ادب کی تفنن طبع سے وابستگی منقطع ہوگئی اور اس کا رشتہ زندگی کے ساتھ استوار ہو گیا۔ اردو نعت جو ابھی تک شخصی عقیدت کی چیز بنی ہوئی تھی، جمہور کی چیز بن گئی، جس کے ذریعہ عوام کو اخوت، حریت، مساوات اور امن و آشتی کا پیغام دیا گیا، جو تعلیمات نبوی میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ نے نعتیہ شاعری میں حالیؔ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے درست اور بجا فیصلہ کیا ہے کہ:

''حالیؔ اپنی اصلاحی کاوشوں کے ذریعہ نعت کے سفینہ کے لیے
ناخدا بن کر وارد ہوئے اور انھوں نے تکلف، تصنع، مبالغہ آمیزی
اور افراط و تفریط کے دلدل میں پھنسی کشتی کو نکال کر اسے صحیح راستہ
پر لگایا۔'' [1]

حالیؔ نے لفظ سے زیادہ معنی پر زور دیا اور مافی الضمیر کا اظہار صاف سادہ، عام فہم زبان میں کیا۔ انھوں نے غیر معتدل، غیر متوازن مضامین، بیجا رسوم، غلط معتقدات و مزعومات کو یک لخت ترک کر دیا۔ حالیؔ کی تقلید میں شبلیؔ، اسماعیل میرٹھی اور نظم طباطبائی نے اسی روش کو اپنایا اور اس طرح اردو نعت تکلف تصنع اور نمائش کے قیود و بند سے نکل کر عوام کی چیز بن گئی۔

سلاست، سادگی، اثر آفرینی اور اصلاح و معقولیت کا یہ رجحان، جس کی نشاۃ ثانیہ حالیؔ کے عہد میں ہوئی تھی، اقبال کی شاعری میں بہت نمایاں دکھائی پڑتا ہے۔ اقبالؔ کی ساری شاعرانہ کاوش روحِ نعت کے محور پر گردش کرتی ہے، اقبال سے لے کر عبدالعزیز خالد تک کے شعرائے نعت نے اسلامی تخیل اور اسلامی تصورات کی ترجمانی کا کام نعت سے لیا اور نعت کے ذریعہ قوم و ملک کی سیاسی، سماجی، معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

متقدمین و متوسطین شعرائے نعت نے اس صنف میں بہت سے معائب اور اسقام داخل کر دیے تھے، جو نبی امی کے منشا کے خلاف تھے۔ انھوں نے پیغمبر اسلام کے لیے عاشقانہ الفاظ استعمال کیے۔ معانی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا، معجزات کے بیان میں مستند و غیر مستند، صحیح اور موضوع کے فرق کو مدنظر رکھنا چھوڑ دیا اور بہت سے وہ معجزات نظم کر دیے، جو فرضی اور خود ساختہ تھے۔ انھوں نے صحیح واقعات اور مستند روایات کی صورت بھی اتنی مسخ کر ڈالی تھی اور ان کا اس قدر مثلہ کر دیا تھا کہ واقعات اور روایات کی شناخت بھی مشکل ہوگئی تھی۔ انھوں نے نبی امی کی سیرت اور آپ کے آفاقی پیغامات کے مقابلہ میں، آپؐ کی صورت اور آپ کے سراپا کو

[1] اردو شاعری میں نعت، ص۔ ۸۶۸

اردو کی نعتیہ شاعری کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہیںؔ

موضوعِ سخن بنایا، لیکن عہد جدید اور عہد حاضر نے نعت کو ان تمام اسقام و معائب سے پاک و صاف کیا اور نعت کا رشتہ عالم گیر انسانیت سے جوڑ دیا۔

نعت میں شاعر کا مطمحِ فکر و نظر وہ ذات اقدس ہے، جس کا ہمسر خلائق خداوندی میں کوئی نہیں ہے۔ نبی اکرم کائنات کی افضل ترین شخصیت اور اس کی بہترین ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے عظیم المرتبت صحابیِ رسول اور جلیل القدر شاعر حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ آپؐ کے متعلق فرماتے ہیں۔

روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خير مولود من البشر

ترجمہ: میری روح اس ذات اقدس پر فدا ہو جائے، جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوعِ انسان میں سب سے بہتر ہیں۔

اس لیے شعرائے نعت نے اپنی شعری کاوشوں میں الفاظ اور تشبیہات و استعارات کے انتخاب اور ان کے استعمال میں ہمیشہ بہ سے بہتر پر نگاہ رکھی ہے۔ خالق کائنات نے اس ذات کو نمونہ اور مجسم رحمت بنا کر مبعوث فرمانے کی بات کہی ہے۔ کائنات میں کوئی شی ایسی نہیں، جو اس ذات کے کسی وصف کے لیے مشبّہ بہ یا مستعار منہ بن سکے اور دقّت یہ ہے کہ اظہار ما فی الضّمیر اور انکشاف جذبات و وارداتِ قلب کے لیے الفاظ اور تشبیہات و استعارات کی ضرورت ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں نعت گو شعراء نے موضوع کے تقدس اور اس کی عظمت و جلالت کے پیش نظر جتنا پاکیزہ جامہ استعمال کیا ہے، وہ قابل تعریف ہے۔

مواضیع نعت کی رفعت کے باعث شعرا نے تشبیہات کے باب میں کافی گلکاریاں دکھلائی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تاریخی عہد کی شخصیت ہے اور آپ کے افعال و اعمال، شمائل و خصائل، حلیہ و اقوال، عادات و اطوار، مکتوبات و خطبات، غزوات و سرایا، معمولات لیل و نہار، خوشی اور غم کے اظہار کے طریقے اور عفو و عطا کے اسالیب سب کچھ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے اور سیر و مغازی کی کتابوں کے سینہ میں محفوظ ہے اس لیے شعرائے نعت کے سامنے ایک قدغن یہ بھی ہے کہ وہ تاریخی حقائق سے سر مو انحراف نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نعت کو شعریت

سے معمور کرنا ہے ورنہ نعت منظوم تاریخ ہو کر رہ جائے گی اور شعر و شاعری کے قلمرو سے باہر نکل جائے گی۔ معروضات ما سبق سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جتنی فنّی حذاقت اور شعری مہارت، نعت کے لیے درکار ہے، اتنی کسی دوسری صنف شاعری کے لیے درکار نہیں ہے۔

معرکہ بدر میں اسلامی لشکر کا ورود ایسے مقام پر ہوا ہے جہاں پینے کے لیے پانی نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام کا چھوٹا سا لشکر جس میں ۳۱۳، افراد ہیں ریگستان بے آب میں پانی تلاش کر رہا ہے اس وقت حسن اتفاق سے پانی برس جاتا ہے، شاعر نعت حفیظ نے اتنی چھوٹی بات کو شعریت کے سہارے دلکش انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ بات غیر اہم ہوتے ہوئے بھی بہت جاندار نظر آ رہی ہے۔ اس نے شاعرانہ پیرایۂ اظہار اپنا کر صحرا کے دل میں یہ تمنا پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے وہ اپنے مقتدر مہمانوں کو سیراب کر دے۔ اس نے بہت تضرع کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی کہ وہ پانی برسا دے۔ صحرا کی یہ دعا قبول ہوئی اور پانی برسنے لگا۔ شاعر نے زور تخیل دکھلایا لیکن صورت واقعہ مسخ نہیں ہوئی۔ واقعہ اپنی جگہ رہا کہ مینھ برسا اور لشکر اسلام کی ضروریات پوری ہو گئیں لیکن بداعت اسلوب، اور جدت اظہار نے بیان واقعہ کو جاذب سامعہ اور دلاویز بنا دیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کہ اے صحرا کو آتشناک چہرہ بخشنے والے
رخ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھنتا رہا ہوں میں
صدائے رعد و باراں دور سے سنتا رہا ہوں میں
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدار حضرت سے بجھا لیتا
میرے سر پر سے گذرا نوح کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اس وقت نادانی

اگر کرتا میں اس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہو جاتا میری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمیں سے شرم آئے گی
جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
عطا بہر وضو ان کے لیے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یارب
بہاراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب

تشبیہات و استعارات کی بداعت و ندرت سے لطف اندوزی کی غرض سے چند تشبیہات و استعارات ملاحظہ کریں۔

سبزۂ خط سے ہوا ہونے لگی سرخی لب
چمن حسن سے لال اڑ گئے بن کے ہریل
صاف آمادۂ پرواز ہے شاما کی طرح
پر لگائے ہوئے مژگانِ صنم سے کاجل

....

چشم میکش میں گلابی ہے کہ پھولا ہے گلاب
پھول کیوڑے کا کھلا ہے کہ کھلی ہے بوتل

....

گل خوش رنگ رسولِ مدنی عربی
زیب دامانِ ابد، طرۂ دستار ازل
اوج رفعت کا قمر، نخل دو عالم کا ثمر

مہر توحید کی ضو، اوج شرف کا مہ نو
شمع ایجاد کی لو بزم رسالت کا کنول

....

عطر افشاں ہے شبیہ گل نسرین و سمن
نخل داؤدی مومی سے ٹپکتا ہے عسل
لہریں لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ
چرخ پر باولا پھیلا ہے زمیں پر مخمل
جگنو پھرتے ہیں، جو گلبن میں تو آتی ہے نظر
مصحف گل کے حواشی پہ طلائی جدول

....

بھیگی ہوئی رات ابرو سے
داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے
اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام
شبنم کی ردا بقصد احرام
گویا کہ نہا کے آئی فی الحال
جھک جھک کے نچوڑتی ہوئی بال
کیا سعی صفا سے رنگ فق ہے
سر سے پا تک عرق عرق ہے
نا محرموں سے چھپائے چہرا
پروین کو بنائے سنہ کا سہرا

نعت مواضع ومفاہیم اور ہیئات واشکال میں سدا ملکی اثرات سے ہم آہنگ ہوتی رہی ہے۔ شعرائے نعت کے کلام پر تحقیق وتنقید اور تبصرہ وتجزیہ کے مابین نعت ملک کے اثرات کو قبول کر کے اپنی جاذبیت بڑھاتی اور افادۂ عامہ کے فرائض انجام دیتی دیکھی جا چکی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں براعظم کی اسلامی تہذیب وثقافت، ہندوانہ تہذیب اور

ہندوانہ رسوم ومعتقدات سے شیر وشکر ہو رہی تھی۔ نتیجہ کے طور پر محمد قلی قطب شاہ نے اپنی شاعرانہ رنگ رلیوں میں پیغمبر اسلام کی ذات کو اس طرح شامل کر لیا، جس طرح ہندوؤں نے شری کرشن کو شامل کر رکھا تھا، ڈاکٹر جمیل جالبی نے لکھا ہے:

"مذہب کو دنیوی کامیابی کا ذریعہ سمجھنے کی بنا پر اس کی توجہ مذہبی رسوم کی طرف ہے۔ یہاں تصورِ مذہب میں اخلاق و کردار کا وہ پہلو نہیں ہے، جس کی بنا پر رسول خدا، حضرت علی اور آلِ رسول علویت کے نمائندے بن جاتے ہیں۔ محمد قلی کے لیے یہ عظیم ہستیاں اس لیے عظیم ہیں کہ وہ کسی غیبی مدد سے اسے کامیاب بنا رہی ہیں۔ اس کا مذہب ہندوؤں کی طرح رسمی درجہ کا ہے جس میں رسوم کی ادائیگی ہی اصل مذہب ہے۔" ۲؎

محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی رجحان اور ملکی اثرات سے نعت کی ہم آہنگی کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد رقم طراز ہیں:

"مناظر فطرت کی گلکاریاں، وصل کو دعوت دینے والی فضا، عیش ونشاط کی ہیجانی کیفیت، بارش کے تناظر کے مابین عورت کے انگ انگ کی جسمانی پکار، بدن کا لرزہ، جوبن کا گھن گرج حتیٰ کہ ناری کی **کنچکی** کا بکسنا۔۔۔ سبھی کچھ حضرت مصطفیٰ کے صدقے ہے۔" ۳؎

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محمد علی قطب شاہ کی نظم کا متن ذیل میں درج کر دیا جائے:

روت آیا کلیوں کا ہوا راج
ہری ڈال سر پھولاں کے تاج
مینھوں بند کا لیوہت پیالا
روت ناریاں ساجیں ایکس تھی یک ساج

۲؎ تاریخ ادب اردو ج۔۱، ص۔۴۱۴۔
۳؎ اردو شاعری میں نعت، ص۔۳۸۲

تن ٹھنڈت لرزت جوبن گرجت
پیا مکھ دیکھت کنچکی کس بکسے آج
ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی
انجل پاوک میں سہے اس لاج
کیں پھول دیسے ستارے اسماں
اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج
چوندھر گرجت ہور مینھوں برست
عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
حضرت مصطفیٰ کے صدقے آتا برش کالا
قطب شہ عشق کرو دن راج

ہندوستان ۱۸۵۷ء میں عجب افراتفری کا شکار تھا۔ شرفاء ذلیل کیے جا رہے تھے اور رذلاء ان پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ہندوستان کے لوگوں کو جھوٹے مقدمات میں ماخوذ کر کے کالا پانی بھیجا جاتا تھا اور وہاں ان کی زندگی جانوروں سے بدتر کر دی جاتی تھی اس زمانہ کی نعت ملکی اثرات سے اس قدر متاثر ہوئی کہ وہ عصری جبر و استبداد اور اس وقت کے ہندوستان کا آئینہ سی لگتی تھی۔ منیر شکوہ آبادی کے زندانی نعتیہ قصیدہ سے چند متفرق اشعار ذیل میں بطور نمونہ درج کیے جا رہے ہیں:

چنے کھانے کو ترسیں صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابر نیسانی
سوائے نیش زن زنداں میں مل سکتا نہیں کوئی
ہوئی ہے خانۂ زنبور میں دنیا کی مہمانی
ہوا ہے مشتری محبوس گویا برج عقرب میں
نظر آتے ہیں اہل علم و فضل اس سال زندانی

جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی

....

کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر
سر تختِ ہما ہیں بوم صرف بال افشانی
گلستاں ارم میں دھوم ہے مرگھٹ کی دعوت کی
تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی

....

قضا جتنی معلق تھی، وہ مبرم ہو گئی اب کی
لٹک کر پھانسی میں جاتی رہی بنیاد انسانی
کہاں کا دانۂ گندم نہ پائی جو کی بھوسی تک
خواتین عظیمہ نے اگرچہ خاک بھی چھانی

....

وہی پہنچائے ایذائیں، سہارا ڈھونڈیے جس کا
عصائے پیر سے مطلب نہ نکلے غیر ثعبانی

....

مناجات و دعا و استغاثہ پڑھتے جاتے ہیں
نہیں جاتی، نہیں جاتی، نہیں جاتی پریشانی
پر روح الامیں دے طائر فریاد کو یارب
کہ اڑ کر صاف جا پہنچے مدینے میں بآسانی
خزاعہ کی صدا کعبہ میں سن لی جس نے یثرب سے
نہ سننے میں ہماری آہ کے کیا مصلحت جانی
نہیں آتا جو رحم اس رحمۃ للعالمیں کو اب
ہماری آہ ہے کیا نالۂ ناقوس رہبانی

نہیں سنتا جو اب فریاد اپنے کلمہ گویوں کی
مگر مصروفِ خواب عیش ہے وہ نور یزدانی
گذر ممکن نہیں ہے اس جگہ پیک تصور کا
یہاں تاخیر میں ہے کشتیٔ امید طوفانی
سفارش چاہتا ہوں راکب دوش پیمبر کی
جناب ضامنِ آل عبا محبوب ربانی

محسن کاکوروی کے زمانہ میں ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط مستحکم ہو گیا تھا۔ان کی نعت میں اس کے اثرات صاف دیکھے جاسکتے ہیں

ابر پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برق بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل
جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں
لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل

۸؍فروری ۱۹۲۷ء = ۶؍شعبان ۱۳۴۵ھ کو مغرب کے وقت ایک روشن ستارہ ٹوٹا۔ٹوٹے ہوئے ستارے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی محمدؐ کو صفحۂ فلک پر منکشف کیا۔[۴] ملکِ ہندوستان میں وقوع پذیر اس واقعہ نے متعدد شعرائے نعت کو متاثر کیا اور اس نورانی منظر کو متعدد شعراء نے مختلف طریقوں پر اشعار کا سہارا لے کر بیان کیا ہے۔نعت کے وقیع شاعر ماسٹر مہادیو پرساد ساؔمی جبل پوری نے اس روح افزا منظر کا ذکر خیر کیا ہے۔انھوں نے اس بابت دو نعتیں لکھی ہیں۔ایک ''نعت سرور کائنات'' کے عنوان سے جس میں (۲۶) اشعار ہیں اور دوسری ''جذبات ساؔمی'' کے عنوان سے، جو (۴۲) اشعار پر مشتمل ہے۔آخر الذکر میں سر زمین ہند کی زبانی خیر المرسلین سے التجا کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

روبرو حضرت کے عاجز ہوں میں قیل وقال سے
قوم کس ادبار کو پہنچی ہے کس اقبال سے
....

۴؎ شیرازہ جلد ۲۶، شمارہ ۲، ص۔۲۷ و ۲۸ مضمون نعتیہ شاعری اور غیر مسلم شعراء، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ

خانۂ تاریک مسلم میں اجالا ہوگیا
ہند کا دنیا کے آگے بول بالا ہوگیا
یہ صدا ہاتف نے دی چمکا جو جلوہ آپ کا
ساکنان دہر سن لیں حکم والا آپ کا
اب ستایا جائے گا ہرگز نہ شیدا آپ کا
اے مسلمانو رہے گا سر پہ سایہ آپ کا
تم کو کیا غم سر پہ جب خود نائب باری رہے
رہنے دو گر دشمنوں کی لاکھ تیاری رہے

نعت شعر و شاعری کی ایک مقبول صنف ہے۔اس کی مقبولیت کے بہت سے عوامل و محرکات اور کئی وجوہ و اسباب ہیں۔

عشق و محبت کے چند اصول اور محرکات ہوتے ہیں۔اوّل ظاہری حسن اور دوم باطنی حسن۔محمد امی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں عشق و محبت کے دونوں اصول جمع ہیں۔جہاں تک ظاہری حسن و جمال کا تعلق ہے، حضرت براء ابن عازبؓ سے مروی حدیث کے اختتامیہ الفاظ ہیں:

'' **ما رئت شیاً قط احسن منه** '' [۵] (میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی) حضرت ہند ابن ابو ہالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے کے دوران فرماتے ہیں۔ ''**یتلا لؤ وجههٗ تلا لؤ القمر لیلة البدر**'' [۶] (آپ کا مبارک چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہے) حضرت جابرؓ سے منقول ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو۔بالآخر میں نے یہ ہی

۵؎ خصائل النبوی ترجمہ شمائل ترمذی ص۔۵
۶؎ خصائل النبوی، ص۔۹۔۷۷ و ۱۷۸
۷؎ خصائل النبوی ص۔۱۲۔

فیصلہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل وحسین اور منور ہیں۔ یے حضرت عائشہؓ کا نعتیہ شعر ملاحظہ ہو:

لوائم زلیخا لو رئین جبینہ

لا ثرن قطع القلوب علی قطع الید[۸]

ترجمہ زلیخا کی ملامت کرنے والیاں اگر آپ کی روشن پیشانی دیکھ لیتیں تو ہاتھ کے بجائے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔

جہاں تک باطنی حسن کا سوال ہے، خداوند قدوس نے اپنے کلام پاک میں آپ کی بابت فرمایا ہے ''**وانك لعلی خلق عظیم**''[۹] (بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں) بہر حال آپ حسن ظاہر اور حسن باطن میں کمال کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

ایمان کی علامت یہ ہے کہ اس اکمل فرد انسانی سے، (عالم انسانیت پر جس کے ہزاروں احسانات ہیں) مخلص محبت کی جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **لا یومن الرجل حتی اکون احب الیه من اهله و ماله والناس اجمعین**''[۱۰] (کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے اہل و مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے)

نعت کو رواج دینے اور اس کو مقبول بنانے میں مندرجہ ذیل حدیث اہم ہے۔ جس کو راوی نے اپنی کتاب اربعین میں نقل کیا ہے۔

''**کل امرءٍ ذی بالٍ لا یبدء فیه بحمد الله والصلوة** [ے] **علی فهو اقطع ابتر ممحوق من کل برکة**'' (ہر مہتم بالشان کام جو خدا کی تعریف اور میری نعت سے شروع نہ کیا جائے، ناقص، ادھورا ہے اور ہر برکت سے محروم ہے) اسی باعث ہر شاعر نے

[۸] نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص۔۱۲۲

[۹] القرآن الکریم تبارک الذی (۲۹) سورہ القلم آیت۔۴

[۱۰] المسلم ج۔۱،ص۔۴۹

[ے] لغات میں صلوٰۃ کے معنی اچھی تعریف کرنا درج ہیں۔ ''صلی اللہ علیہ۔ برکت دینا اچھی تعریف کرنا''۔ مصباح اللغات ص۔۴۵۴ کالم نمبر ۳۔ نعت کے معنی بھی تعریف اور توصیف کرنا ہیں۔ راقمہ

اپنے دیوان کے آغاز میں حمد و نعت کے شمول کو موجب ثواب سمجھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ مثنوی کے اجزائے ترکیبی میں پہلا جز حمد اور دوسرا جز ستائش پیغمبر (یعنی نعت) متعین کیا گیا۔ اس طور پر ہر صاحب دیوان شاعر اور ہر مثنوی نگار لازمی طور پر نعت گو شاعر ہے۔ کسی نے تبرکاً کسی نے جوش عقیدت میں اور کسی نے مستقلاً نعتیں لکھیں اور اپنی ساری زندگی نعت گوئی میں صرف کردی۔

مسلمان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر، آپ کی سیرت مقدسہ کے تذکرے، آپ کی سیرت وافعال واعمال کو مشعلِ راہ بنانے، آپ کی تقلید اور آپ کے نقشِ قدم پر خود چلنے نیز دوسروں کو اس کی تحریض و ترغیب کو کار خیر اور ذریعۂ نجات متصور کرتے ہیں۔ ان احساسات وجذبات ومعتقدات نے شعراء کو ترغیب دی کہ وہ اپنی شعری کاوشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردیں۔

نعت گوئی کا ایک بڑا محرک علماء وصوفیا کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی عقیدت اور والہانہ شیفتگی ہے، جس کی بنا پر انھوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور آپ کے متعلقات ومنسلکات کی نعت خوانی میں لگادیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب، شاہ نیاز بریلوی، بیدم وارثی اور عزیز الحسن مجذوب وغیرہ نے اعلیٰ درجہ کی نعتیں لکھیں۔ ان کے حلقۂ ارادت میں جم غفیر شامل تھا، اس لیے ان کی نعتیہ شاعری کو پر لگنے میں کوئی دیر نہیں لگی۔ ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں جو شاعر تھے، انھوں نے خود نعتیں لکھیں اور جو شاعر نہیں تھے انھوں نے نعتیہ مشاعروں کے انعقاد کو موجب ثواب سمجھا۔ نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرنے والے ہر شاعر نے کچھ نہ کچھ لکھا اور پڑھا۔ نعتیہ شاعروں کے گلدستے شائع ہونے لگے اور اس طرح ہر شاعر ومتشاعر کو اپنا کلام چھپوانے اور شہرت حاصل کرنے کے مواقع دستیاب ہوئے۔ اخبارات، جرائد ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے شہرت حاصل کرنے میں سہولت پیدا کردی۔

نعت گوئی کا ایک بڑا محرک میلاد شریف کی محفلیں ہیں، جو ماضی قریب تک کافی شدومد کے ساتھ منعقد ہوتی تھیں۔ ان محفلوں نے بھی نعت کی مقبولیت اور اس کی شہرت میں کافی

ہاتھ بٹایا۔آج بھی سیرت النبی کے جلسوں میں تلاوت کلام پاک کے بعد دو ایک نعتیں ضرور پڑھی جاتی ہیں۔اس طرح دیگر اصنافِ شاعری کے مقابلہ میں نعت کو عوام سے رابطہ قائم کرنے اور مقبول بننے کے زیادہ مواقع ملے۔

سماع کی محفلوں یا قوالی کی محفلوں نے نعت کو مقبول بنانے میں کافی کام انجام دیا۔محفل سماع میں عشق حقیقی کی ترجمانی کرنے والی غزلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و شیفتگی ظاہر کرنے والی نعتیں گائی جاتی ہیں۔ان محفلوں میں شرکت،اہل طریقت کے نزدیک عبادت اور کارِ خیر ہے،صوفی بزرگوں کے سالانہ عرس میں سماع کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور دور دور سے قوالوں کی پارٹیاں آتی ہیں اور ہزاروں لاکھوں سامعین نعتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔اس طرح سماع کی محفلوں کا بھی نعت کو مقبول عام بنانے میں زبردست ہاتھ ہے۔

اردو نعت نے قومی،مسلکی اور تمدنی زندگی کو اوپر اٹھانے کی جو مفید اور گراں بہا خدمت انجام دی ہے،اس کی مثال کسی دوسری صنف سخن میں نہیں ملتی۔واجد علی شاہ نے اخلاقی افتادگی اور حیا سوزی کو اس حد تک بڑھاوا دیا تھا کہ ہوسناکی،عشق کا برملا اظہار اور عریانیت ولذتیت اس عہد کی تہذیب کے ضروری اجزا بن گئے تھے۔واجد علی شاہ کے دور میں زندگی اور ادب دونوں اسی سمت دوڑ رہے تھے۔ایسی داستانیں اور ایسی مثنویاں،جو اس دور کی عکاسی کرتی تھیں مزے لے لے کر پڑھی جاتی تھیں۔واجد علی شاہ خود اقراری مجرم تھے۔اس عہد کی نمائندگی کرنے والے صرف دو شعر ملاحظہ کریں:

دوپٹے کو آگے سے دہرا نہ اوڑھو
نمودار چیزیں چھپانے سے حاصل

....

حمل ثابت علی خاں کا ہے
خطا کی خطا نام انساں کا ہے

بہار عشق کی ہیروئن کے اثمار شباب کا تذکرہ اتنے چٹخارے لے کر کیا گیا ہے کہ اگر حیا میں زندگی ہوتی،تو وہ خود منہ چھپا لیتی۔لیکن اسی دور میں میر انیس،مرزا دبیر،مولوی محمد محسن

کاکوروی اور امیر مینائی نے مذہبی شاعری کے ذریعہ اس معاشرت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیے لکھ کر اور محسن کاکوروی و امیر مینائی نے نعتیں کہہ کر اس زوال پذیر معاشرہ کو اوپر اٹھانے اور اس عہد کے آدمیوں کو انسان بنانے کی گراں بہا خدمت انجام دی۔اس طور پر نعت نے معاشرہ،افراد اور اردو شاعری کو اس اندھیرے غار میں گرنے سے بچا لیا،جس کی طرف انھیں انگریزوں کی چالیں،واجد علی شاہ کی استغراقیت و مجہولیت اور لکھنؤ والوں کی بے بسی لیے جا رہی تھی۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "**من کذب علی متعمداً فلیتبؤا مقعدہ فی النار**" [۱۱](جس نے جان بوجھ کر میری جانب وہ بات منسوب کی،جو میری نہیں ہے،اس کا ٹھکانہ جہنم ہے) اس لیے نعتیہ شاعری کے ہر عہد میں اس مقدس موضوع پر کام کرنے والوں میں کئی شاعر ایسے ضرور رہے ہیں،جنھوں نے اصلیت،واقعیت اور حقیقت پسندی کو سینے سے لگائے رکھا اور جو نعتیہ شاعری میں غیر فطری عناصر کے داخلہ پر پابندیاں کھڑی کرتے رہے۔نعتیہ سرمایہ نے اردو ادب کو بہت سی ایسی تلمیحات دیں،جو اس کو کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں مل سکتی تھیں۔نعت میں اعتدال اور میانہ روی لازمی ہے،اس میں افراط و تفریط دونوں کی حیثیت شجرہ ممنوعہ کی ہے۔افراط میں عبد،عبودیت کی سرحدیں توڑ کر الوہیت میں داخل ہو جاتا ہے اور تفریط سے اکمل فرد انسانی،محبوب رب العالمین باعث تخلیق کائنات کی تنقیص لازم آتی ہے۔اور دونوں ہی باعث خسران اور موجب ہلاکت ہیں۔نعت کے لیے مخلص قلب کے ساتھ ہوشمند اور دانا و بینا ذہن کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے نعت کی بابت مشہور مقولہ ہے ''باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار'' بارگاہ خداوندی میں تو دیوانگی چل سکتی ہے،کیونکہ وہ اعلیٰ و اعظم و اکبر ہے،اس کے اوپر کوئی نہیں اور کچھ نہیں لیکن بارگاہِ رسالت میں دیوانگی قطعاً روا نہیں کیونکہ اس اکمل فرد کائنات کے اوپر خداوند قدوس کی ذات ہے اور اس کا ہمسر کوئی نہیں۔اس طرح نعت نے اردو شاعری کو دانا و بینا دل اور ہوشمند ذہن سے کام کرنا سکھلایا یا نعت میں ذہن اور قلب دونوں کی بیداری ضروری ہے۔

۱۱ سنن ابن ماجہ: ابن ماجہ،ص۔۵ مطبع فاروقی دہلی۔

نعت نے اردو شاعری کو سپردگی، والہانہ پن، حفظ مراتب، پاس ادب اور ذہن و دل کی ہم آہنگی عطا کی۔ اس نے اردو شاعری کو خلوص، صداقت، واقعیت، لہجہ کی نرمی، وقار اور شائستگی عطا کی۔

مذہب سے کماحقہ عدم واقفیت، عقیدت کی کمی اور علمی وفنّی بے بضاعتی نے نعتیہ قصائد میں کساد بازاری پیدا کردی، لیکن نعت نے غزل، نظم، گیت، ترانہ اور آزاد نظم کے سانچوں میں اپنے کو ڈھال کر بازار نعت میں ہما ہمی برقرار رکھی اور مستقبل میں بھی اس کا وجود بقائے انسانیت کے ساتھ وابستہ ہے نعت اپنے میں پیغامات محمدی کو جذب کیے ہوئے ہے۔ امراض گرفتہ انسانیت اور تھکی، ہاری آدمیت کا مداوا اس کے پاس ہے انسانیت کبھی بھی تعلیمات نبوی اور پیغامات احمد امی و عربی سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، اس لیے اس کے وجود کا دامن، دامن قیامت سے منسلک ہے۔

نعت میں زبردست مطابقت پذیرائی (Adoptablity) ہے۔ اس میں ہر ساخت، ہر ہیئت اور ہر سانچے میں اپنے کو ڈھال لینے کی صلاحیت ہے۔ وہ مسائل حیات سے زبردست وابستگی رکھتی ہے اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں اس کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ اس کے پاس انسانیت کے تمام امراض کا علاج ہے۔ اس لیے اس کا مستقبل کافی درخشاں اور خاصا امید افزا ہے۔

اختتام ۱۵/جون ۲۰۲۳ء ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ رات بروز شنبہ

☆☆☆

کتابیات

۱۔	القرآن الکریم	
۲۔	اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن	جان پورٹ
۳۔	ارشاد الی بانت سعاد	مولوی ذوالفقار علی
۴۔	اردو کی نعتیہ شاعری میں نعت	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاؔد (غیر مطبوعہ)
۵۔	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر فرمان فتح پوری
۶۔	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برؔق
۷۔	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاؔق
۸۔	اردو مثنوی کا ارتقا (شمالی ہند میں)	ڈاکٹر سید محمد عقیل
۹۔	اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء	آنسہ الطاف فاطمہ
۱۰۔	اردو میں قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ابو محمد سحؔر
۱۱۔	اردو میں قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی
۱۲۔	اردو کے ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام	ڈاکٹر عبدالحق
۱۳۔	اردو گیت	ڈاکٹر قیصر جہاں
۱۴۔	اصناف سخن اور شعری ہیئتیں	شمیم احمد
۱۵۔	انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا ج ۲،۳	
۱۶۔	انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا ج ۳	
۱۷۔	بہارستان جامؔی	مولانا نورالدین جامی
۱۸۔	تاریخ سلام کامل	مولانا عبدالقیوم ندوی
۱۹۔	تاریخ الادب العربی	احمد حسن زیات
۲۰۔	تاریخ ادبیات ایران	براؤن

۲۱۔	تاریخ ادبیات ایران	ہمائی
۲۲۔	تاریخ ادبیات ایران	ڈاکٹر رضا زادہ شفق
۲۳۔	تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ
۲۴۔	تاریخ ادب اردو	ڈاکٹر جمیل جالبی
۲۵۔	تاریخ نظم ونثر اردو	آغا محمد باقر
۲۶۔	تاویل مختلف الحدیث	علامہ ابن قتیبہ
۲۷۔	تذکرۃ الشعراء	دولب شاہ ابن علاء الدولہ سمرقندی
۲۸۔	تلمیحات	محمود نیازی
۲۹۔	تمدن ہند	از ڈاکٹر گستاولی مان مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی
۳۰۔	توریت	
۳۱۔	الجامع الترمذی	امام عیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورہ ترمذی
۳۲۔	جائسی گرنتھاولی	مرتبہ رام چندر شکل
۳۳۔	جدید اردو شاعری	عبدالقادر سروری
۳۴۔	جلالین شریف	جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی
۳۵۔	چند ہمعصر	ڈاکٹر عبدالحق
۳۶۔	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانی
۳۷۔	خزانۂ عامرہ	مولانا غلام علی آزاد بلگرامی
۳۸۔	خزینۂ نعت	
۳۹۔	خیابان آفرینش	امیر مینائی
۴۰۔	خصائل النبوی	مولانا الحاج محمد ذکریا
۴۱۔	دارمی شریف	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی

اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ
ڈاکٹر شاہدہ پروین شاہین

۴۲۔	دکن میں اردو	نصیر الدین ہاشمی
۴۳۔	دکنی کلچر	پروفیسر ہارون خاں شروانی
۴۴۔	دیباچہ مسدس حالی	حالی
۴۵۔	ربانی ترمذی	ترمذی
۴۶۔	روح اقبال	ڈاکٹر یوسف حسین
۴۷۔	الروض الانف	ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ الہیلی
۴۸۔	ریاض ارم	مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۸ء
۴۹۔	زادالمعاد	علامہ ابن قیم
۵۰۔	سرور جہاں آبادی حیات اور شاعری	ڈاکٹر حکم چند نیر
۵۱۔	سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد یزید بن ماجہ
۵۲۔	سنن ابوداؤد	الیمان بن الاشعت ابوداؤد سجستانی
۵۳۔	سیر الانصار	مولانا سعید احمد انصاری
۵۴۔	سیرت النبی کامل	ابن ہشام
۵۵۔	شعر الہند حصہ دوم	مولانا عبدالسلام ندوی
۵۶۔	شمائل ترمذی	امام عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۵۷۔	الاصابہ فی تمیز الصحابہ	علامہ ابن حجر
۵۸۔	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل البخاری
۵۹۔	صحیح مسلم	ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری
۶۰۔	طبقات ابن سعد	ابن سعد
۶۱۔	عربی ادب کی تاریخ	محمد عبدالاحد
۶۲۔	عربی میں نعتیہ کلام	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
۶۳۔	عطر الوردہ فی شرح البردہ	مولانا مولوی ذوالفقار علی
۶۴۔	علی گڑھ تاریخ ادب اردو	شعبہ اردو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

۶۵۔	غیاث اللغات	محمد غیاث الدین
۶۶۔	فرہنگ آصفیہ ج ۳ و ۴	خان صاحب مولوی سید احمد دہلوی
۶۷۔	فرہنگ عامرہ	محمد عبداللہ خویشگی
۶۸۔	القاموس	علامہ مجدالدین محمد فیروز آبادی
۶۹۔	کاشف الحقائق	امداد اثر
۷۰۔	کاوشیں	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد
۷۱۔	کتاب الصراح فی لغۃ الصحاح	مولانا عبدالمجید
۷۲۔	کتاب العمدہ	ابن رشیق
۷۳۔	کریم اللغات	مولوی کریم الدین
۷۴۔	الکلام المبین	مفتی محمد عنایت احمد
۷۵۔	گل رعنا	حکیم عبدالحئی
۷۶۔	لامیۃ المعجزات مع البیّنات	مولانا اعزاز علی
۷۷۔	مختصر المعانی	علامہ سعد الدین تفتازانی
۷۸۔	مسلم شریف	
۷۹۔	المشکوٰۃ المصابیح	محمد عبداللہ خطیب بن محمد
۸۰۔	مصباح اللغات	عبدالحفیظ بلیاوی
۸۱۔	مطالعۂ امیر	ڈاکٹر ابو محمد سحر
۸۲۔	معراج نامہ	بلاقی (غیر مطبوعہ)
۸۳۔	مقدمہ شعر و شاعری	مولانا الطاف حسین حالؔی
۸۴۔	مواہب لدنیہ	حافظ قسطلانی
۸۵	نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	مولانا اشرف علی تھانوی
۸۶۔	نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد

۸۷۔	ہشت بہشت	آگاہ (غیر مطبوعہ)
۸۸۔	وفات نامہ سرور کائنات	دریا (غیر مطبوعہ)
۸۹۔	وفات نامہ	امامی (غیر مطبوعہ)

رسائل

۱۔	'ہما' اردو ڈائجسٹ	ج ۲۔ شمارہ ۱۲۳
۲۔	الفرقان	ج ۴۳ شمارہ ۱
۳۔	شیرازہ	جلد ۲۶ شمارہ ۲
۴۔	معارف	جلد ۱۴۳ عدد ۳
۵۔	مولوی رسول نمبر	متعلقہ ۱۳۵۱ھ نمبر ۲ و ۳

انگریزی کتابیں

(1)	The Development of English Biography	HorsidNicolson
(2)	Encyelopidia of Britanica	
(3)	Encyelopidia of Americana	
(4)	Rare Fragments of chandaen and Mragawati	

تمت بالخیر

URDU KI NATIYA SHAERI KA TAHQIQI WA TANQIDI MUTALA’ A

By

Dr. Shaheda Parveen “Shaheen”

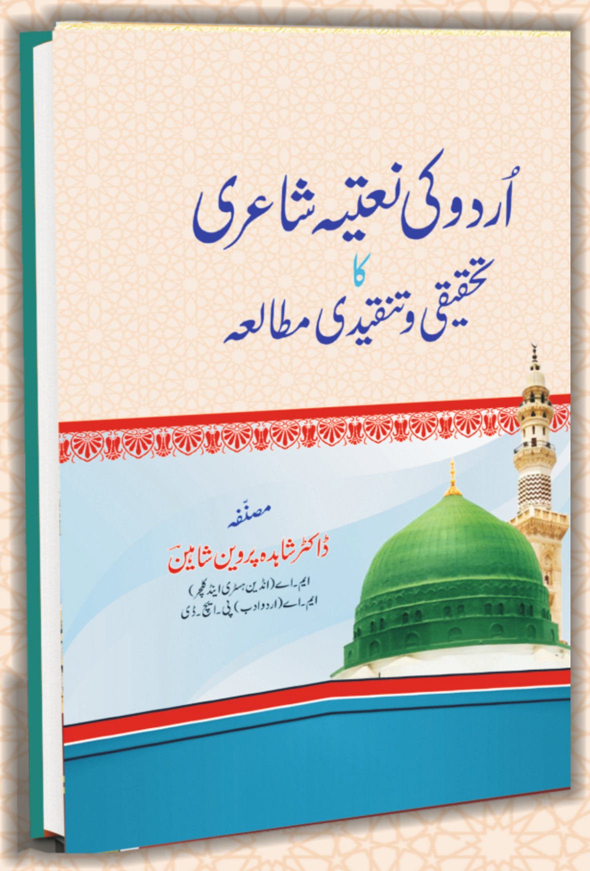

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-81-19225-53-8
978 -81 -19225 -53 -8
www.ephbooks.com

Designed by Hamid, Mob: 9918687777, 9889654027 E-mail:hrhamid1962@gmail.com